وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

جس چیز کا نبی تمہیں حکم کریں اس کو لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ (القرآن)

فضائل و آدابِ
عیادت و جنازہ

احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

پسند فرمودہ

محسن قوم وملّت الحاج حضرت مولانا غلام قادر صاحب کشمیری دامت برکاتہم

بانی ومہتمم جامعہ ضیاء العلوم وجامعۃ الطیبات پونچھ (جموں وکشمیر)

مرتب

محمد انس رضا قاسمی بستوی

استاذ جامعہ ضیاء العلوم پونچھ (جموں وکشمیر)

pasbanehaq

مکتبہ رازی دیوبند

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

جس چیز کا نبی تمہیں حکم کریں اس کو لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ (القرآن)

فضائل و آدابِ
عیادت و جنازہ

احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

پسند فرمودہ

محسن قوم وملت الحاج حضرت مولانا غلام قادر صاحب کشمیری دامت برکاتہم

بانی ومہتمم جامعہ ضیاء العلوم وجامعۃ الطیبات پونچھ (جموں کشمیر)

مرتب

محمد انس رضا قاسمی بستوی

استاذ جامعہ ضیاء العلوم پونچھ (جموں کشمیر)

ناشر

جامعہ ضیاء العلوم پونچھ (جموں کشمیر)

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب: ـــــــــــ فضائلِ وآدابِ عیادت وجنازہ

احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

مرتب: ـــــــــــ محمد انس رضا قاسمی بستوی

پسند فرمودہ: ـــــــــــ محسن قوم وملت الحاج حضرت مولانا غلام قادر صاحب کشمیری دامت برکاتہم

بانی ومہتمم جامعہ ضیاء العلوم وجامعۃ الطیبات پونچھ (جموں کشمیر)

کمپیوٹر کتابت: ـــــــــــ محمد انس رضا قاسمی بستوی

سن طباعت: ـــــــــــ ۲۰۲۰ء

تعداد صفحات: ـــــــــــ ۲۴۰

مطبع: ـــــــــــ مکتبہ فیض جامع مسجد دیوبند سہارنپور (یوپی) ۹۸۹۷۷۵۵۶۷۷

فون نمبرات: ـــــــــــ ۹۰۸۶۶۴۱۲۴۵/۹۱۴۹۸۰۳۷۰۰

Email:-anasrazaqasmi@gmail.com

ملنے کا پتہ

- مکتبہ رازی دیوبند
- کوہ نور بک ڈپو بانسی سدھارتھ نگر (یوپی)
- حبیب بک ڈپو پونچھ (جموں وکشمیر)
- حضرت مولانا مفتی عبد الرحیم ضیائی قاسمی صاحب

اجمالی فہرست

عنوانات	صفحہ نمبر
شریعت مقدسہ	۲۶تا۴۶
بیمار آدمی سے دعا کی درخواست	۴۷تا۶۰
موت کی یاد اور اس کا شوق	۶۱ تا ۷۷
قریب المرگ کے احکام	۷۸تا۸۲
روح نکل جانے کے بعد کا عمل	۸۳تا۸۸
میت پر گریہ وبکا اور نوحہ و ماتم	۸۹تا۱۰۶
مؤمن کا شیوہ صبر و شکر	۱۰۷تا۱۲۰
مؤمن کی روح کا اعزام	۱۲۱ تا ۱۲۷
حضورصلی اللہ علیہ وسلم نے مقروض کا جنازہ نہ پڑھایا	۱۲۸تا۱۳۰
موت کی سختی مسلمان کے لئے کفارہ ہے	۱۳۱تا۱۳۹
قبر کی زیارت سے آخرت کی یاد آتی ہے	۱۴۰تا۱۶۱
میت کا غسل اور کفن	۱۶۲تا۱۸۲
جنازہ کے ساتھ چلنا اور نماز جنازہ پڑھنے کا ثواب	۱۸۳تا۱۹۳
نماز جنازہ اور میت کے لئے دعا	۱۹۴تا۲۱۰
قبر کی نوعیت	۲۱۱ تا ۲۳۰
اموات کیلئے ایصال ثواب	۲۳۱تا۲۳۹

تفصیلی فہرست

	عنوانات	صفحہ نمبر
❖	انتساب	۱۲
❖	حضرت مولانا مفتی محمد عارف عثمانی قاسمی صاحب دامت برکاتہم	۱۵
❖	محسن قوم وملت الحاج حضرت مولانا غلام قادر صاحب دامت برکاتہم	۱۶
❖	حضرت مولانا سہراب علی قاسمی صاحب دامت برکاتہم	۱۸
❖	حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم ضیائی قاسمی صاحب مدظلہ	۱۹
❖	پیش لفظ	۲۱
❑	﴿شریعت مقدسہ﴾	۲۶
❖	عیادت..	۲۷
❖	مریض کو عیادت سے فائدہ ہوتا ہے........................	۳۰
❖	غیر مسلم کی عیادت................................	۳۱
❖	عیادت کی اہمیت وفضیلت............................	۳۲
❖	عیادت کے آداب اور مریض کے لئے دعاء..................	۳۶
❖	مریض کی خواہش پوری کرنا..........................	۴۲
❖	مریض پر دم اور اس کے لئے دعا صحت....................	۴۴
❑	﴿بیمار آدمی سے دعا کی درخواست﴾	۴۷
❖	بیماری مؤمن کے لئے رحمت اور گناہوں کا کفارہ............	۴۷
❖	نیکیوں میں زندگی گذارنے والا........................	۵۱
❖	سفر میں مرنے والے کی فضیلت........................	۵۲

عنوانات	صفحہ نمبر

❖ بیماری میں مرنے والا عذاب قبر سے محفوظ	۵۳
❖ طاعون میں فوت ہونے والے کی فضیلت	۵۴
❖ طاعون فرمانبرداروں کے لئے رحمت، نافرمانوں کے لئے عذاب ..	۵۶
❖ صابر کے لئے اللہ کی رحمت	۵۶
❑ ﴿موت کی یاد اور اس کا شوق﴾	۶۱
❖ دنیا میں مسافر کی طرح رہو	۶۲
❖ موت مومن کے لئے تحفہ ہے	۶۴
❖ عقل مند کون؟	۶۵
❖ لمبی امیدوں سے بچوں!	۶۷
❖ ذوالقرنین کا ایک عجیب قوم کے پاس سے گذر	۶۹
❖ مراقبۂ موت اور حضرت تھانویؒ	۷۱
❖ حضرت بہلولؒ کا نصیحت آموز واقعہ	۷۳
❖ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی نعمؒ کا آخرت کی تیاری کا طریقہ	۷۶
❑ ﴿قریب المرگ کے احکام﴾	۷۸
❖ جان کنی کے وقت کلمۂ توحید کی تلقین	۷۹
❖ قریب المرگ کے پاس اچھی بات کہو	۷۹
❖ کلمہ طیبہ پر خاتمہ کی فضیلت	۸۰
❖ سورۂ ''یٰسٓ'' پڑھنے کا حکم	۸۲
❖ سورۂ ''یٰسٓ'' کا میت پر فائدہ	۸۲
❑ ﴿روح نکل جانے کے بعد کا عمل﴾	۸۳
❖ جب موت واقع ہو جائے تو یہ دعا پڑھیں	۸۳

عنوانات | صفحہ نمبر

- ❖ میت کی آنکھیں بند کردی جائیں ۸۴
- ❖ میت کو چادر سے ڈھانپ دیا جائے ۸۵
- ❖ میت کی تدفین میں جلدی کرنا چاہئے ۸۶
- ❖ دفن کرنے میں تاخیر مت کرو ۸۷
- ❑ ﴿میت پر گریہ وبکا اور نوحہ وماتم﴾ ۸۹
- ❖ میت پر رونا ۸۹
- ❖ سوگ منانا ۹۰
- ❖ تعزیت کرنا ۹۰
- ❖ تعزیت میں کیا کہا جائے ۹۱
- ❖ میت کے گھر والوں کو کھانا بھیجنا ۹۲
- ❖ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گریۂ چشم ۹۳
- ❖ غم کا انسان پر اثر ہوتا ہے ۹۵
- ❖ رخساروں کو پیٹنے والا ہم میں سے نہیں ۹۷
- ❖ چلا چلا کر رونا ممنوع ہے ۹۸
- ❖ نوحہ کا وبال ۹۹
- ❖ نوحہ سے منع کرنے کا حکم ۱۰۰
- ❖ نوحہ کرنے سے شیطان گھر میں داخل ہوتا ہے ۱۰۲
- ❖ میت کو نوحہ سے تکلیف پہنچتی ہے ۱۰۳
- ❖ آہستہ آواز سے رونا منع نہیں ۱۰۴

عنوانات — صفحہ نمبر

- چیخ کر رونا شیطانی طریقہ ہے ۱۰۵
- نوحہ کرنے والی اور نوحہ سننے والی پر لعنت ۱۰۶
- ﴿مؤمن کا شیوہ صبر و شکر﴾ ۱۰۷
- صبر کا ثمرہ (ایک سبق آموز واقعہ) ۱۰۸
- اصل صبر صدمہ کے شروع میں ۱۰۹
- انا للہ وانا الیہ راجعون کی فضیلت ۱۰۹
- اولاد کی موت پر صبر کا انعام ۱۱۱
- صغر سنی میں مرنے والی اولاد والدین کے لئے ذخیرۂ آخرت!... ۱۱۲
- بیٹوں اور چہیتوں کے مرنے پر صبر کا ثمرہ ۱۱۴
- بچپن میں مرنے والی اولاد کی مثال ۱۱۴
- بچہ کی وفات جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ ۱۱۶
- ناتمام بچہ کی والدین کے لئے شفارش ۱۱۸
- مردوں کی نیکیاں بیان کرو! ۱۱۸
- مردوں کو برا نہ کہو ۱۱۹
- ﴿مؤمن کی روح کا اعزام﴾ ۱۲۱
- مؤمن کی روح کا فرشتے استقبال کرتے ہیں ۱۲۳
- مؤمن کی روح کے لئے خوش خبری ۱۲۴
- اچھی اور بری روحوں کی تقسیم ۱۲۶
- اقسام ارواح اور مقام ارواح ۱۲۶

صفحہ نمبر	عنوانات
۱۲۸	حضور ﷺ نے مقروض کا جنازہ نہ پڑھایا
۱۲۸	مؤمن کی روح قرض کی قید میں
۱۲۹	قرض کی وجہ سے میت عذاب میں چلی گئی
۱۲۹	بغیر قرض اتارے جنت میں داخلہ مشکل
۱۳۱	﴿موت کی سختی مسلمان کے لئے کفارہ ہے﴾
۱۳۲	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کی شدت
۱۳۴	مؤمن اور منافق کی مثال
۱۳۵	مؤمن کی موت کا رنج
۱۳۷	موت کی سختی
۱۳۸	مؤمن اور کافر کی موت کی حالت
۱۳۸	مؤمن کو موت پر بھی اجر ملتا ہے
۱۳۸	جمعہ اور ماہ رمضان میں مرنے والے کی فضیلت
۱۳۹	موت کے وقت اعضاء کا باہمی الوداعی سلام
۱۴۰	﴿قبر کی زیارت سے آخرت کی یاد آتی ہے﴾
۱۴۱	آنحضرتؐ کا اپنی والدہ کی قبر کی زیارت
۱۴۳	جمعہ کے دن والدین کی قبر کی زیات کرنا
۱۴۳	قبر کے مردے سلام سنتے اور جواب دیتے ہیں
۱۴۴	قبر عمل کا صندوق ہے
۱۴۵	نماز روزہ رکھنے والا عذاب قبر سے محفوظ

عنوانات — صفحہ نمبر

- قبر کی آواز ۱۴۷
- قبر کا عذاب ۱۴۸
- دجال کا فتنہ اور عذاب قبر ۱۴۸
- افسوس تو نے مردوں سے عبرت نہ پکڑی ۱۵۰
- قبر کو یاد رکھنے کا فائدہ ۱۵۱
- اہل قبور پر سلام پڑھنا ۱۵۱
- موت کی تمنا اور آرزو کرنے کی ممانعت ۱۵۳
- موت کی آرزو درست نہیں ۱۵۵
- عمر رسیدہ کے لئے دعا ۱۵۹
- موت کی آرزو کس صورت میں درست ہے؟ ۱۵۹
- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ۱۶۱

﴿میت کا غسل اور کفن﴾ ۱۶۲

- میت کو نہلانے کا طریقہ ۱۶۲
- میت کا کفن ۱۶۵
- کفنانے کا طریقہ ۱۶۵
- عورت کو کفنانے کا طریقہ ۱۶۶
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کا غسل ۱۶۷
- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کفن ۱۶۹
- عورت کے کفن ۱۷۰
- کفن اچھا دینا چاہئے ۱۷۱
- کفن کے کپڑوں کا سفید ہونا بہتر ہے ۱۷۲

عنوانات | صفحہ نمبر

❖ کفن میں غلو کرنا ۱۷۲
❖ حضرت مصعبؓ اور حضرت حمزہؓ کا کفن ۱۷۳
❖ میت کے عیب کی پردہ پوشی کرنا ۱۷۸
❖ میت کو غسل دینے کی فضیلت ۱۷۹
❖ مردے کو مشک لگانا ۱۸۰
❑ ﴿جنازہ کے ساتھ چلنا اور نماز جنازہ پڑھنے کا ثواب﴾ ۱۸۳
❖ جنازہ کے ساتھ چلنے کا ثواب ۱۸۴
❖ میت کی طرف سے جنازہ والوں کو نصیحت ۱۸۶
❖ جنازہ کو کندھا دینے کی فضیلت ۱۸۷
❖ جنازے کے پیچھے چلنا افضل ہے ۱۸۸
❖ سواری پر جنازہ کے ساتھ جانے کی ممانعت ۱۸۸
❖ جنازہ کے ساتھ تیز چلنا ۱۸۹
❖ نیک میت کا کلام ۱۹۱
❖ جنازہ زمین پر رکھنے سے پہلے بیٹھنا ۱۹۲
❑ ﴿نماز جنازہ اور میت کے لئے دعا﴾ ۱۹۴
❖ نماز جنازہ کی ادائیگی کا طریقہ ۱۹۴
❖ نماز جنازہ کا مکمل طریقہ اور اس میں پڑھی جانے والی دعائیں... ۱۹۶
❖ نماز جنازہ کی دعا ۱۹۷
❖ بچہ پر نماز جنازہ ۱۹۹
❖ نابالغ کی نماز جنازہ میں دعاء ۲۰۰

عنوانات	صفحہ نمبر
نماز جنازہ میں چار تکبیریں	۲۰۱
نجاشی کی نماز جنازہ اور چار تکبیر	۲۰۴
نماز جنازہ میں نمازیوں کی کثرت کی فضیلت	۲۰۵
نماز جنازہ میں کثرت تعداد اور صف بندی	۲۰۷
نماز جنازہ بغیر وضو کے نہیں	۲۰۸
نماز جنازہ پڑھانے کا حق دار کون؟	۲۰۸
﴿قبر کی نوعیت﴾	۲۱۱
میت کو قبر میں کس طرح اتارا جائے	۲۱۳
عورت کو قبر میں کون اتارے؟	۲۱۴
میت کو قبر میں رکھتے وقت کی دعا	۲۱۵
مٹی ڈالنے کا طریقہ	۲۱۶
قبر پر پانی چھڑکنا	۲۱۷
شہیدوں کو ان کے مقتل میں دفن کرنا	۲۱۸
قبر پر کوئی علامت رکھنا اور اقربا کو ایک جگہ دفن کرنا	۲۲۰
قبر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا	۲۲۲
قبروں کو سجدہ گاہ مت بناؤ	۲۲۳
قبر پر ٹیک لگانے سے بچو	۲۲۵
قبر کے اوپر بیٹھنا ممنوع ہے	۲۲۵
حضور ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ کی قبریں	۲۲۶
قبر پر لکھنے کی ممانعت	۲۲۷

عنوانات	صفحہ نمبر

❖ قبر کو بہت اونچا کرنا ۲۲۷
❖ قبر کو پختہ کرنا اور اس پر عمارت بنانا؟ ۲۲۸
❖ قبروں پر چراغ جلانا ۲۲۹
❑ ﴿اموات کیلئے ایصال ثواب﴾ ۲۳۱
❖ فرائض کے بعد آیت الکرسی پڑھنے کا ثواب ۲۳۵
❖ مردہ قبر میں ایسا ہے جیسا کوئی دریا میں ۲۳۵
❖ جن کو ایصال ثواب نہ کیا جائے وہ غمگین رہتے ہیں ۲۳۵
❖ مردے کو حج کا پورا ثواب پہنچتا ہے ۲۳۶
❖ پہاڑوں کے برابر نیکیاں ۲۳۶
❖ قبرستان میں ایصال ثواب کی برکت ۲۳۶
❖ ایصالِ ثواب کی فضیلت ۲۳۷
❖ ایصال ثواب پر امت کا اتفاق ۲۳۸
❖ مراجع ۲۳۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

○ احقر اللہ رب العزت کا شکر ادا کرتے ہوئے اس حقیر کاوش کو درج ذیل حضرات کی طرف منسوب کرتا ہے، جن کو اللہ نے احقر کے لئے بظاہر اسباب خیر تک پہنچنے کا ذریعہ بنایا ہے۔

○ مشفق والدین مکرمین جن کی انتھک قربانیوں اور غیر معمولی شفقت وعنایات ہی کے مرہون احسان ہے، جن کی مثالی تربیت، بے پایاں مخلصانہ توجہات اور سحر گاہی دعائیں ہر وقت شامل حال ہیں، (رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيْراً) میرے پروردگاران دونوں پر رحمت فرمائیے جیسے پالا انہوں نے مجھ کو چھوٹا سا) آمیـــــن، برحمتک یا ارحم الراحمین.

○ پاسبان حریم ملت اسلامیہ محسن قوم وملت حضرت اقدس مولانا غلام قادر صاحب حفظہ اللہ بانی ومہتمم جامعہ ضیاء العلوم وجامعۃ الطیبات پونچھ (جموں وکشمیر) کی نذر کرنے میں اپنی سعادت خیال کرتا ہوں میرے محسن اور کرم نواز حضرت والا زید مجدہم نے اپنے دامن شفقت وعنایات میں سایہ عطا فرما کر خدمت دین کا موقع عنایت فرمایا جو میرے لئے دارین میں سعادت وفلاح کا ذریعہ ہوگا، اللہ تعالیٰ حضرت کے سایہ عاطفت کو تادیر ہمارے سروں پر قائم ودائم فرمائے۔آمین فجزاهم الله احسن الجزا في الدنيا والآخرة.

○ استاذ معظم حضرت الاستاذ بحر العلوم مولانا غلام نبی قاسمی کشمیری صاحب قدس سرہ استاذ حدیث دار العلوم وقف دیوبند، شیخ الحدیث جامعہ ضیاء العلوم وجامعۃ الطیبات پونچھ (جموں وکشمیر) جن کی دعائیں، شفقتیں اور توجہات وعنایات احقر کو قدم بہ قدم حاصل رہیں۔ رحمہ اللّٰہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً.

○ حضرت الاستاذ مولانا مفتی محمد عارف عثمانی قاسمی صاحب دامت برکاتہم استاذ حدیث دار العلوم وقف دیوبند، حضرت الاستاذ مولانا سہراب علی قاسمی دامت برکاتہم آرگنائزر ''انجمن تعلیمات دین'' سدھارتھ نگر (یوپی)۔

○ نیز مادر علمی دار العلوم وقف دیوبند اور جامعہ ضیاء العلوم پونچھ جن کے چشمۂ فیض سے آج ایک عالم مستفیض ہو رہا ہے، خدا کرے یہ علمی مراکز تا قیامت آباد و شاداب رہیں۔ آمین

○ مرحومین نانا، نانی، اور برادر اکبر علی حسین جو کہ ۱۹؍سال کی عمر میں اللہ کے پیارے ہوگئے، اللہ رب العالمین ان کی مغفرت فرمائیں اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

احقر: محمد انس رضا قاسمی بستوی

مؤرخہ: ۲۰؍فروری ۲۰۲۰ء

تشکر وامتنان

اولاً میں اس ذات وحدہ لاشریک کا شکریہ ادا کرتا ہوں، کہ جس نے مجھے اس کارِ خیر کی توفیق وسعادت بخشی۔ بعد ازاں میں اپنے مخلص دوستوں میں مفتی محمد اقبال ضیائی قاسمی صاحب، مفتی عبد القیوم وانی صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند کا تہہ دل سے شکر گذار ہوں جنہوں نے اپنی قیمتی اوقات فارغ کر کے مسودے کی تصحیح میں مدد کی، رفیقۂ حیات جنہوں گھریلو مصروفیات سے فارغ رکھا، نیز میرے کرم فرما الحاج حضرت مولانا ڈاکٹر محمد شریف قاسمی صاحب دامت برکاتہم مدینہ میڈیکل پونچھ، مفتی عبد الرحیم قاسمی صاحب مہتمم مدرسۃ التوحید جامع مسجد تھنہ منڈی راجوری، ڈاکٹر مولانا محمد لقمان صاحب قاسمی، عزیز ''محمد احمد ابن نظام الدین صاحب'' میرٹھی جنہوں نے اس کتاب کے اشاعت میں مالی معاونت فرمائی، اللہ تعالیٰ جملہ معاونین کو دارین میں بہترین بدلہ نصیب فرمائیں۔ (آمین)

عاجزانہ گذارش

بہر حال یہ ٹوٹی پھوٹی کاوش جو صرف ایک دینی ضرورت سمجھ کر محض رضائے خداوندی کے لئے اسی کی توفیق سے انجام دی گئی، اب قارئین کی خدمت میں پیش ہے، غلطی اور بھول چوک سے بری ہونے کا کون دعویٰ کر سکتا ہے، اس لئے سبھی قارئین سے عاجزانہ گذارش ہے کہ وہ اس کتاب میں اگر کسی طرح کی بھی کوئی قابل اصلاح بات پائیں تو، احقر کو مطلع فرمائیں، حق سامنے آنے پر احقر کو رجوع کرنے اور تصحیح کرنے میں ان شاء اللہ کبھی تامل نہ ہوگا۔

اے اللہ! محض اپنے فضل سے اس کتاب کو اپنی خالص رضا کا ذریعہ بنادے اور منصوبہ کے مطابق اس کی تکمیل کی توفیق عطا فرما، اور اس کے مرتب اور اس کے سب معاونین کو آخرت میں سرخ روئی نصیب فرما، آمین یارب العالمین۔

احقر محمد انس رضؔا قاسمی بستوی

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد عارف عثمانی قاسمی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم وقف دیوبند

حَامِدا و مُصَلیا وَ مسلِما!

ایسے رسائل کی تصنیف کا سلسلہ عہد قدیم سے چلا آتا ہے جن میں کسی ایک مسئلہ کی تحقیق اس انداز میں کی گئی ہو کہ اس کے جملہ متعلقات کا ضروری مواد مرتب شکل میں جمع ہوجائے ایسے رسائل کی ابتداء عہد رسالت اور عہد صحابہؓ میں بھی ملتی ہے۔

عہد صحابہؓ کے بعد نت نئے حالات کی وجہ سے ایسے رسالوں کی ضرورت میں اضافہ ہوتا گیا اور اس ضرورت کو پورا کرنے والے مردان علم وفضل بھی ہر دور میں پیدا ہوتے رہے اس طرح مختلف فقہی مسائل پر ہر دور میں بے شمار مستقل رسالے لکھے گئے، مولانا ''محمد انس رضا قاسمی بستوی'' استاذ جامعہ ضیاء العلوم پونچھ (جموں وکشمیر) نے موجودہ زمانہ کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے فضائل وآداب عیادت وجنازہ کے نام سے بہت عمدہ کتاب تالیف فرمائی ہے، موصوف ان چند گنے چنے افراد میں سے ہیں جو خاموشی اور یکسوئی کے ساتھ تصنیفی کام میں لگے رہتے ہیں، تدریس کے ساتھ ان کی یہ علمی لگن قابل رشک، لائق تقلید ہے اس کتاب میں مختلف عنوانات کے تحت احادیث کی روشنی میں ضروری مسائل کو اجاگر کیا گیا ہے میں نے اگرچہ یہ کتاب بالاستیعاب نہیں دیکھی مگر فہرست سے کتاب کی جامعیت کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے۔

دعاء ہے کہ رب کریم موصوف کی خدمات جلیلہ کو قبول فرمائے، زادآخرت بنائے اور عوام الناس کے لئے نافع بنائے۔ آمین

(مفتی) محمد عارف قاسمی

خادم التدریس دارالعلوم وقف دیوبند

پسند فرمودہ

محسن قوم وملت الحاج حضرت مولانا غلام قادر صاحب کشمیری دامت برکاتہم

بانی ومہتمم جامعہ ضیاء العلوم وجامعۃ الطیبات پونچھ (جموں کشمیر)

دین، احکام الٰہیہ کو آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی اور مبارک طریقوں کے مطابق پورا کرنے کا نام ہے، کوئی عمل بظاہر کتنا ہی خوبصورت اور دلکش کیوں نہ ہو اگر وہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے مطابقت نہیں رکھتا تو عند اللہ وہ عمل ہرگز درجہ قبولیت کو نہیں پہنچ سکتا، انسانی زندگی مختلف مراحل سے گذرتے ہوئے اپنے انجام کو پہنچتی ہے، اسلام کی یہ خوبی اور شریعت مطہرہ کا یہ کمال ہے کہ اس نے اپنے ماننے والوں کو ہر عمل کا ایک خوبصورت طریقہ اور ادب سکھایا ہے، خوشی، غمی، موت مرگ اور انسانی زندگی کے دیگر شعبوں کیلئے اسلام کی جانب سے بہترین رہنمائی موجود ہے کسی بھی عمل کی قبولیت اور درستگی کیلئے یہ بات ازحد ضروری ہے کہ وہ عمل شریعت کے مطابق بھی ہو اور سنت رسول ﷺ کی مہر تصدیق بھی اس پر ثبت ہو۔ عیادت المریض اور اتباع الجنائز بھی حقوق المسلمین میں سے دو اہم حق ہیں جن میں بالعموم عوام کی جانب سے بڑی کوتاہیاں نظر آتی ہیں پیش نظر کتاب "فضائل وآداب عیادت وجنازہ" عزیز القدر مولوی محمد انس صاحب کی محنت شاقہ اور جہد مسلسل کی عکاس ہے جسمیں موصوف نے انتہائی عرق ریزی سے احادیث مبارکہ کو بطور متن اور مدلل

پیش کر کے قارئین کی تسلی وتشفی کا بھرپور سامان فراہم کیا ہے اور اس حوالہ سے عوام وخواص میں پائی جانے والی بہت سی کوتاہیوں کو بھی طشت ازبام کیا ہے دعا ہے کہ خدائے بزرگ وبرتر خود مؤلف کتاب جو جامعہ ضیاء العلوم کے حساس اور محنتی اساتذہ میں سے ایک ہیں، کو اس علمی ودینی کام کے صلہ میں اپنی رضا اور دارین کی سعادت نصیب فرمائے اور اس کتاب کو سب کیلئے نفع بخش اور کارآمد بنائے

دعاؤں کا طالب

(مولانا) غلام حیدر [illegible]

تقریظ

استاذ مکرم حضرت مولانا سہراب علی قاسمی صاحب دامت برکاتہم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ. امابعد!

اسلامی عبادات فرائض ہوں یا واجبات، سنن ہوں یا مستحبات، جس طرح اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو عملی جامہ پہنانے کی تعلیم ملتی ہے اسی طرح آپ سے ان اعمال کے سلسلے میں ترغیب وترہیب کی احادیث بھی منقول ہیں، چنانچہ محدثین نے احادیث کی کتابوں میں آداب الاعمال کے نام سے مستقل باب قائم کیا ہے جس میں طہارت سے لیکر جنازہ تک کے احکام وفضائل بیان کئے ہیں، چونکہ اس طرح کی اکثر کتب کی زبان عربی ہیں، ہم اہل ہند کی زبان سے مختلف ہے اس لئے عام اہل ہندان کتب سے کماحقہ استفادہ نہیں کر پاتے ہیں اسی طرح بہت سے اعمال ایسے ہیں جن کو کچھ لوگ سنت یا دین کا کام سمجھ کر کرتے ہیں حالانکہ وہ سنت یا دین کا کام نہیں بلکہ بدعت یا جہالت کے کام ہیں۔

اس مختصر رسالہ میں عزیز گرامی مولوی ''محمد انس رضا قاسمی'' بستوی نے کتاب وسنت کی روشنی میں عیادت اور جنازہ کے فضائل اور آداب کو بہت صاف اور شائستہ انداز میں جمع کیا ہے، اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ (آمین)

طالب دعا

(مولانا) سہراب علی قاسمی مڑلا مصر سدھارتھ نگر (یوپی)

آرگنائزر انجمن تعلیمات دین ضلع سدھارتھ نگر

۲۸ر فروری ۲۰۲۰ء بروز جمعۃ المبارک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم ضیائی قاسمی صاحب مدظلہ

مہتمم مدرسۃ التوحید جامع مسجد تھنہ منڈی ضلع راجوری (جموں وکشمیر)

اسلام مکمل ترین نظام زندگی اور ضابطہ حیات ہے اور دین مکمل مجموعے کا نام ہے، جزء نہیں بلکہ کل کا نام ہے، دین میں عقائد بھی ہیں اور اعمال بھی معاملات واخلاقیات کی درستگی کا حکم بھی ہے اور معشیت ومعاشرت کی پاکیزگی کے اصول بھی، حقوق اللہ کی تعیین بھی ہے اور حقوق العباد کی تلقین بھی، دنیاوی زندگی کی ہمہ جہت رہنمائی بھی ہے اور اخروی حالات کی آگاہی بھی، نیز یہ دین اسلام صبح قیامت تک حتمی آخری اور مکمل واکمل دین ہے جس کا بیان ''اَلْیَومَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ الخ ''میں ہے، مکمل ہونے کے یہ معنیٰ ہیں کہ اغراض ومقاصد اور اصول وضروریات کے مطابق ہر ایک چیز اتنی کامل اور کافی ہے کہ کسی اضافے کی قطعاً نہ گنجائش ہے، نہ ضرورت اور مکمل کرنے والی ذات عالی صفات رب ذوالجلال نے عمل کرنے والوں کی ہر ضرورت کا حل اس میں رکھ دیا ہے اگر کمی وکمزوری ہے تو عمل نہ کرنے والوں کی ہے۔

دین اسلام کی یہ تکمیل رب کریم کا سب سے بڑا انعام واکرام ہے جسے ''وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِی الخ ''سے یاددلایا گیا ہے مزید برآں دین اسلام پر ایمان ویقین کا عطا کرنا ایک احسان نہیں بلکہ احسانات کا مجموعہ ہے یعنی سچا دین عنایت فرما کر انسانی شکل وصورت عطا کی، اپنی ذات عالی کی پہچان وحدانیت کا شعور بخشا دنیا کی ہر گری پڑی چیز کی پوجا وپرستش

سے بچایا، زندگی کا مقصد بتلایا، انجام کی فکر دی، مرشد کامل سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک دامن پکڑایا، جہنم کے عذاب اور آخرت کی حسرت سے بچایا اور دارین کی نعمتوں کا مستحق بنا کر اعلان فرمایا ''وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا''

اس آیت کریمہ اور شریعت اسلامیہ کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم عقائد وعبادات کے علاوہ انفرادی واجتماعی زندگی کی تنگی وفراخی اور خوشی وغمی کے تمام مراحل ومواقع پر خود کفیل ہوں، خالص اسلامی تعلیمات، قرآنی رہنمائی اور دینی وشرعی اصول وحدود کے پابند ہوں، رسم ورواج اور بدعات وخرافات سے بیزاری کا اظہار برملا کریں، اور ہر حال میں کریں، اسی فکر وجذبہ کے تحت دنیاوی زندگی کے آخری پڑاؤ جنازہ وعیادت کے تعلق سے برادر مکرم مولانا ''محمد انس رضا قاسمی بستوی'' صاحب نے بڑی محنت وجانفشانی سے مذکورہ عنوان پر حوالہ جات کی رعایت کے ساتھ عام فہم اور مدلل انداز میں ضروری آداب وفضائل پر بڑی عمدگی کے ساتھ اس کتاب کو مرتب کیا ہے، کتاب کے مسودے کو پڑھنے کے بعد یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ان شاء اللہ آنمحترم کی یہ کاوش ایک اہم ضرورت کی تکمیل بھی ہے اور بے شمار غیر شرعی امور سے حفاظت کا نسخہ بھی، رب تعالیٰ اس کا افادہ عام فرما کر شرف قبولیت بخشے۔ آمین۔

عبدالرحیم ضیائی قاسمی

مدرسۃ التوحید جامع مسجد تھنہ منڈی راجوری

۷؍رجب المرجب ۱۴۴۱ھ

پیش لفظ

اللہ رب العزت جو اس جہاں اور اس میں موجود ہر شے کا خالق و مالک اور تنہا مختار کل و متصرف واحد ہے اس نے کائنات عالم کی ہر چیز کے لیے ایک ضابطہ مقرر فرما دیا کہ کوئی بھی چیز یہاں ہمیشہ نہ رہے گی، اور کسی بھی چیز کو یہاں دوام حاصل نہیں ہوگا، بلکہ یہاں کی ہر موجود شے کو اور ہر ہست کو ایک روز نیست کا سامنا کرنا ہی ہوگا اور اس جہاں سے مٹ جانا ہوگا، دنیا چونکہ خود ایک فانی اور غیر دائمی عالم ہے، اس لیے یہاں کی ہر چیز کو فنا ہے خواہ وہ ذی روح ہو یا غیر ذی روح و بے جان ہو، رب کائنات نے تمام کے مقدر میں فنا تحریر فرما دیا ہے، تمام مخلوقات شکست و ریخت سے ضرور دوچار ہوگی، صرف ایک ذات اللہ کی ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی جو واجب الوجود ہے اور جس کو عدم و نیست محال ہے، اسی کو دائمی بقا حاصل ہے، انسان جو اس کائنات اور دنیا کی تمام مخلوقات میں اشرف و افضل مخلوق ہے یہ بھی ایک دن موت کی آغوش میں چلا جائے گا، خالق کائنات، مالک الملک، احکم الحاکمین نے تمام ذی روح اشیاء کے موت کا وقت اور جگہ متعین فرمادی ہے جب وہ وقت آجاتا ہے تو پھر اس میں ایک گھڑی تقدیم و تاخیر نہیں ہوتی، خالق و مالک نے قرآن کریم کی زبانی یہ اعلان خود فرما دیا ہے: فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ (سورہ اعراف: آیت ۳۴)

اس دنیا میں کوئی بات اتنی یقینی و متفق علیہ نہیں ہے جتنی یقینی اور پکی بات یہ ہے کہ ہر انسان کو ایک دن مرنا ہے، سب باتوں کا لوگوں نے انکار کیا اور ان میں اختلاف کیا لیکن موت پر سب متفق ہوئے اور موت کا وقوع سب نے تسلیم کیا، موت ایک ایسی حقیقت و سچائی ہے جو تمام مذاہب و ملل اور جملہ اقوام عالم کے ہاں مسلم ہے، دنیا کا کوئی

بھی شخص خواہ وہ کافر ہو یا مسلمان، نیک ہو یا فاسق وفاجر حتی کہ دہریہ ہی کیوں نہ ہو موت کو یقینی مانتا ہے، آج تک اس کائنات میں کوئی ایسا انسان پیدا نہیں ہوا جس نے موت کے واقع نہ ہونے کا نظریہ پیش کیا ہو، اور اگر کوئی موت کے بارے میں شک وشبہ کرے بھی تو اسے بے وقوفوں کی فہرست میں شمار کیا جاتا ہے، بڑی سے بڑی مادی طاقتیں اور مشرق سے مغرب تک قائم ساری حکومتیں بھی موت کے سامنے عاجز وبے بس ہیں، آج جبکہ دنیا سائنس وٹیکنالوجی کے آسمانوں پر پہنچ رہی ہے، اس دورترقی میں بھی کوئی ایسا آلہ وذریعہ ایجاد نہ ہوسکا اور نہ آئندہ ہوگا کہ جو موت کی اس حقیقت کا انکار کرسکے یا اس سے بچنے کے لیے کوئی راہ ہموار کرسکے، واقعی موت دنیا کی سب سے بڑی سچائی ہے، موت ایک ایسی چیز ہے جو بندوں کو ہلاک کرنے، بچوں کو یتیم کرنے والی، عورتوں کو بیوہ بنانے والی، دنیاوی ظاہری سہاروں کو ختم کرنے والی، دلوں کو تھرانے والی، آنکھوں کو رلانے والی، بستیوں کو اجاڑنے والی، جماعتوں کو منتشر کرنے والی، لذتوں کو ختم کرنے والی اور امیدوں پر پانی پھیرنے والی ہے، موت نہ چھوٹوں پر شفقت کرتی ہے، نہ بڑوں کی تعظیم کرتی ہے، نہ دنیاوی چودھراہٹ سے ڈرتی ہے نہ بادشاہوں سے ان کے دربار میں حاضری کی اجازت لیتی ہے، موت آہنی دروازں والی مضبوط عمارتوں میں رہائش اختیار کرلینے سے بھی مجبور ہونے اور رکنے والی نہیں ہے اس کے لمبے ہاتھ ہر رکاوٹ کو پار کرتے ہوئے حکم الٰہی کی تعمیل کرتے ہیں، انسان کے ساتھ پیش آنے والے حادثات میں سے موت ایک ایسا حادثہ ہے کہ جس کے بعد نہ آنکھ دیکھ سکتی ہے نہ زبان بول سکتی ہے، نہ کان سن سکتے ہیں اور نہ ہاتھ پیر میں قوت گرفت باقی رہتی ہے، موت انسان کو دارفانی سے داربقا کی طرف پہنچادیتی ہے، موت پر انسان کے اعمال کا رجسٹر بند کردیا جاتا ہے، موت پر توبہ کا دروازہ بند اور جزاء سزا کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دنیا ایک مسافر خانہ ہے جہاں لوگ آتے اور کچھ دنوں عارضی قیام کے بعد کوچ کر جاتے ہیں، دنیا انسان کے لیے وطن اقامت کی حیثیت رکھتی ہے کہ موت پر جس کی مدت اقامت ختم ہو جاتی ہے، اور جنت مسلمان کے لیے وطن اصلی ہے جہاں سے کبھی اسے نکالا نہیں جائے گا، انسان اس دنیا میں ہر سال ہر ماہ ہر دن بلکہ ہر گھنٹہ و ہر ساعت موت سے قریب اور دنیا سے دور ہو رہا ہے، وہ اس دنیا میں خواہ کتنا بھی جی لے بالاخر ایک دن اسے جانا ہے اور دنیا چھوڑنی ہے، دنیا اگر آج ہری بھری نظر آتی ہے تو کل اس کا نام ونشاں بھی نہیں ہوگا، اللہ رب العزت نے دنیاوی زندگی کو اس طرح بیان فرمایا ہے: اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ (الحدید: ۲۰)

جان لو بیشک دنیا کی زندگی کھیل کود ایک ظاہری زینت اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا اور اموال اور اولاد ایک دوسرے سے زیادہ بتلانا ہے، جیسے مینہ کہ اس کی پیدا وار کاشتکاروں کو اچھی معلوم ہوتی ہے پھر وہ خشک ہو جاتی سو تو اس کو زرد دیکھتا ہے پھر چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت بھول جاتا ہے اور آخرت کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ اس میں عذاب شدید ہے اور اللہ تعالی کی طرف سے مغفرت اور رضامندی ہے، اور دنیاوی زندگی محض دھوکے کا سامان ہے۔

قران کریم میں دوسری جگہ دنیا کی بے ثباتی اور اس کے عاضی ہونے کو اس طرح بیان کیا ہے: وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ الرِّيَاحُ (کھف: ۴۵)

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان لوگوں سے دنیوی زندگی کی حالت بیان فرمائیے کہ وہ ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی برسایا ہو پھر اس کے ذریعہ زمین کی نباتات خوب گنجان ہوگئی ہوں پھر وہ ریزہ ریزہ ہوجائے کہ اس کو ہوا اڑائے پھرتی ہو۔

واقعی دنیا کی حقیقت اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے کہ یہ زندگی بہت محدود، عارضی اور چند دن کے کھیل تماشے کا نام ہے، پھر آخرت آنی ہے اور پھر یہ بھی کسی انسان کو معلوم نہیں کہ اس کی موت کب کہاں اور کس عنوان سے آنے والی ہے، ہر انسان اس دنیا سے ایک دن رخصت ہوکر اپنے رب کے حضور حاضر ہوگا، جہاں دنیا میں کیے گیے تمام اعمال اس کے سامنے کیے جائیں گے اور اس کے پل پل کا حساب ہوگا، اسلام چونکہ دین فطرت ہے جس میں انسان کی پیدائش سے لیکر موت بلکہ بعد الموت تک کے لیے بھی احکام وہدایات موجود ہیں، اسلام میں موت وحیات اور حیات بعد الممات کا تذکرہ بہت تفصیل اور وضاحت کے ساتھ کیا گیا ہے۔

موت اور قبل الموت وبعد الموت سے متعلق اسلامی ہدایات اور نبوی تعلیمات کو ہر دور کے علماء نے امت کے سامنے سہل ترین اور آسان صورت میں پیش کرنے کی کوششیں کی ہیں، اور آج تک ان ہادیان قوم اور رہبران ملت کی اس باب میں کاوشیں موجود ومحفوظ ہیں، ہمارے محترم مولانا محمد انس صاحب قاسمی بستوی زید مجدہ جو جامعہ ضیاء العلوم پونچھ کے شعبہ کمپوٹر کے استاذ ہیں اور ایک عرصہ سے حدیث کی ایک اہم کتاب ''مشکاۃ المصابیح'' ان سے متعلق ہے جو ایک فعال اور نہایت خیر خواہانہ جذبہ کے مالک ہیں، انہوں نے بھی اس موضوع پر ایک کامیاب اور منفرد انداز کی کوشش کی ہے جس میں عیادت، موت، مرض الموت اور مابعد الموت کے جملہ احکام اور تعلیمات اسلام کو خوش اسلوبی سے جمع کیا ہے اور میت سے متعلق مسائل کا ایک اہم مرقع بنام

''فضائل وآدابِ عیادت وجنازہ'' تیار کر دیا ہے جس میں ہر مسئلہ حدیث نبوی (علی صاحبہا الف الف تحیہ) سے مویدومدلل ہے، یہ جامع گلدستہ گلشن رسالت ونبوت کے سینکڑوں پھولوں سے معطر ومنور ہے، کتاب ہذا جہاں ذخیرہ احادیث میں سے ایک اہم انتخاب ہے وہیں مسائل تجہیز وتکفین کا ایک کامل مجموعہ بھی ہے، راقم الحروف نے مکمل کتاب کا مطالعہ کیا، کتاب بہت مفید اور کارآمد ہونے کے ساتھ ساتھ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے ایک انمول تحفہ ہے، ویسے میرا تو اس میں کچھ لکھنا کوئی معنی نہیں رکھتا اور نہ ہی میں اس کا اہل ہوں تاہم مولانا کی خوش فہمی اوران کے حسن اور تعمیل حکم میں یہ چند کلمات سپرد قرطاس کردیے ہیں، اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعاء وامید ہے کہ اس کتاب کو قبول عام وتام نصیب ہو، اور حضرت مؤلف کومزید دینی وعلمی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد اقبال قاسمی
جامعہ ضیاء العلوم پونچھ (جموں کشمیر)
۲۸/ جمادی الاخری ۱۴۴۱ھ

شریعت مقدسہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی أَشْرَفِ الْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ أَجْمَعِیْنَ .

قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ وَالآخِرَۃُ خَیْرٌ لِمَنِ التَّقٰی" آپ ﷺ کہہ دیجئے، دنیا کا فائدہ تھوڑا سا ہے اور آخرت ان کے لئے بہتر ہے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا" [النساء:۷۷]﴾ ﴿وَقَالَ: وَمَا الْحَیَاۃُ الدُّنْیَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ: "اور فرمایا: نہیں ہے دنیا کی زندگی مگر دھوکے کا سامان" [آل عمران:۱۸۵]﴾ ﴿وَقَالَ فِیْمَنْ لَمْ تُحْمَدْ فِعَالُھُمْ، ذَرْھُمْ یَاکُلُوْا وَیَتَمَتَّعُوْا وَیُلْھِھِمُ الاَمَلُ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ: "اوران لوگوں کے متعلق فرمایا ان کے اعمال حمیدہ نہیں، انہیں چھوڑیں تا کہ وہ کھائیں پئیں اور فائدہ حاصل کریں اور انہیں ان کی امیدیں غافل کردیں، عنقریب وہ جان لیں گے" [الحجر:۳]﴾ ﴿وَقَالَ: وَاتَّقُوْا یومًا تُرْجَعُوْنَ فِیْہِ اِلَی اللّٰہِ: "اور یہ بھی فرمایا اور اس دن سے ڈر جاؤ جس میں تم اس اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے" [البقرۃ:۲۸۱]﴾ ﴿وَقَالَ: یَوْمَ تَجِدُ کُلُّ نَفْسٍ مَّاعَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَراً: "اور یہ بھی فرمایا: ان دن ہر جان پالے گی جو اس نے کمایا ہوگا نیکی میں سے اپنے سامنے" [آل عمران:۳۰])امابعد!

اسلامی شریعت میں اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ عمدہ سلوک اور احسانات اور ہر قسم کی مراعات کو دین کا ایک جز قرار دیا گیا ہے اور شریعت نہیں چاہتی کہ اس دینی اخوت اور محبت کا سلسلہ موت سے منقطع ہو جائے، اسی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کوئی مسلمان بیمار ہوتا تو اس کی عیادت خبر خیرت کے

لئے مریض کے پاس جاتے مریض کی دلجوئی فرماتے، نیز مریض کی جائز خواہش کو پوری فرماتے اوراس کے لئے صحت یابی کی دعا فرماتے تھے،اور جب مسلمان دنیا سے انتقال کرتا تواس کے ساتھ بہت احسان کا معاملہ کرتے اور جو چیزیں اس کے لئے قبر اور قیامت میں مفید ہوتیں ان کی کوشش فرماتے اوراس کے اعزاوا قارب سے بھی حسن سلوک کرتے، یہی سبب ہے کہ جنازے کی نماز جو درحقیقت میت کے لئے دعائے مغفرت ہے، مسلمانوں پر خدا کی طرف سے فرض کردی گئی ہے اوراس کو پاک وصاف کرکے عمدہ اہتمام سے آخری منزل تک پہنچا دینا ایک امر لازم کردیا گیا، یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مرض الوفات سے لیکر موت تک بلکہ موت کے بعد بھی میت کے حقوق کی جو رعایت اسلام میں کی گئی ہے، کسی دوسرے مذہب میں اس کی مثال نہیں اگر کسی کی چشم بصیرت روشن ہوتو اس کے لئے اس سلسلہ میں اسلامی تعلیمات وہدایات نہایت واضح ،قابل قدر اور قابل عمل ہیں۔

عیادت

بیمار پرسی کرنا، مریض کوتسلی دینا اور ہمدردی ظاہر کرنا اسلام میں اونچے درجہ کا نیک عمل اور مقبول ترین عبادت ہے اوراس کی وجہ یہ کہ سوسائٹی میں جذبہ الفت اس وقت پیدا ہوتا ہے جب حاجت مندوں کی معاونت کی جائے، اور جو کام معاشرتی زندگی کوسنوارتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اور عیادت رشتۂ الفت قائم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے، جب کوئی شخص اپنے دوستوں میں بیمار ہوتواس کو دیکھنے جانا اور

اس کے حالات کو دریافت کرنا اسی کو ''عیادت'' کہتے ہیں، اور اگر اس کے اعزا وغیرہ میں کوئی اس کی خبر گیری کرنے والا نہ ہو تو ایسی حالت میں اس کی تیمار داری عام مسلمانوں پر جن کو اس کی حالت معلوم ہو فرض کفایہ ہو جاتی ہے۔

عیادت (خیر خبر لینے اور حال پوچھنے) کے لئے بیمار کے پاس جانا اسلامی اخوت اور انسانی تعلق و ہمدردی کو ظاہر کرتا ہے اور اس سے بیمار کا دل بہلتا ہے، وہ اپنی تکلیف میں کمی محسوس کرتا ہے اور صحت و بقائے عمر کے لئے اس کی امید بندھتی ہے، لہٰذا عیادت کا یہ نیک عمل یوں تو بار بار کیا جانا چاہئے، لیکن کسی مریض کے حوالہ سے اگر ایسا ممکن اور آسان نہ ہو تو کم از کم ایک بار ضرور اس کی عیادت کو جانا چاہئے۔

مریض کی عیادت و تسلی اور اس کی ہمدردی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونچے درجے کا نیک عمل اور ایک طرح کی مقبول ترین عبادت بتلایا ہے اور مختلف طریقوں سے اس کی ترغیب دی ہے، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور اور معمول بھی تھا کہ مریضوں کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے تھے ان سے ایسی باتیں کرتے جن سے ان کو تسلی ہوتی اور ان کا غم ہلکا ہوتا، اللہ کا نام اور اس کا کلام پڑھ کر ان پر دم بھی فرماتے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین فرماتے۔

شریعت اسلامیہ نے مسلمانوں کے بہت سارے حقوق شمار کرائیں ہیں ان حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان بھائی بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کے لئے جائے، بیمار کی خیر خبر لینے اور اس کی تسلی و تشفی کے لئے اس کے پاس جائے اور اس کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرے۔ (مظاہر حق جدید: ۳۹۰/۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ”قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّ السَّلَامِ وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَاِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ“ (بخاری شریف:۱/۲۵۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان پر مسلمان کے پانچ حق ہیں (۱) سلام کا جواب دینا (۲) بیمار کا حال پوچھنا (۳) جنازہ کے ساتھ چلنا (۴) دعوت (بلاوے) کا قبول کرنا (۵) چھینکنے والا کا جواب دینا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اَطْعِمُوْا الْجَائِعَ وَعُوْدُوا الْمَرِيْضَ وَفُكُّو الْعَانِيَ“۔ (بخاری شریف:۲/۱۲۵۰)

کہ بھوکے کو کھانا کھلاؤ، بیمار کی عیادت کرو، قیدی کو رہا کرو۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ مریض کی عیادت یعنی بیمار کا حال پوچھنا، بیمار کی خبر لینا اس صورت میں سنت ہے جب وہ بیمار اکیلا نہ ہو بلکہ اس کا خبر کوئی رکھنے والا ہو، اور اس صورت میں واجب ہے جب اس بیمار کا کوئی خبر گیرا نہ ہو۔

علامہ ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ بار بار عیادت سنت ہے، اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی بیماری میں ان کا خیمہ مسجد میں لگوادیا تھا تا کہ لوگ سہولت کے ساتھ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی عیادت کرسکیں۔ نیز عیادت ہر بیماری کے لئے ہوتی ہے چاہے مرض ہلکا ہو یا مرض بھاری ہو۔ (مظاہر حق جدید:۲/۳۸۹)

مریض کو عیادت سے فائدہ ہوتا ہے

ہر وہ شخص جو کبھی بیماری اور پریشانی سے دوچار ہوا ہو، وہ یہ بات بہ خوبی جانتا ہے کہ مریض ہمیشہ اس بات کا طلب گار رہتا ہے کہ اس کی دلجوئی کی جائے، کوئی ہو جو اس کے پاس آکر بیٹھے، اس سے باتیں کرے، اس کا حال پوچھے، اس کی تیمار داری کرے، سیدنا قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بڑے مشہور صحابی ہیں، ان کا گھرانہ بڑا سخی تھا، اللہ نے انہیں خوب نوازا تھا، بنو خزرج کے اس سردار ابن سردار سے بہت سے لوگ قرض لے جاتے تھے، ضرورت مند لوگ قرض لے تو لیتے ہیں؟ مگر اس کی واپسی اتنی آسان نہیں ہوتی، ایک مرتبہ قیس بن سعد رضی اللہ عنہ بیمار ہوگئے، اب وہ اس انتظار میں ہیں کہ لوگ ان کی تیمارداری کے لئے آئیں، مگر بنو خزرج کے اس سردار کا گھر مہمانوں سے خالی ہے، بیوی سے پوچھا: میں بیمار ہوں کیا وجہ ہے کہ لوگ میری تیمارداری کے لئے نہیں آئے؟ بیوی کہنے لگی، آپ کو معلوم ہے، ان کے وعدے گذر چکے ہیں مگر وہ قرض واپس نہیں کرسکے، وہ آپ سے شرمندہ ہیں اور آپ کا سامنا کرنے سے کتراتے ہیں، قیس کہنے لگے، اچھا! تو یہ بات ہے کہ لوگ قرض واپس نہ کرسکنے کی وجہ سے میری تیمارداری کے لئے نہیں آئے، کہنے لگے برا ہو، ایسے مال کا! جو لوگوں کو میری تیمارداری سے روک رہا ہے، منادی کرنے والے کو بلایا، اس سے کہا جاؤ! مدینہ کے بازاروں میں اعلان کردو کہ جو کوئی قیس بن سعد کا مقروض ہے، قیس کی طرف سے اعلان ہے کہ اس کا قرض معاف کیا جاتا ہے، اعلان کرنے کی دیر تھی کہ لوگ اتنی کثرت سے ان کے گھر تیمارداری کے لئے آتے گئے کہ گھر کے دروازے کی دہلیز ٹوٹنے کے قریب ہوگئی۔

غیر مسلم کی عیادت

غیر مسلم کی بھی عیادت جائز ہے چنانچہ متعدد روایات سے ثابت ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی لڑکے کی عیادت کو تشریف لے گئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ’’کَانَ غُلَامٌ یَّهُوْدِیٌّ یَخْدِمُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ فَاَتَاهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُهٗ فَقَعَدَ عِنْدَ رَاْسِهٖ فَقَالَ لَهٗ اَسْلِمْ فَنَظَرَ اِلٰی اَبِیْهِ وَهُوَ عِنْدَهٗ فَقَالَ اَطِعْ اَبَاالْقَاسِمِ فَاَسْلَمَ فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْقَذَهٗ مِنَ النَّارِ‘‘ (بخاری شریف:۱/۱۷۷)

ایک یہودی بچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ بیمار پڑا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حال پوچھنے کے لئے اس کے پاس تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سر کے پاس بیٹھے اور (پہلے اس کا حال پوچھا اور اس کو تسلی، دلاسہ دیا پھر) فرمایا کہ تم مسلمان ہو جاؤ، اس بچہ نے یہ سن کر اپنے باپ کی طرف دیکھا جو وہیں اس کے پاس موجود تھا، باپ نے کہا ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات مان لو، چنانچہ وہ بچہ مسلمان ہو گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہوئے (اس کے گھر سے) نکلے کہ حمد وثنا اس اللہ کی جس نے اس بچہ کو (قبول اسلام کے ذریعہ) آگ سے بچالیا۔

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ بعض غیر مسلم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خادمانہ تعلق رکھتے تھے، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم غیر مسلموں کی بھی عیادت فرماتے تھے، تیسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ جن غیر مسلموں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ قریب ہونے کا موقع ملتا تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنے متاثر ہوتے تھے کہ اپنی اولاد کے لئے اسلام قبول کرنا بہتر اور بھلائی کا وسیلہ سمجھتے تھے۔ (فیض مشکوۃ:۳۳۱/۳)

عیادت کی اہمیت وفضیلت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا: جو شخص اچھی طرح وضو کرنے کے بعد اپنے مسلمان بھائی کی عیادت محض ثواب کی نیت سے کرے وہ جہنم سے ساٹھ سال کی مسافت کے بقدر دور کر دیا جاتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ”سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَامِنْ مُّسْلِمٍ يَّعُوْدُ مُسْلِمًا غُدْوَةً اِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُمْسِيَ وَاِنْ عَادَهٗ عَشِيَّةً اِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُصْبِحَ وَكَانَ لَهٗ خَرِيْفٌ فِي الْجَنَّةِ (ترمذی شریف:۱۹۱/۱)

میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان صبح کے وقت کسی مسلمان کی عیادت کرتا ہے ستر ہزار فرشتے اس کے لئے مصروف دعاء رہتے ہیں، اگر شام کے وقت عیادت کرتا ہے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعاء کرتے ہیں اور اس کے لئے جنت میں ایک باغ مقرر کیا جاتا ہے۔

موت یا ایسے ہی کسی اور شدید حادثہ کے وقت مصیبت زدہ کو تسلی دینا اور اس

کے ساتھ اظہار ہمدردی اور اس کا غم ہلکا کرنے کی کوشش کرنا بلاشبہ مکارم اخلاق میں سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اس کا اہتمام فرماتے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے، چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ''قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَزّٰى مُصَابًا فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی مصیبت زدہ کو تسلی دی، اس کو صبر کی تلقین کی، تو اس کو اسی مصیبت زدہ کے جیسا ثواب ملتا ہے۔

مصیبت زدہ کو صبر کی تلقین کرنا اور تسلی دینا خواہ زبانی ہو (کہ اس کے پاس جائے اور تسلی دے) خواہ خط وغیرہ لکھنے، یا پیام رسانی کے کسی اور ذریعہ، کی صورت میں ہو، تو اس کو ویسا ہی ثواب ملے گا جیسا کہ مصیبت زدہ کو صبر کرنے پر حاصل ہوگا، حدیث شریف میں ہے ''اَلدَّالُ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ'' یعنی اچھی بات کا رستہ بتانے والے کو اس رستہ پر چلنے والے کے جیسا ثواب ملتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُولُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَا ابْنَ آدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِيْ قَالَ يَارِبِّ كَيْفَ اَعُوْدُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِيْ فُلَانًا مَّرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ عُدْتَّهٗ لَوَجَدْتَّنِيْ عِنْدَهٗ. (ماخوذ مشکوۃ شریف: ۱۳۳)

اللہ تعالیٰ قیامت کے روز (بندے سے) فرمائے گا، اے ابن آدم! میں بیمار ہوا اور تو نے مجھ کو پوچھا نہیں، بندہ کہے گا، اے میرے رب! میں تجھ کو کس طرح پوچھتا تو تو سارے جہانوں کا مالک و پالن ہار ہے (اور بیماری سے پاک ومنزہ) اللہ

تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا اور تو نے اس کی عیادت نہ کی، کیا تیرے علم میں نہ تھا کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھ کو (یعنی میری رضا وخوشنودی کو) اس کے پاس پاتا۔

اللہ تعالیٰ نے مریض کی عیادت کرنے کی نسبت تو یوں فرمایا کہ اگر تو عیادت کرتا تو مجھ کو اس کے نزدیک پاتا، جبکہ کھلانے اور پلانے کے حق میں اس طرح فرمایا کہ اس کے ثواب کو میرے پاس پاتا، ان دونوں اسلوب میں باریک فرق ہے جو اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ مریض کی عیادت کرنا (مسکین وحاجت مند کو) کھلانے پلانے سے افضل اور زیادہ اہم ہے۔ (مظاہر حق جدید: ۳۹۴/۲)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ''سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَامِنْ مُسْلِمٍ يَعُوْدُ مُسْلِمًا غُدْوَةً اِلَّا صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُمْسِيَ وَاِنْ عَادَهٗ عَشِيَّةً اِلَّا صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُصْبِحَ وَكَانَ لَهٗ خَرِيْفٌ فِي الْجَنَّةِ. (ابوداؤد: ۴۴۲/۲)

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا جو مسلمان کسی مسلمان کی صبح کے وقت عیادت کرتا ہے، تو شام ہونے تک ستر ہزار فرشتے اس پر رحمتیں بھیجتے رہتے ہیں اور اگر وہ شام کے وقت اس کی عیادت کرتا ہے تو صبح ہونے تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں ایک باغ تیار کر دیا جاتا ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ''قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُسْلِمَ اِذَا عَادَ اَخَاہُ الْمُسْلِمَ لَمْ یَزَلْ فِی خُرْفَۃِ الْجَنَّۃِ حَتّٰی یَرْجِعَ'' (رواہ مسلم:۲/۳۱۷)

رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے ارشاد فرمایا بیشک ایک مسلمان جب اپنے بیمار مسلمان بھائی کی بیمار پرسی کرتا تو (گویا) وہ اس وقت تک جنت میں میوہ خوری میں رہتا ہے جب تک کہ واپس نہ لوٹ آئے۔

مطلب یہ ہوتا ہے کہ بیمار پرسی کرنے والا اپنی سعی وجدوجہد اور اللہ کے فضل کی بدولت جنت کا مستحق ہوجاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ''قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ عَادَ مَرِیْضًا نَادیٰ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاکَ وَتَبَوَّأتَ مِنَ الْجَنَّۃِ مَنْزِلاً'' (ابن ماجہ شریف:۱۰۴، فی ثواب من عاد مریضا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس بندے نے کسی مریض کی عیادت کی تو اللہ کا منادی آسمان سے پکارتا ہے کہ تو مبارک، اور عیادت کے لئے تیرا چلنا مبارک اور تو نے یہ عمل کر کے جنت میں اپنا گھر بنالیا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں ''قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ عَادَ مَرِیْضًا لَمْ یَزَلْ یَخُوْضُ الرَّحْمَۃَ حَتّٰی یَجْلِسَ فَاِذَا جَلَسَ اغْتَمَسَ فِیْھَا۔ (مؤطا امام مالکؒ:۳۸۱، باب عیادۃ المریض)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے مریض کی عیادت کی تو وہ (بہ نیتِ عیادت اپنے گھر سے نکلتے ہی) دریائے رحمت میں گھستا چلا جاتا ہے جب تک اس مریض کے پاس نہ بیٹھ جائے، پھر جب مریض کے پاس بیٹھ جاتا ہے (اور اس کی عیادت میں مصروف ہوتا ہے) تو دریائے رحمت میں پوری طرح ڈوب جاتا ہے۔

مریض کی عیادت کی نیت سے گھر سے نکلنا ہی باعث ثواب اور رحمت خداوندی کا ذریعہ ہے اور جب انسان مریض کی عیادت میں مصروف ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت پورے طور پر اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ (فیض مشکوٰۃ:۳۳۶/۳)

ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰؓ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لئے آئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا عیادت کی نیت سے آئے ہو یا ملاقات کے لئے آئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ امیر المؤمنین میں تو عیادت کی نیت سے آیا ہوں حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب کوئی شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو صبح سے شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے ایک خریف بنا دیتا ہے، ہم نے عرض کیا اے امیر المؤمنین! خریف سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے فرمایا وہ نہر جس سے باغات سیراب ہوں۔ (مسند امام احمدؒ)

عیادت کے آداب اور مریض کے لئے دعاء

عیادت کے آداب میں ہے کہ وضو کر کے محض ثواب اور حق تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جائے اور جب بیمار کے پاس پہنچے تو اس کا حال پوچھے اور اس کی

تسکین کرے اور اس کو تسلی دے اور اس کو صحت کا امیدوار کرے اور بیمار کے جو جو فضائل اور ثواب حدیث میں وارد ہوئے ہیں اس کو سنائے اور اس کے لئے دعائے صحت کرے اور اپنے لئے بھی اس سے دعاء کی درخواست کرے اور بیمار کے پاس زیادہ دیر تک نہ بیٹھے، ہاں اگر بیمار اس کے بیٹھنے سے خوش ہوتا ہو تو زیادہ دیر بیٹھنا بہتر ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن رات تمام اوقات (حسب ضرورت) مریضوں کی عیادت فرماتے، مریض کی عیادت کے لئے کوئی دن یا وقت مقرر نہیں فرماتے تھے۔(احکام میت:۲۱)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "مِنَ السُّنَّةِ تَخْفِيفُ الْجُلُوسِ وَقِلَّتُ الصَّخَبِ فِي ا لْعِيَادَةِ عَنِ الْمَرِيْضِ. (مشکوٰۃ:۱۳۸، باب عیادۃ المریض)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ عیادت کے وقت مریض کے پاس کم بیٹھنا اور شور وغل نہ مچانا سنت ہے۔

آداب عیادت میں سے ہے کہ مریض کے پاس زیادہ دیر تک نہ بیٹھا جائے اگر کسی کے سلسلہ میں خود مریض کی خواہش ہے کہ وہ دیر تک بیٹھے تو اس کے بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ مریض کی دلداری کے خاطر اس کے لئے زیادہ دیر تک بیٹھنا ہی بہتر ہے۔(مظاہر حق جدید:۲/۴۲۷)

حضرت حسن بصریؒ کی عیادت کے لئے ایک صاحب تشریف لائے کافی دیر گذرنے کے بعد بھی جب وہ اٹھے نہیں تو حضرت حسن بصریؒ نے اشارہ میں بتایا کہ آپ تشریف لے جائیں مجھے گھر والوں کی ضرورت ہے، لیکن وہ صاحب سمجھ نہیں سکے تو حضرت حسن بصریؒ نے صراحتاً کہا کہ بعض لوگ عیادت کے لئے آتے ہیں تو

جانے کا نام نہیں لیتے ہیں وہ صاحب پھر بھی نہیں سمجھے کہ ان ہی سے اٹھنے کے لئے کہا جارہا ہے، چنانچہ کہتے ہیں کہ حضرت اندر سے کنڈی لگادوں؟ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اندر سے نہیں باہر سے کنڈی لگادو مطلب یہ ہے کہ دیر تک مریض کے پاس بیٹھ کر اس کو اکتاہٹ میں مبتلا نہ کرنا چاہئے۔(فیض مشکوٰۃ:۳/۳۴۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''قَالَ رَسُولُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعِيَادَةُ فُوَاقُ نَاقَةٍ وَفِي رِوَايَةِ سَعِيدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ مُرْسَلاً اَفْضَلُ الْعِيَادَةِ سُرْعَةُ الْقِيَامِ. (مشکوٰۃ شریف:۱۳۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عیادت کا بہترین وقفہ اتنا ہے جتنا کہ دو مرتبہ اونٹنی کا دودھ دوہنے کے درمیان کا وقفہ ہے، حضرت سعید بن المسیبؒ بطریق ارسال نقل کرتے ہیں کہ سب سے بہتر عیادت وہ ہے جس میں جلد واپسی ہوجائے۔

بسا اوقات عیادت کرنے والوں کی طویل نشست سے مریض کو سخت اذیت ہوتی ہے، لیکن وہ آنے والے کی رعایت میں زبان سے کچھ کہہ نہیں پاتا ہے، لہٰذا عیادت کرنے والے کو خود اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ تھوڑی دیر بیٹھ کر واپس ہوجائے یہی بہترین عیادت ہے۔

ایک صاحب کے بارے میں منقول ہے کہ حضرت سری سقطیؒ (صوفیا میں مشہور بزرگ ہیں آپ کا پورا نام ابوالحسن بن مناس ہے، آپ حضرت جنید بغدادیؒ کے ماموں بھی تھے اور مرشد بھی تھے، اسی لئے وہ اپنی خواہش کے مطابق سری السقطیؒ کے مقبرے ہی میں مدفون ہیں) کے مرض وفات میں ہم ان کی عیادت کو گئے، اور

بہت دیر تک ان کے پاس بیٹھے رہے، اس وقت وہ پیٹ کے درد سے بے چین تھے، ہم نے ان سے درخواست کی کہ ہمارے لئے دعا کیجئے تو انہوں نے یوں دعا کی اے اللہ ان کو عیادت کا طریقہ وادب سکھا، اس طرح انہوں نے گویا یہ تعلیم دی کہ عیادت کرنے والا بیمار کے پاس زیادہ دیر نہ ٹھہرے۔ (مظاہر حق جدید:۴۲۹/۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ''قَالَ رَسُولُ اللّٰہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَادَخَلْتُمْ عَلَی الْمَرِیْضِ فَنَفِّسُوْا لَہٗ فِی اَجَلِہٖ فَاِنَّ ذٰالِکَ لَایَرُدُّشَیْئاً وَیُطِیْبُ بِنَفْسِہٖ. (ترمذی شریف:۲۹/۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو اس کی عمر کے بارے میں اس کے دل کو خوش کرو (یعنی اس کی عمر اور زندگی کے بارے میں خوش کن اور اطمینان بخش باتیں کرو، مثلا مریض سے کہو یہ تمہاری حالت بہتر ہے، ان شاء اللہ تم جلد ہی تندرست ہو جاؤ گے) اس طرح کی باتیں کسی ہونے والی چیز کو روک تو نہیں سکیں گی (جو ہونے والا ہے وہی ہوگا) لیکن اس سے اس کا دل خوش ہوگا، اور یہی عیادت کا مقصد ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں میں بیمار ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کو تشریف لے جاتے اور بیمار کے سرہانے بیٹھ جاتے اور اس کا حال پوچھتے اور فرماتے تم کو اپنی طبیعت کیسی معلوم ہوتی ہے اور تمہارا دل کس چیز کو چاہتا ہے، اگر کسی چیز کو وہ خواہش کرتا اور وہ اس کے لئے مضر نہ ہوتی تو اس کے دینے کا حکم فرماتے اور اپنے سیدھے ہاتھ کو بدن پر رکھ کر اس کے لئے دعا فرماتے۔ (علم الفقہ :۳۳۶/۲)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ’’کَانَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَکیٰ مِنَّا اِنْسَانٌ مَسَحَہٗ بِیَمِیْنِہٖ ثُمَّ قَالَ اَذْھِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِی لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَائُکَ شِفَاءً لَّایُغَادِرُ سَقَمًا. (بخاری شریف:۸۵۵/۲، باب رقیۃ النبیؐ)

جب ہم میں سے کوئی آدمی بیمار ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (عیادت کے لئے تشریف فرما ہوتے تو) اس پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرتے اور فرماتے: ’’اَذْھِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِی لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَائُکَ شِفَاءً لَّایُغَادِرُ سَقَمًا‘‘ (ترجمہ: اے تمام لوگوں کے پروردگار! بیماری کو دور کردے، شفا عطا فرمادے، تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری شفا کے علاوہ کوئی شفا نہیں ایسی شفاء عطا فرما جو کسی بیماری کو باقی نہ رہنے دے۔

بیمار پرسی کرنیوالے کیلئے، اسی طرح اس شخص کیلئے بھی جس کی خدمت میں مریض لایا جائے مستحب ہے، کہ مریض کے حق میں بیماری سے شفایابی کی دعا کرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی معمول تھا، کہ مریض کے حق میں اللہ تعالیٰ سے بیماری سے بہت جلد شفایابی کے لئے جامع الفاظ میں دعا مانگتے تھے۔ (فیض مشکوۃ:۳۰۴/۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ’’اَنَّ جِبْرَئِیْلَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اشْتَکَیْتَ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ مِنْ کُلِّ شَیءٍ یُّوْذِیْکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ نَفْسٍ اَوْعَیْنِ حَاسِدٍ اَللّٰہُ یَشْفِیْکَ بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ. (مسلم شریف:۲۱۹/۲، کتاب السلام)

جبرائیل امین حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور انہوں نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ بیمار ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاہاں میں بیمار ہوں، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ: ''بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ مِنْ کُلِّ شَیْئٍ یُّوْذِیْکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ نَفْسٍ اَوْعَیْنِ حَاسِدٍ اَللّٰہُ یَشْفِیْکَ بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ'' (ترجمہ: اللہ کے نام سے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دم کرتا ہوں ہر اس چیز سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دے رہی ہے، ہر نفس کے شر سے یا حسد کرنے والی آنکھ کے شر سے، اللہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شفاء دے، میں اللہ کے نام سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر دم کرتا ہوں)۔

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ بیمار کی مزاج پرسی کرنا چاہئے، اور اگر مریض کے مرض کے علاج کے لئے کوئی روحانی علاج معلوم ہے تو حتی الامکان اس مرض کو دور کرنے میں تعاون کرنا چاہئے، دم کرنا آتا ہے تو پاکیزہ کلمات پڑھ کر دم بھی کرنا چاہئے۔ (فیض مشکوٰۃ:۳/۳۰۷)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی میت کے گھر جاؤ تو وہاں جا کر اچھی ہی بات زبان سے نکالو، اس لئے کہ اس وقت وہاں پر فرشتے موجود ہوتے ہیں اور جو کچھ تم کہتے ہو اس پر وہ آمین کہتے ہیں، لہٰذا وہاں جا کر احتیاط سے بولنا چاہئے، ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میرے سابق شوہر ابوسلمہ کا انتقال ہوا تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! اب میں کیا پڑھوں؟ تو آپ نے

فرمایا یہ پڑھو ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَاعْقِبْنَا عُقْبٰی صَالِحَةً'' اے اللہ ان کی مغفرت فرما اور مجھے ان کا نعم البدل عطا فرما، وہ کہتی ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کا نعم البدل کے طور پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عطا فرمایا۔ (الدر دالمنضو د:۲۱۷)

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جبکہ مکہ میں تھا بیمار ہوگیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لئے تشریف لائے اور میری پیشانی پر اپنا دست مبارک رکھا اور سینہ اور پیٹ پر بھی پھیرا اور یہ دعا دی ''اَللّٰھُمَّ اشْفِ سَعْداً، اَللّٰھُمَّ اشْفِ سَعْداً، اَللّٰھُمَّ اشْفِ سَعْداً'' (ترجمہ: اے اللہ صحت دے سعد کو اے اللہ صحت دے سعد کو اے اللہ صحت دے سعد کو)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حق میں قبول ہوئی اور وہ شفایاب ہوئے اور اسلام کی بہت خدمت کی، کچھ عرصہ کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا مدینہ منورہ ۵۵ھ میں وصال ہوگیا۔ (الدر المنضو د:۵/۲۱۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مریض کے قریب تشریف لے جاتے اور اس کے سرہانے بیٹھتے، اس کا حال دریافت کرتے اور پوچھتے طبیعت کیسی ہے؟ (احکام میت:۲۱)

مریض کی خواہش پوری کرنا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لئے تشریف لے جاتے تو بیمار کی پیشانی اور نبض پر ہاتھ رکھتے اور مریض کیلئے دعا فرماتے، اور اگر وہ کچھ مانگتا تو اس کے لئے وہ چیز منگواتے اور فرماتے مریض جو مانگے وہ اس کو دو، بشرطیکہ مضر نہ ہو۔ (احکام میت:۲۱)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ''اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَادَ رَجُلاً فَقَالَ لَہٗ مَاتَشْتَہِی قَالَ اَشْتَہِی خُبْزَبُرٍّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ عِنْدَہٗ خُبْزُ بُرٍّ فَلْیَبْعَثْ اِلٰی اَخِیْہِ ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَہِی مَرِیْضُ اَحَدِکُمْ شَیْئًا فَلْیُطْعِمْہُ. (ابن ماجہ شریف:۱۰۴/ باب عیادۃ المریض)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کی عیادت کے لئے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کیا چیز کھانے کو تمہارا جی چاہتا ہے؟ اس شخص نے کہا: میرا جی چاہتا ہے کہ گیہوں کی روٹی کھاؤں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہؓ سے) فرمایا جس آدمی کے پاس گیہوں کی روٹی ہو اس کو چاہئے کہ اپنے (بیمار) بھائی کے پاس بھیج دے، اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارا کوئی بیمار کسی چیز (کے کھانے) کی خواہش ظاہر کرے تو اس کو وہ چیز کھلا دینی چاہئے۔

حاصل یہ ہے کہ کھانے پینے کے حوالے سے مریض کی خواہش پوری کردینا چاہئے، اس سے مریض کی صحت میں بہتری آتی ہے، البتہ اگر کوئی ایسی چیز ہے جس کے بارے میں نقصان ہونے کا یقین ہو تو اس سے پرہیز بہتر ہے۔

علامہ طیبیؒ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کا مقصد اس مریض کیلئے ہے جس کے جینے کی امید باقی نہ رہی ہو اس طرح کے (زندگی سے ناامید) مریض کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جو چیز مانگے کھلا دو۔ (مرقات ص ۳۸۰/۳)

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مریض کو وہ چیز کھلائی جس کی اسے خواہش تھی، اللہ تعالیٰ اسے جنت کے پھل کھلائیں گے۔ (طبرانی کبیر)

مریض پر دم اور اس کے لئے دعا صحت

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درد کی شکایت کی جوان کے جسم کے کسی حصے میں تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا، تم اُس جگہ پر اپنا ہاتھ رکھو جہاں تکلیف ہے اور تین دفعہ کہو "بِسْمِ اللّٰهِ" اور سات مرتبہ کہو "اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ" (مسلم شریف: ۲/۲۲۴، کتاب السلام)

ترجمہ: میں پناہ لیتا ہوں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی قدرت کی اس تکلیف کے شر سے جو میں پا رہا ہوں اور جس کا مجھے خطرہ ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری وہ تکلیف دور فرمادی۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْ مُّسْلِمٍ يَّعُوْدُ مُسْلِمًا فَيَقُوْلُ سَبْعَ مَرَّاتٍ اَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ اِلَّا شُفِيَ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ قَدْ حَضَرَ اَجَلُهٗ. (مشکوٰۃ شریف: ۱۳۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو بھی مسلمان (اپنے) بیمار مسلمان بھائی کو پوچھنے جائے، پھر سات بار یہ دعا پڑھے: "اَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ" (ترجمہ: میں دعا مانگتا ہوں اللہ بزرگ و برتر سے جو عرش عظیم کا مالک ہے، کہ وہ تمہیں شفا عطا فرمائے)۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور ہی شفا عطا فرمائیں گے، مگر یہ کہ اس کی موت کا وقت آچکا ہو (یعنی وہ مریض اگر اپنا وقت ہی پورا کر رہا ہو اور اس کا مرض لاعلاج ہو گیا ہو تو بات دوسری ہے)۔

حدیث میں جو دعا مذکور ہے وہ دعا، بیمار کی عیادت کرنے والے کو سات مرتبہ پڑھنی چاہئے اللہ تعالیٰ اس دعا کی برکت سے مریض کو شفا عطا فرمائیں گے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے سنا، تم میں سے جس شخص کو کوئی بیماری لاحق ہو، یا اسکا بھائی بیمار ہو تو اس کو چاہئے کہ یہ دعا پڑھے: ''رَبُّنَا اللّٰہُ الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ تَقَدَّسَ اسْمُکَ اَمْرُکَ فِی السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ کَمَا رَحْمَتُکَ فِی السَّمَاءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَکَ فِی الْاَرْضِ اِغْفِرْلَنَا حُوْبَنَا وَخَطَایَانَا اَنْتَ رَبُّ الطَّیِّبِیْنَ اَنْزِلْ رَحْمَةً مِّنْ رَّحْمَتِکَ وَشِفَاءً مِّنْ شِفَائِکَ عَلٰی ھٰذَا الْوَجْعِ'' (ابوداؤد شریف: ۲/۴۴۳)

ترجمہ: ہمارا رب اللہ ہے وہ جو آسمان میں ہے (اے اللہ!) پاک ومتبرک ہے تیرا نام، تیرا حکم آسمان اور زمین میں (دونوں جگہ) چلتا ہے، جس طرح تیری رحمت آسمان میں ہے، تو اپنی رحمت سے زمین کو بھی نواز دے (اے ہمارے رب!) ہماری خطاؤں اور ہمارے (چھوٹے بڑے) گناہوں کو بخش دے، تو پاکیزوں کا پروردگار (اور ان کا محبّ وکارساز) ہے اپنی اس بیکراں رحمت میں سے (کہ جو ہر چیز پر سایہ فگن ہے) رحمت (یعنی رحمت عظیم) اور اس بیماری پر اپنی شفا میں سے شفا نازل فرمایا۔ تو اس دعا کی برکت سے ان شاء اللہ بیمار اچھا ہو جائے گا۔ (مظاہر حق جدید: ۲/۴۱۰)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی آدمی بیمار کی عیادت کے لئے آئے، تو یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ اشْفِ عَبْدَکَ یَنْکَأُلَکَ عَدُوًّا اَوْیَمْشِیْ لَکَ اِلٰی جَنَازَةٍ. (ابوداؤد شریف: ۲/۴۴۳)

ترجمہ: اے اللہ! اپنے اس بندہ کو شفا عطا کر دیجئے تا کہ یہ تیرے دشمنوں کو کو سزا دے یا تیری رضا کے لئے کسی جنازہ کے ساتھ جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ”کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَکٰی نَفَثَ عَلٰی نَفْسِہٖ بِالْمُعَوَّذَاتِ وَمَسَحَ عَنْہُ بِیَدِہٖ فَلَمَّا اشْتَکٰی وَجَعَہُ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِیْہِ کُنْتُ اَنْفُثُ عَلَیْہِ بِالْمُعَوَّذَاتِ الَّتِیْ کَانَ یَنْفُثُ وَاَمْسَحُ بِیَدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. (بخاری شریف:۲/۶۳۹، کتاب المغازی)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوتے تو معوذات (قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس) پڑھ کر اپنے اوپر دم فرماتے اور اپنا ہاتھ اپنے (بدن مبارک) پر (جہاں تک پہنچتا) پھیرتے، پھر جب وہ مرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لاحق ہوا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، تو میں وہی معوذتین پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دم کرتی تھی، جن کو پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دم کیا کرتے تھے، میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر پھیرتی تھی۔

”قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس“ دونوں سورتیں بہت ہی بابرکت اور باعث شفا ہیں، ان کو پڑھ کر دم کرنے سے مرض میں افاقہ ہوتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں میں سے کوئی بیمار ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر معوذتین پڑھ کر دم کرتے تھے۔ (فیض مشکوۃ:۳/۳۰۵)

نوٹ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر مختلف دعائیں کی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تمام دعائیں مریض کے شفایابی کے لئے ہے، لہٰذا ان تمام دعاؤں میں سے کوئی دعاء پڑھ کر دم کرسکتے ہیں۔

بیمار آدمی سے دعا کی درخواست

امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ”قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلْتَ عَلٰی مَرِیْضٍ فَمُرْہُ یَدْعُوْلَکَ فَاِنَّ دُعَاءَ ہٗ کَدُعَاءِ الْمَلٰئِکَۃِ“۔ (ابن ماجہ شریف:۱۰۴، باب عیادۃ المریض)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم جب کسی بیمار کے پاس جاؤ تو اس سے درخواست کرو کہ وہ تمہارے لئے دعا کرے، کیونکہ بیمار کی دعا فرشتوں کی دعا کی طرح ہے۔

جو شخص بیماری کی حالت میں ہوتا ہے وہ گناہوں سے اجتناب کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ رہتا ہے، اس کی زبان ذکر واذکار اور تسبیح ومناجات سے تر رہتی ہے، اس کا قلب خشیت الٰہی سے منور رہتا ہے، بسا اوقات تو کھانے پینے کا بھی ہوش نہیں رہتا ہے، گناہوں سے بالکلیہ اجتناب رہتا ہے، یہ اوصاف بندہ کو فرشتوں کے مشابہ کردیتے ہیں لہٰذا اس کی دعا اللہ کے یہاں بہت جلد قبولیت پالیتی ہے، عیادت کے لیے جانے والے کو مریض سے دعا کی درخواست کرنی چاہئے۔ (فیض مشکوٰۃ:۳/۳۳۹)

بیماری مؤمن کے لئے رحمت اور گناہوں کا کفارہ

حضرت ام علاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں: ”عَادَنِی رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَاَنَا مَرِیْضَۃٌ فَقَالَ: اَبْشِرِیْ یَااُمَّ الْعَلَاءِ فَاِنَّ مَرَضَ الْمُسْلِمِ یُذْھِبُ اللّٰہُ بِہٖ خَطَایَاہُ، کَمَاتُذْھِبُ النَّارُ خَبَثَ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ. (ابوداؤد شریف کتاب الجنائز: حدیث ۳۰۹۲)

حضرت ام العلاء کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب میں بیمار تھی تو میری عیادت کی، آپ نے فرمایا خوش ہو جاؤ، اے ام العلاء! بیشک بیماری کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمان بندے کے گناہوں کو ایسے ہی دور کر دیتا ہے جیسے آگ سونے اور چاندی کے میل کو دور کر دیتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کے متعلق بتلایا کہ وہ فنا اور نیست ہو جانا نہیں ہے، بلکہ ایک دوسری زندگی کا آغاز اور ایک دوسرے عالم کی طرف منتقل ہو جانا ہے، جو اللہ کے ایمان والے بندوں کے لئے نہایت ہی خوشگوار ہوگا، اور اس لحاظ سے وہ موت مؤمن کا تحفہ ہے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ بیماری بھی صرف دکھ اور مصیبت نہیں ہے بلکہ ایک پہلو سے وہ رحمت ہے اور اس سے گناہوں کی صفائی ہوتی ہے، اور اللہ کے سعادت مند بندوں کو چاہئے کہ بیماری اور دوسری تکلیفوں اور مصیبتوں کو خدائی تنبیہ سمجھتے ہوئے اپنی اصلاح کی فکر اور کوشش میں لگ جائیں، ذیل کی حدیثوں میں یہی تعلیم اور ہدایت دی گئی ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں ''قَالَ مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا حُزْنٍ وَلَا أَذًى وَلَا غَمٍّ حَتَّى الشَّوْكَةَ يُشَاكُهَا إِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ. (بخاری شریف: ۸۴۳/۲، فی کفارۃ المرضیٰ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مرد مؤمن کو جو بھی دکھ اور جو بھی بیماری اور جو بھی پریشانی اور جو بھی رنج والم اور جو بھی اذیت پہنچتی ہے، یہاں تک کہ کانٹا بھی اگر اس کو لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان چیزوں کے ذریعہ اس کے گناہوں کی صفائی کر دیتا ہے۔

حضرت عامر الرَّامی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے شہر میں تھا تو اچانک

چند جھنڈے بلند ہوتے ہوئے میں نے دیکھے، میں نے کہا یہ کیا ہے؛ تو لوگوں نے کہا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا ہے تو میں فوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا، اس وقت آپ ایک درخت کے نیچے تشریف فرما تھے، ایک چادر بچھی ہوئی تھی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے، آپ کے چاروں طرف صحابۂ کرام تھے میں بھی ان میں بیٹھ گیا، تو اس وقت آپ بیماریوں کا تذکرہ فرما رہے تھے، اور فرما رہے تھے کہ مؤمن کو جب کوئی بیماری پہنچتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کو اس سے شفا عطا فرماتے ہیں تو یہ بیماری اس کے گذشتہ گناہوں کا کفارہ ہوجاتی ہے، اور آئندہ کے لئے موجب عبرت، اور اس کے بالمقابل جب منافق آدمی بیمار ہوتا ہے پھر اس سے شفا پاتا ہے تو اس کا حال اس اونٹ کی طرح ہوتا ہے جس کو اس کا مالک ایک وقت میں باندھتا ہے اور پھر دوسرے وقت میں کھول دیتا ہے تو وہ اونٹ یہ نہیں سمجھتا ہے کہ اس کے مالک نے اس کو کیوں باندھا تھا، اور کیوں اب کھولدیا۔ (الدر المنضود: ۲۰۳/۵)

بیماری اور مصیبت مؤمن بندے کے لئے رحمت ہے جب وہ اپنی بیماری سے شفایاب ہوتا ہے تو متنبہ ہوجاتا ہے اور مانتا ہے کہ میری وہ بیماری میرے گناہوں کے سبب سے مسلط ہوئی تھی، چنانچہ وہ نادم ہوتا ہے، توبہ کرتا ہے اور آئندہ کو گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ منافق کے اندر بیماری سے صحت یاب ہونے کے بعد اس کا شعور ذرا بھی بیدار نہیں ہوتا، بلکہ ایسا بے حس ہوتا ہے جیسا اونٹ کہ نہ اس کو باندھے جانے کی وجہ معلوم ہوتی ہے نہ چھوڑے جانے کا سبب، گویا اونٹ کے ساتھ منافق کی یہ مماثلت اس معنیٰ میں ہے کہ اس منافق کو بیماری ومصیبت سے کوئی تنبیہ وعبرت حاصل نہیں ہوتی اور نہ وہ بیماری اس کو کسی طرح کا فائدہ پہنچاتی ہے، نہ اس کے گذشتہ گناہوں کا کفارہ بنتی ہے، نہ اس کو توبہ کے راستے پر لاتی ہے، نہ آئندہ کے لئے نصیحت پکڑتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُوعِكُ فَمَسَسْتُهُ بِيَدِيْ فَقُلْتُ يَارَسُولَ اللّٰهِ اِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعْكًا شَدِيْدًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجَلْ اِنِّي اُوعَكُ كَمَا يُوعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ قَالَ فَقُلْتُ ذٰلِكَ لِاَنَّ اَجْرَيْنِ فَقَالَ اَجَلْ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْ مُسْلِمٍ يُصِيْبُهُ اَذًى مِنْ مَرَضٍ فَمَا سِوَاهُ اِلَّا حَطَّ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهٖ سَيِّأٰتِهٖ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا. (بخاری شریف: ۸۴۳/۲، کتاب المرضیٰ)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بخار تھا، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو بہت سخت بخار رہتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں مجھا کیلےکو تم میں سے دو شخصوں کے برابر بخار آیا کرتا ہے، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ یہ اس لئے ہے کہ تا کہ آپ کو دوگنا اجر ملے، آپؐ نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی مرد مؤمن کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے مرض سے یا اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اس کے گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتا ہے جس طرح خزاں رسیدہ درخت اپنے پتے جھاڑ دیتا ہے۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ اور حضرت الصنابحی سے رایت ہے کہ یہ دونوں ایک مریض شخص کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے انہوں نے مریض سے پوچھا کہ تمہاری صبح کیسے گزری، اس مریض نے جواب دیا اللہ کا کرم ہے، حضرت شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے کہا کہ گناہوں کی بخشش اور خطاؤں کی معافی کی خوش خبری تمہیں مبارک ہو، حقیقت یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے

ہوئے سنا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب میں اپنے کسی بندۂ مؤمن کو کسی مصیبت میں مبتلا کرتا ہوں اور میری طرف سے پہنچنے والی مصیبت پر میری تعریف کرتا ہے، تو وہ اپنی بیماری کے بستر سے ایسے ہی گناہوں سے پاک صاف ہو کر اٹھتا ہے، جیسا کے اس دن گناہوں سے پاک صاف تھا جب کہ اس کی ماں نے اس کو جنم دیا تھا، اور اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بندے کو مقید کیا ہے اور میں نے اس کو آزمائش میں ڈالا، لہٰذا تم لوگ اس کے نامۂ اعمال میں وہ اعمال اس کے لئے لکھدو جو وہ اپنی صحت وعافیت کے زمانہ میں کیا کرتا تھا۔ (مسند احمدؒ: ۱۲۱/۴)

نیکیوں میں زندگی گذارنے والا

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ دو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ دونوں ایک ساتھ مسلمان ہو گئے، ان میں ایک شخص دوسرے کے نسبت بہت ہی محنتی (قوی) تھا، تو محنتی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شریک ہوا، اور شہید ہو گیا، دوسرا شخص اس کے ایک سال بعد تک زندہ رہا، اس کے بعد وہ بھی مر گیا، حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوں، اتنے میں وہ دونوں شخص نظر آئے اور جنت کے اندر سے ایک شخص نکلا، اور اس شخص کو اندر جانے کی اجازت دی جس کا انتقال آخر میں ہوا تھا، پھر دوسری بار وہ شخص نکلا جو شہید کر دیا گیا اور اس کو اندر جانے کی اجازت دی، اس کے بعد اس شخص نے میرے پاس آ کر کہا: تم واپس چلے جاؤ، ابھی تمہارا وقت نہیں آیا، صبح اٹھ کر طلحہ رضی اللہ عنہ لوگوں سے خواب بیان کرنے لگے تو لوگوں نے بڑی حیرت ظاہر کی، پھر خبر رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کو پہنچی، اور لوگوں نے یہ سارا قصہ اور واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کس بات پر تعجب ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! پہلا شخص نہایت عبادت گذار تھا، پھر وہ شہید بھی کردیا گیا، اور یہ دوسرا شخص شہید سے پہلے جنت میں کس طرح داخل کردیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے ہو کہ اس کے شہید ہونے کے بعد اس نے ایک مہینہ رمضان کا روزہ رکھا اور فرض نماز بھی پڑھی اور اسی قدر نفل نماز پڑھی، کیا یہ حقیقت نہیں ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: یہ تو ہے (یعنی یہ حقیقت ہے)، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو اسی وجہ سے ان دونوں (کے درجوں میں) زمین وآسمان کے فاصلہ سے بھی زیادہ دوری ہے۔ (ابن ماجہ شریف: ۲۸۱، ابواب تعبیر الرویا)

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے افضل کوئی نہیں جس نے بڑی عمر پائی اور تمام عمر ''سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر'' میں گذاری۔ (قبر کے عبرتناک مناظر: ۴۰)

حضرات ابرہیم بن ابی عبیدہ کہتے ہیں کہ جب مؤمن مرجاتا ہے اور جنت میں اپنا مرتبہ دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے تمنا کرتا ہے کہ مجھ کو دوبارہ دنیا میں لوٹا دیا جائے تاکہ اللہ اکبر اور لا الہ اللہ اور سبحان اللہ پڑھ سکے۔ (قبر کے عبرتناک مناظر: ۴۰)

سفر میں مرنے والے کی فضیلت

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تُوُفِّیَ رَجُلٌ بِالْمَدِیْنَۃِ مِمَّنْ وُلِدَبِھَا فَصَلّٰی عَلَیْہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا لَیْتَہٗ مَاتَ بِغَیْرِ مَوْلِدِہٖ قَالُوْا وَلِمَ ذَالِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَامَاتَ بِغَیْرِ مَوْلِدِہٖ قِیْسَ لَہٗ مِنْ مَّوْلِدِہٖ اِلٰی مُنْقَطَعِ اَثَرِہٖ فِی الْجَنَّۃِ. (نسائی شریف: ۲/۲۰۲، باب الموت بغیر مولدہ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مدینہ میں ایک شخص کی وفات ہوئی اور وہ ایسا شخص تھا جو مدینہ ہی میں پیدا ہوا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی، پھر فرمایا کاش اس کی موت اس کی پیدائش کی جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ واقع ہوئی ہوتی، صحابہؓ نے عرض کیا ایسا کیوں یا رسول اللہ؟ فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ آدمی جب اپنے وطن کے علاوہ کہیں اور مرتا ہے تو اس کے وطن سے لے کر اس کے نقوش قدم کے منقطع ہونے کی جگہ تک کا سارا حصہ اس کے لئے جنت میں ناپا جاتا ہے۔

یعنی جو شخص وطن سے دور سفر میں مرتا ہے تو جس جگہ وہ مرا ہے وہاں سے اس کے وطن تک کا جو فاصلہ ہے اسی کے بقدر جگہ اس کے لئے جنت میں مختص کر دی جاتی ہے، وہ جنت میں اتنی زیادہ جگہ کا حقدار بن جاتا ہے، پس یہ حدیث سفر میں مرنے والے کی فضیلت کو ظاہر کرتی ہے، اور بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ سفر سے مراد سفر طاعت ہے، یعنی ایسا سفر جو جہاد یا حصولِ علمِ دین، یا کسی اور نیک مقصد وارادہ کے تحت اختیار کیا گیا ہو۔

بیماری میں مرنے والا عذاب قبر سے محفوظ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ''قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ مَرِيْضاً مَاتَ شَهِيْداً وَّ وُقِيَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَغُدِيَ وَرِيْحَ عَلَيْهِ بِرِزْقِهِ مِنَ الْجَنَّةِ. (ابن ماجہ:۱۱۶، باب فیمن مات مریضا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص بیمار ہو کر مرتا ہے وہ شہید کی موت مرتا ہے، اس کو فتنہ قبر سے بچایا جاتا ہے، اور اس کو صبح وشام جنت سے اس کی روزی دی جاتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جو شخص مرض میں مبتلا ہو کر اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے، وہ اجر وثواب میں شہید کے مانند ہوتا ہے، قبر کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے، اور شہیدوں کی طرح اس کو روزی بھی دی جاتی ہے۔ (فیض مشکوٰۃ:۳/۳۴۳)

طاعون میں فوت ہونے والے کی فضیلت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں "قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلطَّاعُوْنُ شَھَادَۃُ کُلِّ مُسْلِمٍ (بخاری،۲/ باب مایذکر فی الطاعون:۱۳۲۲)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: طاعون (کی موت) ہر مسلمان کے لئے شہادت (کی موت کی طرح) ہے۔

جو بندہ طاعون میں صبر کرتا ہے اور وہاں سے بھاگتا نہیں، پھر اس مرض میں مبتلا ہو کر مر جاتا ہے تو اس کو شہید کا جیسا ثواب دیا جاتا ہے، اور واضح رہے کہ طاعون سے مراد، جیسا کہ علامہ طیبیؒ نے کہا ہے کہ ہر وہ وبائی بیماری ہے جو پھیل جائے، عام ہو جائے اور اس کی وجہ سے آب وہوا، لوگوں کے مزاج اور ان کے جس میں اس بیماری کے جراثیم سرایت کر جائیں اور صحت عامہ میں فساد (بگاڑ) پیدا ہو جائے، اور طاعون اس خاص وبائی بیماری (پلیگ) کو کہتے ہیں جس میں جسم کے نرم حصوں ران (جانگھ) یا بغل یا گردن میں یا خصیے کے نیچے ایک پھوڑا نکلتا ہے یا زخم پڑ جاتا ہے جس میں سخت سوزش ہوتی ہے اور اس پھوڑے کے ارد گرد کی جگہ سیاہ یا سبز یا سرخ ہو جاتی ہے، اکثر اس بیماری میں آدمی دوسرے یا تیسرے روز مر جاتا ہے۔

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِیَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَخْتَصِمُ الشُّھَدَاءُ وَالْمُتَوَفَّوْنَ عَلٰی فُرُوْشِھِمْ اِلٰی رَبِّنَا عَزَّوَجَلَّ فِی الَّذِیْنَ

يُتَوَفَّوْنَ مِنَ الطَّاعُوْنِ فَيَقُوْلُ الشُّهَدَاءُ اِخْوَانُنَا قُتِلُوْا كَمَا قُتِلْنَا وَيَقُوْلُ الْمُتَوَفُّوْنَ اِخْوَانُنَا مَاتُوْ عَلٰى فُرُشِهِمْ كَمَا مُتْنَا فَيَقُوْلُ رَبُّنَا اُنْظُرُوْا اِلٰى جِرَاحِهِمْ فَاِنْ اَشْبَهَتْ جِرَاحُهُمْ جِرَاحَ الْمَقْتُوْلِيْنَ فَاِنَّهُمْ مِنْهُمْ وَمَعَهُمْ فَاِذَا جِرَاحُهُمْ قَدْ اَشْبَهَتْ جِرَاحَهُمْ. (نسائی:۲/۵۱، باب مسئلۃ الشہادۃ)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ شہید اور وہ لوگ جن کا انتقال اپنے بستروں پر ہوا ہوگا، اپنے پروردگار کی بارگاہ میں ان لوگوں کے سلسلہ میں جھگڑیں گے جو طاعون میں مبتلا ہو کر مرے ہوں گے، شہداء کہیں گے کہ یہ ہمارے بھائی ہیں، جس طرح ہم قتل ہوئے اسی طرح یہ بھی قتل کئے گئے، اور بستر پر فوت ہونیوالے کہیں گے کہ یہ ہمارے بھائی ہیں، ان کی بھی اپنے بستر پر وفات ہوئی ہے جیسے کہ ہماری وفات ہوئی، اس پر ہمارا رب فرمائے گا کہ ان کے زخموں کو دیکھو، اگر ان کے زخم شہداء کے زخم کے مانند ہیں تو شہیدوں میں سے ہیں اور شہیدوں کے ساتھ ہیں، چنانچہ جب دیکھا جائے گا تو ان کے زخم شہداء کے زخم کے مانند ہی ہوں گے۔

طاعون کا مریض بظاہر تو لگتا ہے کہ وہ بستر پر مرا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ شہید ہوتا ہے، اسی وجہ سے شہداء اور بستر پر مرنے والے ہر ایک طاعون کے مریض کے بارے میں میدان حشر میں یہ خیال کریں گے کہ اس کا ان کے طبقہ سے متعلق ہے، اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائیں گے کہ اس کا تعلق شہداء کے طبقہ سے ہے، لہٰذا اس کو شہیدوں کے جیسا اجر وثواب ملے گا، (نیز علماء نے لکھا ہے کہ طاعون کا مریض بعض اوقات ایسا محسوس کرتا ہے کہ کسی نے اس کو نیزہ مارا ہے، اسی لئے اس مرض کا نام طاعون پڑا، جو طعن سے بنا ہے جس کے معنیٰ ہیں کونچنا، برچھے، نیزہ سے مارنا)۔ (فیض مشکوٰۃ:۳/۳۴۳)

طاعون فرمانبرداروں کے لئے رحمت، نافرمانوں کے لئے عذاب

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ''قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّاعُوْنِ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّہٗ عَذَابٌ یَّبْعَثُہُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ یَّشَاءُ وَاِنَّ اللّٰہَ جَعَلَہٗ رَحْمَۃً لِلْمُؤْمِنِیْنَ لَیْسَ مِنْ اَحَدٍ یَّقَعُ الطَّاعُوْنُ فَیَمْکُثُ فِیْ بَلَدِہٖ صَابِراً مُّحْتَسِبًا یَعْلَمُ اَنَّہٗ لَا یُصِیْبُہٗ اِلَّا مَاکَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ اِلَّا کَانَ لَہٗ مِثْلُ اَجْرِ شَہِیْدٍ. (مشکوۃ، باب عیادۃ المریض، ۱۳۵)

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا کہ (طاعون) عذاب (کی صورت) ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے بھیجتا ہے، تاہم مومن کے لئے (کہ جو فرمانبرداری اور صبر وثبات کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دے) اللہ تعالیٰ اس (طاعون) کو رحمت بنا دیتا ہے، (نیز آپؐ نے فرمایا) جو بھی شخص طاعون پھیل جانے پر صابر اور طالب ثواب بن کر اپنے شہر وعلاقہ میں ٹھہرا رہے (یعنی اپنے طاعون زدہ شہر وعلاقے سے اس کا باہر نہ نکلنا اور وہیں مقیم رہنا کسی اور غرض اور وجہ سے نہ ہو بلکہ صرف صبر وثبات کے تحت اور حصول ثواب کی خاطر ہو) اور وہ یہ بات مانتا ہو کہ اس کو وہی چیز پہنچے گی جو اللہ نے اس کے لئے لکھ دی ہے، تو اس کو شہید کے مانند ثواب ملے گا۔ (مظاہر حق جدید: ۲/۴۰۶)

صابر کے لئے اللہ کی رحمت

ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچنے والی مصیبت پر صابر وشاکر رہنا چاہئے، کوئی مزاج پوچھے تو بغیر شکوہ شکایت کے وہ بات زبان پر لانا چاہئے جس سے

یہ معلوم ہو کہ بندہ اللہ کی رضا میں راضی ہے، ایسے بندے سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتے ہیں، اور اس کے تمام گناہ معاف فرمادیتے ہیں، اور مرض کے زمانہ میں بھی جب کہ عبادت وریاضت سے مریض عاجز ہوتا ہے عابد وزاہد شمار کرتے ہیں، اور صحت کے زمانہ میں جن عبادتوں کا معمول تھا مرض کے زمانہ میں وہ عبادتیں بدستور اس کے نامۂ اعمال میں لکھوادیتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ اَوِالْمُؤْمِنَةِ فِي نَفْسِهٖ وَمَا لِهٖ وَوَلَدِهٖ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ تَعَالىٰ وَمَا عَلَيْهِ مِنْ خَطِيْئَةٍ. (ترمذی شریف:۲/۶۵،باب ماجاء فی الصبر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے بعض ایمان والے بندوں یا ایمان والی بندیوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مصائب اور حوادث آتے رہتے ہیں، کبھی اس کی جان پر کبھی اس کے مال پر کبھی اس کی اولاد پر (اور اس کے نتیجہ میں اس کے گناہ جھڑتے رہتے ہیں) یہاں تک کہ مرنے کے بعد وہ اللہ کے حضور میں اس حال میں پہنچتا ہے کہ اس کا ایک گناہ بھی باقی نہیں رہتا۔

محمد بن خالد سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بندہ مؤمن کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا بلند مقام طے ہوجاتا ہے جس کو وہ اپنے عمل سے نہیں پاسکتا، تو اللہ تعالیٰ اس کو کسی جسمانی یا مالی تکلیف میں یا اولاد کی طرف سے کسی صدمہ اور پریشانی میں مبتلا کردیتا ہے، پھر اس کو صبر کی توفیق دے دیتا ہے، یہاں تک کہ (ان مصائب وتکالیف اور ان پر صبر کرنے کی وجہ سے) اس بلند مقام پر پہنچادیتا ہے جو اس کے لئے پہلے سے طے ہوچکا تھا۔ (ابوداؤد:۲/۴۴۰)

اللہ تعالیٰ مالک الملک اور احکم الحاکمین ہے، وہ اگر چاہے تو بغیر کسی عمل اور استحقاق کے بھی اپنے کسی بندے کو بلند سے بلند درجہ عطا فرما سکتا ہے، لیکن اس کی حکمت اور صفت عدالت کا تقاضا یہ ہے کہ جو بندے اپنے اعمال اور احوال کی وجہ سے جس درجہ کے مستحق ہوں ان کو اسی درجہ پر رکھا جائے، اس لئے اللہ تعالیٰ کا یہ دستور اور معاملہ ہے کہ جب وہ کسی بندے کے لئے اس کی کوئی ادا پسند کر کے یا خود اس کی یا اس کے حق میں کسی دوسرے کی دعا قبول کر کے اس کو ایسا بلند درجہ عطا فرمانے کا فیصلہ کرتا ہے جس کا وہ اپنے اعمال کی وجہ سے مستحق نہیں ہوتا، تو اعمال کی اس کمی کو مصائب حوادث اور صبر کی توفیق سے پورا کر دیتا ہے۔ (معارف الحدیث: ۲۶۵/۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ''قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْراً یُصِبْ مِنْہُ. (بخاری شریف: ۸۴۳/۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جس شخص کو اللہ تعالیٰ بھلائی پہنچانا چاہتا ہے اس کو کسی مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔

مؤمن بندے کے مرتبے بلند کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کبھی کبھار اس کو کسی تکلیف میں مبتلا کر دیتے ہیں، وہ اس مصیبت پر جزع فزع نہیں کرتا ہے، بلکہ تقدیر پر راضی رہتے ہوئے صبر شکر سے کام لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کے لئے بھلائیاں مقدر فرما دیتے ہیں اور اخروی اعتبار سے اس کے درجات بہت بلند فرما دیتے ہیں۔ (فیض مشکوٰۃ: ۳۰۸/۳)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ''قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوَدُّ اَھْلُ الْعَافِیَۃِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ حِیْنَ یُعْطٰی اَھْلُ الْبَلَاءِ الثَّوَابَ لَوْاَنَّ جُلُوْدَھُمْ کَانَتْ قُرِضَتْ فِی الدُّنْیَا بِالْمَقَارِیْضِ. (ترمذی شریف: ۶۶/۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن جب ان بندوں کو جو دنیا میں مبتلائے مصائب رہے، ان مصائب کے عوض اجر وثواب دیا جائے گا تو وہ لوگ جو دنیا میں ہمیشہ آرام وچین سے رہے حسرت کریں گے کہ کاش دنیا میں ہماری کھالیں بھی قینچیوں سے کاٹی گئی ہوتیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا خاص سبق اور پیغام یہی ہے کہ بیماریوں اور دوسری تکلیفوں اور پریشانیوں کو (جو اس دنیوی زندگی کا گویا ایک جزء ہیں) صرف مصیبت اور اللہ تعالیٰ کے غضب اور ناراضی کا ظہور ہی نہ سمجھنا چاہئے، اللہ سے صحیح تعلق رکھنے والے بندوں کے لئے ان میں بھی خیر اور رحمت کا بڑا سامان ہے، ان کے ذریعہ گناہوں کی صفائی اور تطہیر ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت اور بلند درجات کا استحقاق حاصل ہوتا ہے، اعمال کی کمی کی کسر پوری ہوتی ہے۔ اور ان کے ذریعہ سعادت مند بندوں کی تربیت ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تعلیم کی یہ کتنی عظیم برکت ہے کہ جن بندوں کو ان حقیقتوں کا یقین ہے وہ بڑی سے بڑی بیماری اور مصیبت کو بھی اللہ تعالیٰ کی عنایت ورحمت کی ایک صورت سمجھتے ہیں، ایسے جن بندوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ دولت نصیب فرمائی ہے، بس وہی جانتے ہیں کہ یہ کتنی عظیم نعمت ہے اور اس سے بیماری اور مصیبت کے حال میں بھی دل اور روح کو کتنی تقویت حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق اور محبت میں کتنی ترقی اور کس قدر اضافہ ہوتا ہے۔ (معارف الحدیث: ۲۶۶/۳)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ”قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ اَوْسَافَرَ کُتِبَ لَہٗ بِمِثْلِ مَاکَانَ یَعْمَلُ مُقِیْمًا صَحِیْحًا. (بخاری شریف: ۴۲۰/۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی بندہ بیمار ہو یا سفر میں جائے (اور اس بیماری یا سفر کی وجہ سے اپنی عبادت وغیرہ کے معمولات پورا کرنے سے مجبور ہو جائے) تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے اعمال اسی طرح لکھے جاتے ہیں جس طرح وہ صحت وتندرستی کی حالت میں اور زمانہ اقامت میں کیا کرتا تھا۔

یہ بھی اللہ تعالیٰ کا خاص لطف وکرم اور فضل واحسان ہے کہ اگر آدمی بیماری یا سفر جیسی کسی مجبوری سے اپنے ذکر وعبادت وغیرہ کے معمولات پورے نہ کر سکے، تو اللہ تعالیٰ اس کے اعمال نامہ میں اپنے حکم سے وہ معمولات لکھواتا ہے، جو یہ بندہ تندرستی اور اقامت کی حالت میں کیا کرتا تھا۔ (معارف الحدیث:۲۶۶/۳)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "یَقُولُ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ اِبْنَ آدَمَ اِنْ صَبَرْتَ وَاحْتَسَبْتَ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلیٰ لَمْ اَرْضَ لَکَ ثَوَاباً دُوْنَ الْجَنَّةِ. (ابن ماجہ شریف:۱۱۴)

اللہ تعالیٰ (حدیث قدسی میں) فرماتا ہے کہ اے آدم کے بیٹے! تو (مصیبت پہنچنے پر) اگر صبر کرے اور صدمہ (غمی) کے اول مرحلہ میں (یعنی شروع ہی میں رضا بہ قضا کا دامن تھام کر) طالب ثواب ہو جائے تو میں تیرے لئے جنت سے کم کے ثواب کو پسند نہیں کرتا، یعنی میں تیرے اس صبر واحتساب کے بدلے میں تجھے جنت میں ضرور ہی داخل کروں گا۔ (مظاہر حق جدید:۵۴۸/۲)

موت کی یاد اور اس کا شوق

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ’’قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرُوْا ذِكْرَهَا ذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ. (ترمذی:۲/۵۷)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لوگو! موت کو یاد کرو اور یاد رکھو جو دنیا کی لذتوں کو ختم کر دینے والی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ’’خَطَّ النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا مُرَبَّعاً، وَخَطَّ خَطًّا فِي الْوَسَطِ خَارِجًا مِنْهُ، وَخَطَّ خُطَطاً صِغَاراً اِلٰى هٰذَا الَّذِيْ فِي الْوَسَطِ مِنْ جَانِبِهِ الَّذِيْ فِي الْوَسَطِ، وَقَالَ هٰذَا الْاِنْسَانُ، وَهٰذَا اَجَلُهُ مُحِيْطٌ بِهٖ، اَوْقَدْاَحَاطَ بِهٖ، وَهٰذَا الَّذِيْ هُوَ خَارِجٌ اَمَلُهُ،وَهٰذِهِ الْخُطَطُ الصِّغَارُ الْاَعْرَاضُ، فَاِنْ اَخْطَاهُ هٰذَا نَهَشَهُ هَذَا، وَاِنْ اَخْطَأهُ هٰذَا نَهَشَهُ هٰذِا. (بخاری شریف:۲/۹۵۹، کتاب الرقاق)
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چوکھٹا خط کھینچا، پھر اس کے درمیان ایک خط کھینچا جو چوکھٹے کے درمیان میں تھا، اس کے بعد درمیان والے خط کے اس حصے میں جو چوکھٹے کے درمیان میں تھا چھوٹے چھوٹے بہت سے خطوط کھینچے اور پھر فرمایا کہ یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے جو اسے گھیرے ہوئے ہے اور یہ جو (بیچ کا) خط باہر نکلا ہوا ہے وہ اس کی امید ہے اور چھوٹے چھوٹے خطوط اس کی دنیاوی مشکلات ہیں، پس انسان جب ایک (مشکل) سے بچ کر نکلتا ہے تو دوسری میں پھنس جاتا ہے اور دوسری سے نکلتا ہے تو تیسری میں پھنس جاتا ہے۔

جان لیجئے! انسانوں کے دو طبقے ہیں ایک طبقہ وہ جو دنیا کے ظاہر کو دیکھتا ہے اور لمبی عمر کی امیدیں باندھتا اور آخری سانسوں کے وقت سے غافل ہے۔

دوسرا طبقہ ان عقل مند لوگوں کا ہے جو اپنی نگاہیں اپنے انجام پر جمائے رکھتے ہیں کہ جب وہ دنیا سے نکلیں گے اور اس کو چھوڑیں گے تو ان کا ایمان اور ان کے ساتھ قبر میں جانے والے اعمال کیسے سلامت ہوں اور وہ اپنے دشمنوں (نفس وشیطان) کے لئے کیا چیز چھوڑیں جو ان کے لئے عبرتناک سزا اور عذاب بن جائے، یہ فکر تمام لوگوں پر لازم ہے خاص طور سے حکمرانوں اور اہل دنیا پر کیونکہ اکثر یہ لوگ دوسرے افراد کے دلوں کو متاثر کرتے ہیں اور ان کے دلوں کو مرعوب کرتے ہیں اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ ہے جو ملک الموت (موت کا فرشتہ) کے نام سے معروف ہے، اس کی گرفت اور پکڑ سے چھٹکارا کسی کے بس کی بات نہیں، دوسرے بادشاہوں کے قاصد تو سونے اور کھانے پر خوش ہو جاتے ہیں لیکن یہ ایسا وکیل ہے جو بطور عوض کے روح کے علاوہ کسی چیز کو لیتا ہی نہیں، تمام بادشاہوں کے قاصدوں کے ہاں سفارش چل جاتی ہے، لیکن اس وکیل کے ہاں کسی کی سفارشی کی سفارش کام نہیں آتی، اور تمام قاصد جن کی طرف بھیجے جاتے ہیں انہیں ایک دن یا ایک گھڑی کی مہلت دے دیتے ہیں لیکن یہ ایک ایسا قاصد ہے جو ایک سانس کی مہلت بھی نہیں دیتا۔

دنیا میں مسافر کی طرح رہو

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ”اَخَذَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَنْکِبِیْ فَقَالَ کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ

اَوْعَابِرُسَبِیْلٍ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ یَقُوْلُ اِذَا اَمْسَیْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ وَاِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ وَخُذْ مِنْ صَحَّتِکَ لِمَرَضِکَ وَمِنْ حَیَاتِکَ لِمَوْتِکَ. (بخاری:۹۴۹/۲، کتاب الرقاق)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ میرا مونڈھا پکڑا اور مجھ سے فرمایا، دنیا میں اس طرح رہ جیسے کہ تو پردیسی اور راستہ چلتا مسافر ہے، اور (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہدایت وتعلیم کا اثر تھا کہ اپنے نفس کو یا دوسروں کو بھی مخاطب کرکے)ابن عمرؓ نصیحت فرمایا کرتے تھے، کہ جب شام آئے تو صبح کا انتظار نہ کر (معلوم نہیں کہ صبح تک تو رہے گیا یا نہیں)اور جب صبح ہو تو شام کا انتظار نہ کر (نہیں معلوم کہ شام تک تو زندہ رہے گا یا نہیں)اور تندرستی کی حالت میں بیماری کے لئے اور زندگی میں موت کے لئے کچھ کمائی کرلے۔

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ دنیا اور اس کی لذتوں میں بہت زیادہ مت پڑو، ایمان والوں کو تو ہمہ وقت آخرت کو مدنظر رکھنا چاہئے، وہیں کا آرام اصل آرام ہے، دنیا کو تو بہت مختصر انداز میں برتنا چاہئے، جس طرح راہ گیر مسافر جیسے تیسے سفر کرکے اپنی منزل وٹھکانہ تک پہنچنے کی فکر کرتا ہے، اسی طرح ایمان والے کو دنیا بقدر ضرورت حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، اور صحت کو غنیمت جان کر خوب عبادت کرنا چاہئے، زندگی کو غنیمت جاننا چاہئے کہ مرنے کے بعد کسی عمل کا موقع نہیں ملے گا، اور ہر وقت موت کی یاد، دل میں بسائے رکھنا چاہئے، کہ کسی بھی وقت موت آسکتی ہے، اس لئے زندگی پر بھروسہ کرکے نہ بیٹھنا چاہئے۔ (فیض مشکوۃ:۳۴۸/۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ''اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَھْرَمُ بْنُ آدَمَ وَیَشِبُّ مِنْہُ اثْنَتَانِ الْحِرْصُ عَلَی الْعُمُرِ وَالْحِرْصُ عَلَی الْمَالِ. (ترمذی:۲/۵۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی جب بوڑھا ہو جاتا ہے تو اس میں دو خصلتیں جوان ہو جاتی ہیں، ایک مال کی حرص اور دوسری زندگی کی حرص۔

موت مومن کے لئے تحفہ ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ''قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تُحْفَۃُ الْمُؤمِنِ الْمَوْتُ. (مشکوٰۃ شریف:۱۴۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مؤمن کا تحفہ موت ہے۔

موت طبعی پر کسی کے لئے بھی خوشگوار نہیں ہوتی، لیکن اللہ کے جن بندوں کو ایمان ویقین کی دولت نصیب ہے وہ موت کے بعد اللہ تعالیٰ کے انعامات اور قرب خصوصی اور لذت دیدار پر نظر رکھتے ہوئے عقلی طور پر موت کے مشتاق ہوتے ہیں، بالکل اس طرح جس طرح آنکھ میں نشتر لگوانا طبعی طور پر کسی کو بھی مرغوب اور گوارا نہیں ہوسکتا، لیکن اس امید پر کہ آپریشن سے آنکھ میں روشنی آجائے گی، عقلی طور پر وہ محبوب ومطلوب ہوتا ہے اور ڈاکٹر کو فیس دے کر آنکھ میں نشتر لگوایا جاتا ہے، بس فرق اتنا ہے کہ آپریشن کے نتیجہ میں آنکھ کا روشن ہوجانا قطعی اور یقینی نہیں ہے، آپریشن ناکامیاب بھی ہوجاتا ہے، لیکن صاحب ایمان ویقین بندے کے لئے اللہ تعالیٰ کے

انعامات اوراس کا قرب اورلذتِ دیدار بالکل یقینی ہے، اسی لحاظ سے اصحاب ایمان ویقین کے لئے موت محبوب ترین تحفہ ہے۔(معارف الحدیث:۲۶۳/۳)

حضرت زرعہ بن عبداللہ رحمۃ اللہ روایت کرتے ہیں ''اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یُحِبُّ الْاِنْسَانُ اَلْحَیَاتَ وَالْمَوتُ خَیْرٌ لِنَفْسِہٖ وَیُحِبُّ الْاِنْسانُ کَثْرَۃَالْمَالِ وَقِلَّۃُالْمَالِ اَقَلُّ الْحِسَابَۃِ'' (بیہقی فی شعب الایمان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو چیزوں کو اولا دآدم محبوب رکھتے ہیں ایک تو حیات کو حالانکہ موت اس کے لئے بہتر ہے دوسری کثرت مال کو حالانکہ مفلسی حساب دینے کے لئے آسان ہے۔

عبداللہ بن زکریاؒ کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو یہ اختیار دے کہ میں سو۱۰۰ برس زندہ رہ کر اللہ کی عبادت کروں اور اختیار دے کہ آج کے دن مرجاؤں تو میں یہی اختیار کروں گا کہ آج ہی مرجاؤں تا کہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول سے جلد ملاقات کروں اور اللہ کے نیک بندوں سے ملوں۔(قبر کے عبرتناک مناظر:۵۰)

بلال بن اسعد اور عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں اے لوگو! تم فنا ہوجانے کے لئے پیدا نہیں کئے گئے ہو بلکہ تم لوگ ہمیشہ رہنے کے لئے پیدا کئے گئے ہو اور تم ایک گھر سے دوسرے گھر میں جاؤگے۔(قبر کے عبرتناک مناظر)

عقل مند کون؟

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ قَالَ: کُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ ہٗ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ، فَسَلَّمَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ

قَالَ: يَارَسُولَ اللّٰهِ اَیُّ الْمُؤمِنِيْنَ اَفْضَلَ قَالَ: اَحْسَنُهُمْ خُلُقاً، قَالَ فَأَیُّ الْمُؤمِنِيْنَ اَكْيَسُ؟ قَالَ: اَكْثَرُهُمْ لِلْمَوْتِ ذِكْراً، وَاَحْسَنُهُمْ لِمَا بَعْدَهُ اسْتِعْدَاداً اُولٰئِكَ الْاَكْيَاسُ. (ابن ماجہ شریف:۳۱۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ آپ کے پاس ایک انصاری شخص آئے، اس نے آپ کو سلام کیا، پھر کہنے لگے، اللہ کے رسول! مومنوں میں سے کون سب سے بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ان میں سب سے اچھے اخلاق والا ہے، اس نے کہا: ان میں سب سے عقلمند کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ان میں موت کو سب سے زیادہ یاد کرے، اور موت کے بعد کی زندگی کے لیے سب سے اچھی تیاری کرے، وہی عقلمند ہے۔

حضرت وضین بن عطاءؒ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو موت سے غافل پاتے تھے تو اس کے دروازہ پر کھڑے ہو کر تین بار پکار کر فرماتے تھے اے لوگو! اے ایمان والو! موت ضرور آنے والی ہے اور موت رحمت اور آرام اور برکت لائے گی ان کے واسطے جو اللہ کے دوست ہیں اور ان کے واسطے جو آخرت کے لئے کام کرتے ہیں، یاد رکھو! کہ ہر عمل کی انتہا ہے اور انتہا ہر عمل کی موت ہے کوئی آگے کوئی پیچھے جائے گا۔ (قبر کے عبرتناک مناظر:۵۴)

قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ يَحْشُرُ مَعَ الشُّهَدَاءِ اَحَدٌ قَالَ نَعَمْ مَنْ يَّذْكُرِ الْمَوْتَ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ عِشْرِيْنَ مَرَّةً. (قبر کے عبرتناک مناظر:۵۵)

روایت میں ہے کہ لوگوں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہیدوں کے ساتھ بھی کسی کا حشر ہوگا، آپؐ نے فرمایا ہاں اس شخص کا جو روزانہ موت کو بیس مرتبہ یاد کرے۔

علماء نے فرمایا ہے جو موت کو زیادہ یاد کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ تین کرامت دے گا، جلد توبہ کی توفیق اور دل کی قناعت اور عبادت میں اطمینان اور دلجمعی، اور جو موت کو بھول جائے گا تین بلا اس پر نازل ہوں گی، توبہ کی توفیق اس کو نہ ہوگی اور تھوڑی چیز اس کو کفایت نہ کرے گی اور عبادت میں سستی کرے گا۔ (قبر کے عبرتناک مناظر:۵۵)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَابَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنِ اتَّبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ. (ابن ماجہ:۳۱۴، باب ذکر الموت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ علیہ وسلم نے فرمایا ہوشیار وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو (احکام شرعیہ کا) مطیع بنالے اور جو اپنے نفس سے حساب لے، اور وہ کام کرے جو مرنے کے بعد کام آئے، اور نادان وہ ہے جو اپنے نفس کی پیروی کرے اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی آرزو رکھے۔

لمبی امیدوں سے بچوں!

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لمبی امیدوں سے بچو! کیونکہ جب امید لمبی ہوجاتی ہے تو چار چیزیں بہت زیادہ ہوجاتی ہیں۔

اول: اطاعت کا چھوڑنا اور اس میں سستی کرنا اور یہ کہنا کہ میں کرلوں گا، ابھی تو بہت دن باقی ہیں۔

دوم: توبہ کو چھوڑنا اور اس میں لاپرواہی برتنا اور کہنا میں عنقریب توبہ کرلوں گا ابھی تو کافی دن ہیں، میں جوان ہوں اور میری عمر بھی بہت تھوڑی ہے توبہ تو میرے سامنے ہے اور میں جب چاہوں اس پر قادر ہوں، لیکن موت مجبوراً اسے لے جاتی ہے اور اجل عمر کی درستگی سے پہلے اسے اچک لیتی ہے۔

سوم: بہت سے مال کو جمع کرنے کی حرص اور دنیا میں مشغول ہو کر آخرت سے غافل ہونا اور یہ کہنا کہ مجھے بڑھاپے میں محتاجی کا خوف ہے اور اس وقت میں کمانے سے عاجز ہو جاؤں گا اور میرے لئے ایسی زائد چیز کا ہونا ضروری ہے جسے میں مرض، بڑھاپے اور ناداری وغیرہ کے لئے جمع کروں، یہ اور اس جیسی اور چیزیں انسان کو دنیا کی رغبت دلاتی ہیں اور اس کا لالچی بناتی ہیں اور رزق کے حصول کے لیے اہتمام کرنے پر ابھارتی ہیں، انسان سوچتا ہے کہ میں اس سردی اور اس گرمی میں کیا پہنوں اور کیا کھاؤں؟ اور میرے پاس کوئی چیز نہیں اور شاید عمر لمبی ہو جائے اور میں محتاج بن جاؤں جب کہ ضرورت بڑھاپے میں سخت ہو جاتی ہے۔ اور میرے لئے لوگوں سے زیادہ مالداری اور قوت ہونی چاہئے، یہ اور اس جیسی دوسری چیزیں دنیا کی طلب و رغبت اور اس کو جمع کرنے کا داعیہ پیدا کرتی ہیں اور ان نعمتوں سے بے خبر کرتی ہیں جو آپ کے پاس موجود ہیں۔

چہارم: دل کا سخت ہونا اور آخرت کو بھول جانا، کیونکہ جب آپ لمبی زندگی کی امید رکھیں گے تو موت اور قبر کو یاد نہیں کریں گے۔ (موت کے سبق آموز واقعات)

ذوالقرنین کا ایک عجیب قوم کے پاس سے گذر

ذوالقرنین ایک مرتبہ ایک ایسی قوم کے پاس سے گذرے جن کے پاس دنیاوی اسباب میں سے کوئی چیز موجود نہ تھی، اور انہوں نے اپنے مردوں کی قبریں اپنے گھروں کے دروازوں پر تیار کر رکھی تھیں اور ان کی دیکھ بھال، صفائی اور زیارت کرتے تھے اور ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے، اور ان کی غذا صرف گھاس اور زمینی نباتات تھی، ذوالقرنین نے ان کی طرف ایک آدمی کو بھیجا تا کہ ان کے سردار کو بلا لائے، لیکن سردار نے آنے سے انکار کر دیا، اور کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں، لہٰذا ذوالقرنین خود اس کے پاس آیا اور کہا: تمہیں کیا ہوا؟ کہ میں تمہیں اس حال میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے پاس نہ سونا ہے اور نہ چاندی اور تم دنیا کی کسی بھی نعمت کے مالک نہیں ہو، ان کے سردار نے ہاں میں جواب دیا اور کہا: اس لئے کہ دنیا کی نعمتوں سے کسی کا بھی جی نہیں بھر سکتا ذوالقرنین نے کہا: تم نے قبریں دروازوں پر کیوں کھود رکھی ہیں؟ سردار نے جواب دیا تا کہ یہ قبریں ہمارے سامنے رہیں اور ہم ان کو دیکھیں اور ہمارے لئے موت کی یاد تازہ ہوتی رہے اور دنیا کی محبت ہمارے دلوں سے صاف ہوتی رہے اور ہم اپنے رب کی عبادت سے غافل نہ ہوں، ذوالقرنین نے کہا: تم گھاس کیوں کھاتے ہو؟ اس نے جواب دیا تا کہ ہم

اپنے پیٹ کو جانوروں کا قبرستان نہ بنائیں اور اس لئے بھی کہ کھانے کی لذت حلق سے آگے نہیں جاسکتی، پھر اپنا ہاتھ الماری کی طرف بڑھایا اور اس میں سے ایک آدمی کی کھوپڑی نکال کر سامنے رکھی اور کہا: اے ذوالقرنین! تو جانتا ہے کہ یہ کون تھا؟ ذوالقرنین نے منفی میں جواب تو بولا: اس کھوپڑی والا ایک بادشاہ تھا اور اپنی رعایا پر بہت ظلم کرتا تھا، کمزوروں کو ستایا کرتا تھا اور اپنی زندگی دنیاوی مال و دولت کے حصول میں گذارتا تھا، پس اللہ تعالیٰ نے اس کی روح کو قبض کرلیا اور آگ کو اس کا ٹھکانہ بنادیا اور یہ اس کی کھوپڑی ہے، اس نے پھر ہاتھ لمبا کیا اور ایک انسان کی کھوپڑی اس کے سامنے رکھی اور کہا: تو اسے جانتا ہے؟ ذوالقرنین نے بدستور منفی میں جواب دیا تو سردار نے کہا: یہ ایک انصاف پسند بادشاہ تھا اور اپنی رعایا پر شفیق تھا اور اہل مملکت سے محبت کرنے والا تھا: اللہ تعالیٰ نے اس کی روح کو قبض کیا، اس کو جنت میں ٹھکانہ دیا اور اس کے درجہ کو بلند فرمایا، پھر اس نے اپنا ہاتھ ذوالقرنین کے سر پر رکھ کر کہا: یہ بھی ان دونوں کھوپڑیوں میں سے ایک بننے والا ہے، یہ سن کر ذوالقرنین زوردار انداز میں رویا اور اس کو گلے سے لگایا اور کہا: اگر آپ میری رفاقت کو پسند کریں تو میں اپنی وزارت آپ کے حوالہ کردوں گا اور اپنی بادشاہت میں آپ کو حصہ دوں گا، اس سردار نے کہا: دور ہٹ جاؤ! مجھے اس چیز میں کوئی رغبت نہیں، ذوالقرنین نے اس کی وجہ پوچھی تو کہا: کیونکہ ساری مخلوق مال و مملکت کی وجہ سے تیری دشمن ہے اور یہ سب لوگ میری قناعت اور بے نیازی کی وجہ سے میرے دوست ہیں۔ (موت کے سبق آموز واقعات ۲۸)

مراقبۂ موت اور حضرت تھانویؒ

حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ موت کا مراقبہ کیا کرو، موت کے مراقبے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی موت کا تصور جمایا کرو، اس کا طریقہ بھی ذکر فرمایا، وہ یہ کہ روزانہ کسی وقت (مثلاً رات کو لیٹتے وقت یا صبح اٹھنے کے وقت یا کسی فرصت کے وقت) دو چار منٹ اپنی موت کا تصور کیا کرو (تین چار منٹ بھی بہت ہیں، اس لئے کہ تصور کی رفتار بہت تیز ہے، اس کے برابر کوئی رفتار ابھی تک دریافت نہیں ہوئی، روشنی کی رفتار سے بھی زیادہ تیز ہے) اور تصور اس طرح کرو کہ یہ سوچو کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے، جب میری موت قریب ہوگی، میرے رشتہ دار عزیز واقارب بہن بھائی ماں باپ بیوی بچے میری زندگی سے مایوس ہو چکے ہوں گے اور وہ بے کسی کے عالم میں مجھے دیکھ کر رو رہے ہوں گے، اسی حالت میں میری روح نکال لی جائے گی، ملک الموت میری روح کو میرے جسم کے ریشے ریشے سے نکالیں گے، پورے گھر میں ایک سوگ ہوگا، لوگوں کو اطلاع دی جائے گی، نہلانے والے غسل دیں گے، پھر کفن دیا جائے گا، کفن میں لپیٹ کر میرا جنازہ اٹھایا جائے گا، جس طرح اب تک میں دوسرے جنازوں کو کندھے دیتا رہا ہوں، اسی طرح آج دوسرے لوگ میرے جنازے کو بھی کندھا دے رہے ہوں گے میرے بھائی، میرے والد، میرے بیٹے، میرے دوست، میرے عزیز واقارب سب مجھے کندھوں پر لے آرہے ہوں گے، نماز جنازہ ہوگی، پھر مجھے اس گڑھے میں لے جایا جائے گا،

جو میرے انتظار میں ہے، وہ مجھے لٹا کر اور منوں مٹی میرے اوپر ڈال کر واپس چلے جائیں گے، اس کے بعد میں ہوں گا، میری قبر ہوگی اور میرا عمل ہوگا، جیسا عمل ہوگا ویسے وہ قبر میرے لئے ہو جائے گی۔

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیبؒ فرماتے ہیں کہ ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ حق تعالیٰ نے آدم علیہ کی ساری اولاد کو ملائکہ علیہم السلام کے سامنے پیش کیا، اربوں کھربوں انسان جو قیامت تک آنے والے ہیں، ملائکہ نے انہیں دیکھ کر عرض کیا یا اللہ! یہ زمین میں سمائیں گے کیسے؟ (یہ تو تین ارب ہو جائیں گے، تو اسی وقت کہیں گے کہ نسبندی کرو اور فیملی پلاننگ کرو ایک طوفان برپا ہے، اگر وہ پچاس ارب ہو جائیں تو زمین کا کیا حشر ہوگا؟) تو ملائکہ کو یہ خلجان گذرا کہ یہ زمین میں کیسے سمائیں گے؟

حق تعالیٰ نے کہا کہ موت مسلط کردوں گا، آئیں گے بھی، زمین خالی ہوتی رہے گی، اگلے آتے رہیں گے، پچھلے جاتے رہیں گے، تو میں نے موت کا سلسلہ قائم کیا، تاکہ جانے والے جائیں، اور آنے والے خالی جگہ آکر بستے جائیں۔

اس پر ملائکہ نے عرض کیا جب موت مسلط ہوگی، تو ہر وقت موت کی فکر لاحق ہوگی، ان کی زندگی تلخ ہو جائے، نظام دنیا کیسے چلے گا؟ ہر وقت موت کی فکر میں غرق رہیں گے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ میں ان پر امیدیں مسلط کردوں گا۔ (موت کی تیاری کیسے کریں: ۱۵۷)

حضرت بہلولؒ کا نصیحت آموز واقعہ

ایک بزرگ گذرے ہیں حضرت بہلولؒ مجذوب قسم کے بزرگ تھے، بادشاہ ہارون رشید کا زمانہ تھا، ہارون رشید حضرت مجذوب سے ہنسی مذاق کرتا رہتا تھا، اگرچہ وہ مجذوب تھے، لیکن بڑی حکیمانہ باتیں کیا کرتے تھے، ہارون رشید نے اپنے درباریوں سے کہہ دیا تھا کہ جب یہ مجذوب میرے پاس ملاقات کے لئے آنا چاہیں، تو ان کو آنے دیا جائے، ان کو روکا نہ جائے، چنانچہ جب ان کا دل چاہتا دربار میں پہنچ جاتے، ایک دن یہ دربار میں آئے، اس وقت ہارون کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، ہارون رشید نے حضرت مجذوب کو چھیڑتے ہوئے کہا کہ بہلول صاحب آپ سے میری ایک گذارش ہے۔

بہلولؒ نے پوچھا کیا ہے؟

ہارون رشید نے کہا کہ میں آپ کو یہ چھڑی بطور امانت کے دیتا ہوں اور دنیا کے اندر آپ کو اپنے سے زیادہ کوئی بیوقوف آدمی ملے، اس کو یہ چھڑی میری طرف سے ہدیہ میں دینا۔

بہلولؒ نے کہا بہت اچھا، یہ کہہ کر چھڑی رکھ لی۔

بادشاہ نے بطور مذاق کے چھیڑ کی تھی اور بتانا یہ مقصود تھا کہ دنیا میں تم سے زیادہ بے وقوف کوئی نہیں ہے، بہرحال بہلول وہ چھڑی لیکر چلے گئے، اس واقعہ کو کئی سال گذر گئے ایک روز بہلولؒ کو یہ پتہ چلا کہ ہارون رشید بہت سخت بیمار ہیں اور بستر سے

لگے ہوئے ہیں اور علاج ہورہا ہے، لیکن کوئی فائدہ نہیں ہورہا ہے، یہ بہلولؒ مجذوب بادشاہ کی عیادت کے لئے پہنچ گئے اور پوچھا کہ امیر المؤمنین کیا حال ہے؟

بادشاہ نے جواب دیا کہ حال کیا پوچھتے ہوئے؟ سفر درپیش ہے۔

بہلول نے پوچھا کہاں کا سفر درپیش ہے؟

بادشاہ نے جواب دیا کہ آخرت کا سفر درپیش ہے، دنیا سے اب جارہا ہوں۔

بہلول نے سوال کیا کہ کتنے دن میں واپس آئیں گے؟

ہارون نے کہا کہ بھائی یہ آخرت کا سفر ہے، اس سے کوئی واپس نہیں آیا کرتا۔

بہلول نے کہا اچھا آپ واپس نہیں آئیں گے، تو آپ نے سفر کے راحت اور آرام کے انتظامات کے لئے کتنے لشکر اور فوجی آگے بھیجے ہیں؟

بادشاہ نے جواب میں کہا تم پھر بیوقی والی باتیں کررہے ہو، آخرت کے سفر میں کوئی ساتھ نہیں جایا کرتا، نہ باڈی گارڈ جاتا ہے، نہ لشکر، نہ فوج اور نہ سپاہی جاتا ہے، وہاں تو انسان تنہا ہی جاتا ہے۔

بہلولؒ نے کہا کہ اتنا لمبا سفر کہ وہاں سے واپس بھی نہیں آنا ہے، لیکن آپ نے کوئی فوج اور لشکر نہیں بھیجا، حالانکہ اس سے پہلے آپ کے جتنے سفر ہوتے تھے، اس میں انتظامات کے لئے آگے سفر کا سامان اور لشکر جایا کرتا تھا، اس سفر میں کیوں نہیں بھیجا؟

بادشاہ نے کہا کہ نہیں یہ سفر ایسا ہے کہ اس سفر میں کوئی لاؤلشکر اور فوج نہیں بھیجی جاتی۔

بہلولؒ نے کہا بادشاہ سلامت آپ کی ایک امانت بہت عرصے سے میرے پاس رکھی ہے، وہ ایک چھڑی ہے، آپ نے فرمایا تھا کہ مجھ سے زیادہ کوئی بے وقوف تمہیں ملے، تو اس کو دیدینا میں نے بہت تلاش کیا، لیکن مجھے اپنے سے زیادہ بیوقوف آپ کے علاوہ کوئی نہیں ملا، اس لئے کہ میں یہ دیکھا کرتا تھا کہ اگر آپ کا چھوٹا سا بھی سفر ہوتا تھا، تو مہینوں پہلے سے اس کی تیاری ہوا کرتی تھی، کھانے پینے کا سامان، خیمے، لاؤلشکر، باڈی گارڈ، سب کچھ پہلے سے بھیجا جاتا تھا اور اب یہ اتنا لمبا سفر جہاں سے واپس بھی نہیں آنا ہے، اس کے لئے کوئی تیاری نہیں ہے، آپ سے زیادہ دنیا میں کوئی بے وقوف نہیں ملا، لہٰذا آپ کی یہ امانت آپ کو واپس کرتا ہوں۔

یہ سن کر ہارون رشید رو پڑا اور کہا بہلول تم نے سچی بات کی، ساری عمر ہم تم کو بے وقوف سمجھتے رہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ حکمت کی بات تم نے ہی کہی، واقعتاً ہم نے اپنی عمر ضائع کردی اور اس آخرت کے سفر کی کوئی تیاری نہیں کی۔

درحقیقت حضرت بہلولؒ نے جو بات کہی، وہ حدیث ہی کی بات ہے، حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ" (ابن ماجہ: ۳۱۴، باب ذکر الموت)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عقلمند انسان وہ ہے، جو اپنے نفس کو قابو کرے اور نفس کی ہر خواہش کے پیچھے نہ چلے، بلکہ اس نفس کو اللہ کی مرضی کے تابع بنائے اور مرنے کے بعد کے لئے تیاری کرے، ایسا شخص عقلمند ہے، اگر یہ کام نہیں کرتا، تو وہ بے وقوف ہے، کہ ساری عمر فضولیات میں گنوادی، جس جگہ ہمیشہ رہنا ہے، وہاں کی کچھ تیاری نہیں کی۔ (موت کی تیاری کیسے کریں: ۴۴)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی نعمؒ کا آخرت کی تیاری کا طریقہ

ایک بہت بڑے بزرگ اور محدث گذرے ہیں، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی نعمؒ، ان کے زمانے میں ایک شخص کے دل میں یہ خیال آیا کہ میں مختلف محدثین علماء اور فقہاء اور بزرگان دین سے یہ سوال کروں، کہ اگر یہ پتہ چل جائے کہ کل آپ کی موت آنے والی ہے اور آپ کی زندگی کا صرف ایک دن باقی ہے، تو آپ وہ ایک دن کس طرح گذاریں گے؟ اور کن کاموں میں یہ دن گذاریں؟ سوال کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اس سوال کے جواب میں یہ بڑے بڑے محدثین، علماء، بزرگان دین بہترین کاموں کا ذکر کریں گے اور اور اس دن کو بہترین کاموں میں خرچ کریں گے، اس طرح مجھے بہترین کاموں کا پتہ چل جائے گا اور میں آئندہ اپنی زندگی میں وہ بہترین کام انجام دوں گا، اس خیال سے انہوں نے بہت سے بزرگوں سے یہ سوال کیا، اب اس سوال کے جواب میں کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ کہا۔

لیکن وہ شخص جب حضرت عبدالرحمٰن بن ابی نعمؒ کے پاس آیا اور یہ سوال کیا، تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں وہی کام کروں گا، جو روزانہ کرتا ہوں، اس لئے کہ میں نے پہلے دن سے اپنا نظام الاوقات اور اپنے معمولات اس خیال کو سامنے رکھ کر بنائے ہیں کہ شاید یہ دن میری زندگی کا آخری دن ہو اور آج مجھے موت آجائے، اس نظام الاوقات کے اندر اتنی گنجائش نہیں ہے کہ میں کسی اور عمل کا اضافہ کرسکوں، جو عمل روزانہ کرتا ہوں، آخری دن بھی وہی عمل کروں گا، یہ اس حدیث کا مصداق ہے ''مُوتُوا قَبلَ

اَنْ تَمُوْتُوْا ''(موت کی تیاری کرلوموت آنے سے پہلے)انہوں نے موت کا دھیان اوراس کا استحضار کر کے اپنی زندگی کواس طرح ڈھال لیا، کہ ہر وقت مرنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں، جب موت آنا چاہے آ جائے۔(موت کی تیاری کیسے کریں:۴۷)

حدیث شریف میں ہے''حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسِبُوْا ''اپنا حساب کرلیا کرو، قبل اس کے کہ تمہارا حساب کیا جائے، آخرت میں تمہارے ایک ایک عمل کا حساب لیا جائے گا۔(موت کی تیاری کیسے کریں:۴۷)

قریب المرگ کے احکام

جب کسی مریض پر علامات موت ظاہر ہونے لگیں تو مسنون یہ ہے کہ اس کا منہ قبلے کی طرف پھیر دیا جائے، اور وہ مریض داہنے پہلو پر لٹا دیا جائے، اور چت لٹانے میں بھی کچھ مضائقہ نہیں، اسی طرح پیر قبلہ کی طرف اگر ہوں تو یہ سب صورتیں اس وقت مسنون ہیں کہ مریض کو تکلیف نہ ہو اگر اس کو تکلیف ہو تو جس طرح اس کو آرام ملتا ہو اسی طرح اسکو لیٹا رہنے دیں۔ (علم الفقہ: ۲/۳۳۷)

علامات موت: موت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ پاؤں سست ڈھیلے ہو جاتے ہیں، کہ اگر کھڑے کریں تو کھڑے نہ ہو سکیں، ناک کا بانسا ٹیڑھا ہو جائے، کن پٹیاں بیٹھ جائیں۔

قریب المرگ کے پاس مستحب ہے کوئی شخص اس کے اعزا یا احباب وغیرہ میں سے اس کو تلقین کرے، تلقین کا مطلب یہ ہے کہ قریب المرگ کے پاس ''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُـحَـمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ '' پڑھا جائے تا کہ اس کا ذہن کسی قدر توحید کی طرف منتقل ہو جائے اور زبان ساتھ دے سکے تو زبان سے بھی کلمہ پڑھ کر اپنا ایمان تازہ کرلے اور اسی حالت پر دنیا سے رخصت ہو۔

تلقین کا طریقہ یہ ہے کہ مریض کے پاس بیٹھ کر اتنے جہر (اتنی آواز سے) کہ مریض سنے اور کلمہ پڑھے، جب مریض سنے گا تو وہ خود پڑھے گا مریض کو کلمہ پڑھنے کے لئے کہا نہ جائے کبھی سکرات میں سخت تکلیف ہوتی ہے، پس ممکن ہے کہ مریض تکلیف کی وجہ سے انکار کر دے اور جب مریض ایک مرتبہ کلمہ پڑھ لے تو تلقین بند کر دے، پھر اگر وہ دینی بات یا ذکر کرے تو کوئی حرج نہیں اور اگر دنیوی بات کرے

مثلاً استنجا کرنے کے لئے کہے یا کسی سے ملنے یا کچھ کھانے کو کہے تو دوبارہ تلقین کی جائے۔ (فیض مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ایک شخص تلقین کرنے لگا اور اس کی بہت کثرت کی تو انہوں نے فرمایا کہ جب میں نے ایک مرتبہ کلمہ پڑھ لیا تو جب تک میں دنیا کا کلام نہ کروں پہلا کلمہ ہی کافی ہے۔ (معارف مدنیہ: ۱۹۳/۳)

جان کنی کے وقت کلمۂ توحید کی تلقین

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقِنُوا مَوتَاکُم لَاۤ اِلٰہَ اَلَّا اللّٰہُ. (مسلم شریف: ۳۰۰/۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے مردوں کو (یعنی ان کو جو جان کنی کی حالت میں ہوں، جو مرنے کے قریب ہوں) لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو۔

قریب المرگ کے کے سامنے ''لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ'' کو پڑھتے رہنا تاکہ وہ بھی سن کر پڑھے، اور اگر پڑھ نہ سکے تو اپنے قلب وذہن کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی رحمت کی طرف مائل ومتوجہ کرلے۔

قریب المرگ کے پاس اچھی بات کہو

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ''قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِیْضَ اَوِالْمَیِّتَ فَقُولُوْا خَیْراً فَاِنَّ الْمَلٰئِکَۃُ یُؤْمِنُوْنَ عَلٰی مَاتَقُوْلُوْنَ. (مسلم شریف: ۳۰۰/۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جب مریض یا قریب المرگ کے پاس موجود ہوتو بھلائی کا کلمہ زبان سے نکالو، کیونکہ تم (بھلی یا بری دعا کی صورت میں) جو کچھ بھی بولتے ہو اس پر فرشتے آمین کہتے ہیں۔

وہ مریض جو قریب مرگ ہو، جان کنی کی حالت میں ہو، اس کے پاس ایسا کلمہ زبان سے نکالو جو خود اپنے لئے بھلائی کی اور مریض کے لئے شفاء کی دعا پر مشتمل ہو، اور اگر میت کے پاس موجود ہو تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کی دعا کرو۔

مریض کے پاس کوئی ایسی بات نہ کرو کہ اس کا دل دنیا کی طرف مائل ہو جائے کیونکہ یہ وقت دنیا سے جدائی اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں حاضری کا وقت ہے ایسے کام کرو اور ایسی باتیں کرو کہ دنیا سے دل پھر کر اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہو جائے اس لئے کہ مردے کی خیر خواہی اسی میں ہے، ایسے وقت بال بچوں کو سامنے لانا اور کوئی جس سے اس کو زیادہ محبت تھی اسے لانا اور ایسی باتیں کرنا کہ اس کا دل ان کی طرف متوجہ ہو جائے اور ان کی محبت اس کے دل میں سما جائے بہت بری بات ہے، دنیا کی محبت لیکر رخصت ہونا نعوذ باللہ بری موت ہے۔ (بہشتی زیور: ۱۰۹)

کلمہ طیبہ پر خاتمہ کی فضیلت

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ’’قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ آخِرُ کَلَامِہٖ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا آخری کلام یہ ہو ’’لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ‘‘ تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

جس شخص کی زندگی کا خاتمہ عقیدۂ توحید ورسالت پر ہو، بایں طور پر کہ اس دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے اخیر وقت میں پورا کلمہ طیبہ ''لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ'' پڑھے تو اس کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔ (مظاہر حق جدید:۲/۴۴۸)

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بچہ جب بولنے لگے تو اس کو ''لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ'' سکھاؤ اور جب کوئی مرنے لگے تو ''لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ'' سکھاؤ کیونکہ جس کا آخر کلام اور اول کلام ''لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ'' ہوگا اگر وہ ہزار برس تک زندہ رہ کر مرے گا تو کسی گناہ کے بارے میں سوال نہ کیا جائے گا۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

حضرت طلحہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر مرنے والا اس کو کہے تو اس کی روح بدن سے نکلتے وقت آرام پائے گی اور قیامت کے دن اس کے لئے نور ہوگا اور مرتے وقت موت کی سختی دور ہوگی اور اس کو وہ چیز دکھائی دے گی جس سے خوش ہو جائے گا وہ کلمہ ''لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ'' ہے۔ (قبر کے عبرتناک مناظر:۸۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے ملک الموت ایک مردے کے پاس آئے اور اس کے بدن کو پھاڑا، دیکھا کہ اس نے کوئی نیک عمل نہیں کیا ہے، پھر اس کے دل کو پھاڑا، اس میں بھی نیک عمل نہ پایا پھر اس کا منہ پھاڑا دیکھا کہ زبان ہلتی ہے اور ''لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ''' کہتی ہے پھر اس میت کو اللہ نے بخش دیا اس کلمہ کی برکت سے۔(قبر کے عبرتناک مناظر:۸۴)

سورۂ ''یٰسٓ'' پڑھنے کا حکم

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِقْرَءُ وا سُوْرَۃَ یٰسٓ عَلٰی مَوتَاکُمْ. (ابوداؤد:۱/۴۴۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے مرنے والوں پر سورہ ''یٰسٓ'' پڑھو۔

سورۂ یٰسٓ شریف قریب المرگ شخص کے پاس پڑھنا چاہئے، اس سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے آسانی کی جاتی ہے، اور چونکہ اس سورت میں توحید و رسالت کا اثبات اور احوال قیامت کا ذکر ہے، لہٰذا اس کی برکت سے خاتمہ بالخیر ہونے اور منکر نکیر کے سوالات میں آسانی ہونے کی قوی امید ہے۔(فیض مشکوٰۃ:۳/۳۶۱)

سورۂ ''یٰسٓ'' کا میت پر فائدہ

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس میت کے سرہانے سورۂ یٰس پڑھی جائے تو اللہ تعالیٰ اس پر موت کی سختی آسان کرتا ہے۔(احمد وابن ابی دنیا والدیلمی)

میت کے قریب خوشبو رکھنا: مریض کے پاس کوئی خوشبودار (اگربتی وغیرہ) میسر ہو تو اس کو جلا کر میت کے قریب رکھ دینا مستحب ہے۔(علم الفقہ:۲/۳۳۸)

روح نکل جانے کے بعد کا عمل

روح بدن سے نکلنے کے بعد اس کی آنکھیں نہایت نرمی اور آہستگی سے بند کردی جائیں اور اس کا منہ کسی کپڑے کی پٹی سے باندھ دیا جائے، اس طرح کہ وہ پٹی تھوڑی کے نیچے رکھی جائے اور سر پر لے جا کر اس کے دونوں کنارے باندھ دیئے جائیں اور اس کے اعضاء سیدھے کردیئے جائیں اور جوڑ نرم کردیئے جائیں اس طرح کہ ہر جوڑ کو اس کے منتہیٰ تک پہنچا کر کھینچ دیا جائے، پیروں کے انگوٹھے ملا کر کپڑے کی پٹی وغیرہ سے باندھ دیں اور پورے بدن کو ایک چادر وغیرہ سے ڈھانک دیا جائے۔

جب موت واقع ہو جائے تو یہ دعا پڑھیں

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِی فِی مُصِیْبَتِی وَاخْلُفْ لِی خَیْرً مِنْھَا. (ترمذی شریف)

ترجمہ: بے شک ہم اللہ کے لئے ہیں اور اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں، اے اللہ! میری مصیبت میں اجر دے اور اس کے عوض مجھے اچھا بدلہ عنایت فرمایا۔

آنکھیں بند کرنے والا آنکھ بند کرتے وقت یہ دعاء پڑھے "بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ یَسِّرْ عَلَیْہِ اَمْرَہٗ وَسَھِّلْ عَلَیْہِ مَابَعْدَہٗ وَاَسْعِدْہُ بِلِقَائِکَ وَاجْعَلْ مَاخَرَجَ اِلَیْہِ خَیْراً مِمَّا خَرَجَ عَنْہُ. (ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نام سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر، یہ عمل انجام دیتا ہوں، اے اللہ! اس میت پر اس کا معاملہ آسان فرما، اور اس پر بعد کے

حالات آسان فرما اور اور اس کو اپنی ملاقات سے مشرف فرما اور جہاں گیا ہے (یعنی آخرت) اس کو بہتر بنادے اس جگہ سے جہاں (یعنی دنیا) سے گیا ہے۔

جب کسی شخص کا انتقال ہوجائے تو اس کے پاس جنبی یعنی جس کو غسل کی حاجت ہے اور حیض ونفاس والی عورتیں نہ آئیں، نیز مرنے کے بعد جب تک میت کو غسل نہ دے دیا جائے اس کے پاس قرآن کریم نہ پڑھا جائے ایسا کرنا مکروہ ہے (اگر کسی دوسری جگہ، دوسرے کمرہ وغیرہ میں قرآن کریم پڑھنا چاہئے تو پڑھ سکتا ہے)۔ (کتاب المسائل:۲/۴۸)

میت کی آنکھیں بند کردی جائیں

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ "دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَبِی سَلَمَۃَ وَقَدْ شَقَّ بَصَرُہٗ فَاَغْمَضَہٗ ثُمَّ قَالَ اِنَّ الرُّوْحَ اِذَا قُبِضَ تَبِعَہُ الْبَصَرُ فَضَجَّ نَاسٌ مِنْ اَھْلِہٖ فَقَالَ لَاتَدْعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ اِلَّا بِخَیْرٍ فَاِنَّ الْمَلٰئِکَۃَ یُؤَمِّنُوْنَ عَلٰی مَاتَقُوْلُوْنَ ثُمَّ قَالَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَبِیْ سَلَمَۃَ وَارْفَعْ دَرَجَتَہٗ فِی الْمَھْدِیِّیْنَ وَاخْلُفْہُ فِیْ عَقِبِہٖ فِی الْغَابِرِیْنَ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَہٗ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ وَافْسَحْ لَہٗ فِیْ قَبْرِہٖ وَنَوِّرْ لَہٗ فِیْہِ. (مسلم شریف:۱/۳۰۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (میرے شوہر) ابوسلمہؓ کے پاس اس وقت پہنچے جب ان کی آنکھیں پتھرا گئی تھیں، (یعنی ان کی روح پرواز کرچکی تھی اور آنکھیں کھلی رہ گئیں تھیں) چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں کو بند کردیا، پھر فرمایا، جب روح قبض کی جاتی ہے تو اس کے ساتھ بینائی بھی جاتی رہتی ہے، (آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کی یہ بات سن کر) ان کے گھر کے لوگ (جب یہ سمجھے کہ ابوسلمہؓ چل بسے تو) چیخ چیخ کر رونے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان سے) فرمایا: دیکھو اپنے حق میں خیر و بھلائی کی دعا کرو، (یعنی واویلا نہ کرو اور رنج وصدمہ کے اظہار میں ایسی کوئی بات زبان سے نہ نکالو جو خود تمہارے حق میں بددعا ہو) کیونکہ تم (بھلی یا بری دعا کی صورت میں) جو بھی بات زبان سے نکالتے ہو اس پر فرشتے آمین کہتے ہیں، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا فرمائی: اے اللہ ابوسلمہؓ کی مغفرت فرما اور اپنے ہدایت یافتہ (جنتی) بندوں میں اسکا درجہ بلند فرمایا، اور اس کے پسماندگان کے لئے تو اس کا جانشین (کارساز ونگہبان) بن جا، اور اے رب العالمین ہماری اور اس کی (سب کی) مغفرت فرمادے اور اس کی قبر کو کشادگی عطا فرما اور قبر میں اس کو نور عطا فرمادے (یعنی اس کی قبر کو منور اور روشن کردے)۔

جب کسی شخص کا انتقال ہو تو میت کے گھر والوں یا میت کے پاس جو لوگ موجود ہوں ان کو یہ چاہیے کہ اگر میت کی آنکھیں کھلی ہو، تو فوراً بند کردیں، اور مرحوم کے حق میں دعاء مغفرت کریں۔ (مظاہر حق جدید: ۲/۴۴۸)

علامہ طیبیؒ نے لکھا ہے کہ جب روح قبض ہوتی ہے تو آنکھ کی روشنی بھی ساتھ ساتھ چلی جاتی ہے لہٰذا آنکھ کھلا رہنے میں اب کوئی فائدہ نہیں۔ (الدر المنضود: ۵:۲۱۹)

میت کو چادر سے ڈھانپ دیا جائے

جب کسی کا انتقال ہو جائے، تو پھر اس کی نعش کو چادر یا کسی کپڑے سے ڈھانک دینا چاہئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کو بھی ایک یمنی چادر سے ڈھانک دیا گیا تھا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ”اِنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ تُوُفِّی سُجِّیَ بِبُرْدِ حِبْرَۃٍ. (بخاری:۱/۱۶۶)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک حبری (یمنی) چادر سے ڈھانپ دیا گیا۔

میت کی تدفین میں جلدی کرنا چاہئے

حضرت حصین بن وحوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ”اِنَّ طَلْحَۃَ بْنَ الْبَرَآءِ مَرِضَ فَاَتَاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُہٗ فَقَالَ اِنِّی لَااَرٰی طَلْحَۃَ اِلَّا قَدْ حَدَثَ بِہِ الْمَوْتُ فَاٰذِنُوْنِی بِہٖ وَعَجِّلُوا فَاِنَّہٗ لَایَنْبَغِی لِجِیْفَۃِ مُسْلِمٍ اَنْ تُحْبَسَ بَیْنَ ظَھْرَانِیْ اَھْلِہٖ. (مشکوٰۃ شریف:۱۴۹، کتاب الجنائز)

حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان پر آثار موت ملاحظہ کیا تو ان کے قریبی لوگوں سے) فرمایا: میں محسوس کرتا ہوں کہ طلحہؓ کی موت کا وقت قریب آگیا ہے، تم مجھے ان کے فوت ہوجانے کی اطلاع کردینا (تاکہ میں آکر ان کی نماز جنازہ پڑھاؤں) اور (ان کی تجہیز وتکفین اور تدفین میں) جلدی کرنا کیونکہ کسی مسلمان میت کے لئے مناسب نہیں ہے کہ اس کو اس کے گھر والوں کے بیچ میں دیر تک روک رکھا جائے۔

جب کسی کی موت واقع ہوجائے تو اس کے دفن کرنے میں جلدی کرنی چاہئے، اس میں کسی خاص وجہ اور شرعی عذر کے بغیر تاخیر کرنا ٹھیک نہیں ہے، علماء لکھتے ہیں کہ میت کو دفن کرنے میں اگر دیر کریں تو میت کے بدبودار ہوجانے کا اندیشہ رہتا ہے

اورمیت میں جب بدبو پیدا ہوجاتی ہے، تو لوگوں میں اس کے تئیں اکراہ واحتراز کا رویہ ظاہر ہوتا ہے، جو اس (میت) کی حقارت اور بے عزتی کے مترادف ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مؤمن کو معظم ومکرم کیا ہے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تاکید کے ساتھ تجہیز وتکفین میں عجلت سے کام لینے پر ابھارا ہے۔ (مظاہر حق جدید:۲/۴۵۰)

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا عَلِيُّ ثَلاثٌ لَا تُؤَخِّرُهَا الصَّلٰوةُ اِذَا اَتَتْ وَالْجَنَازَةُ اِذَا حَضَرَتْ وَالْاَيِّمُ اِذَا وَجَدْتَ لَهَا كُفُوًا. (ترمذی شریف:۱/۴۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی تین کاموں میں دیر نہ کرو! (۱) نماز جب اس کا وقت آجائے، (۲) جنازہ جب تیار ہوجائے، (۳) بے نکاحی عورت جب اس کا کفوٴ تمہیں مل جائے۔

جنازہ جب آجائے تو اس میں تاخیر ہرگز نہیں کرنی چاہئے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر جنازہ طلوع، غروب، نیز استواء شمس کے وقت بھی آجائے تو بھی اسی وقت نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اور یہ نماز مکروہ نہیں ہوگی، لیکن اگر جنازہ وقت مکروہ سے پہلے آچکا ہے اور پھر تاخیر کے نتیجے میں مکروہ وقت میں ادا کی جارہی ہے، تو کراہت پیدا ہوجائے گی۔ (فیض مشکوٰۃ:۲/۵۲)

دفن کرنے میں تاخیر مت کرو

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ”قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَامَاتَ اَحَدُكُمْ فَلَاتَحْبِسُوْهُ وَاَسْرِعُوْ بِهٖ اِلٰى قَبْرِهٖ وَلْيُقْرَءْ عِنْدَ رَأْسِهٖ فَاتِحَةَ الْبَقَرَةِ وَعِنْدَ رِجْلَيْهِ بِخَاتِمَةِ الْبَقَرَةِ. (مشکوٰۃ شریف:۱۵۹)

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے، جب تمہارا کوئی آدمی مرجائے تو اس کو روکِ مت رکھو اور اس کو قبر تک پہنچانے میں جلدی کرو اور (دفن کے بعد) چاہئے کہ اس کے سرہانے سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات (الٓمٓ سے المفلحون تک) اور اس کے پائیں سورۂ بقرہ کی آخری آیات (آمن الرسول سے ختم سورہ تک) پڑھی جائیں۔

میت کے انتقال کے بعد اس کی آخری آرام گاہ تک پہنچانے میں بلاوجہ تاخیر نہ کرنا چاہئے، انتقال کے فوراً بعد ہی تجہیز وتکفین کے انتظامات شروع کردینا چاہئے۔

(فیض مشکوٰۃ:۴۳۰/۳)

○✡○

میت پر گریہ وبکا اور نوحہ وماتم

کسی کی موت پر اس کے اقارب اور اعزہ ومتعلقین کا رنجیدہ وغمگین ہونا اور اس کے نتیجہ میں آنکھوں سے آنسو بہنا اور اسی طرح بے اختیار گریہ کے دوسرے آثار کا ظاہر ہوجانا بالکل فطری بات ہے اور اس بات کی علامت ہے کہ اس آدمی کے دل میں محبت اور دردمندی کا جذبہ موجود ہے، جو انسانیت کا ایک قیمتی اور پسندیدہ عنصر ہے، اس لئے شریعت نے اس پر پابندی نہیں عائد کی، بلکہ ایک درجہ میں اس کی تحسین اور قدر افزائی کی ہے، لیکن نوحہ وماتم اختیاری اور غیر اختیاری طور پر رونے پیٹنے، گریبان پھاڑنا، سینہ کوبی کی سخت ممانعت فرمائی گئی ہے، اس سے میت کو تکلیف بھی پہنچتی ہے، اور اس عمل کو انجام دینے والے سے اللہ تعالیٰ ناراض بھی ہوتے ہیں، نیز اس لئے کہ یہ مقام عبدیت اور رضا بالقضا کے بالکل خلاف ہے، دوسرے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل وفہم کی جو بیش بہا نعمت عطا فرمائی ہے، اور حوادث کو انگیز کرنے کی جو خاص صلاحیت بخشی ہے، نوحہ وماتم اور رونا پیٹنا اس نعمت خداوندی کا گویا انکار ہے، نیز اس سے اپنے اور دوسروں کے رنج وغم میں اضافہ ہوتا ہے۔ (معارف الحدیث:۳/۲۷۲)

میت پر رونا

اعزہ واقربا اور متعلقین واحباب میں سے کسی کی موت پر رنجیدہ وغمگین ہوجانا ایک فطری بات ہے، پھر اس رنج وغم پر رو پڑنا، اشک بار ہوجانا بھی طبعی چیز ہے، اسی لئے شریعت کی نظر میں بھی اس کو برائی نہیں مانا گیا ہے، شرعی طور پر برائی اس رونے میں ہے جو نوحہ وماتم کے طور پر ہو، اس کی وضاحت علما اس طرح کرتے ہیں، کسی

کے مرنے پر اس طرح رونا جائز ہے جو چیخنے چلّانے اور نوحہ وماتم کے بغیر ہو، اور مکروہ (ناجائز) یہ ہے کہ چیخ چلائے، کہرام مچائے، خود بھی روئے اور اوروں کو بھی رلانے کے لئے مردہ کے حالات واوصاف بڑھا چڑھا کر بیان کیا جائے، جیسا کہ زمانۂ جاہلیت کے لوگوں کی عادت تھی، پس یہ (مردہ کے حالت واوصاف بڑھا چڑھا کر بطور ندبہ ونوحہ بیان کرنا) منع ہے، یہ منع نہیں ہے کہ کسی مردہ کے حقیقی حالات واوصاف اور اس کے واقعی محاسن وفضائل کا ذکر بطور استحسان کیا جائے، اور قبر پر آگ روشن کرنا وغیرہ یہ سب کام بالکل لغو بے ہودہ، باطل، اور اہل جاہلیت کے رسوم ورواج میں سے ہیں۔ (مظاہر حق جدید: ۵۲۲/۳)

سوگ منانا

کسی شخص کو کسی مصیبت (غمی) کے وقت تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں ہے، البتہ بیوہ کو اپنے شوہر کی وفات کے بعد زمانہ عدت میں سوگ کرنا یعنی زیب وزینت کو چھوڑے رکھنا جائز ہے بلکہ ضروری ہے۔ (مظاہر حق جدید: ۵۲۲/۳)

تعزیت کرنا

میت کے متعلقین کو تسکین وتسلی دینا اور صبر کے فضائل اور اس کے عظیم الشان اجر وثواب سنا کر ان کو صبر کی تلقین کرنا اور میت کے لئے دعائے مغفرت کرنا بڑا نیک کام ہے، اسی کو تعزیت کہتے ہیں، پس جس گھر میں غمی ہو ان کے یہاں تیسرے دن تک ایک بار جا کر تعزیت کرنا مستحب ہے، ایک بار تعزیت کر چکنے کے بعد دوبارہ

تعزیت کرنا مکروہ ہے، اسی طرح تین دن گزر جانے کے بعد تعزیت کرنا بھی مکروہ ہے، البتہ مصیبت زدہ یا تعزیت کرنے والا موجود نہ ہو (یا تعزیت کرنے والے کو علم نہ ہوسکا ہو) تو کوئی مضائقہ نہیں کہ جب ملے (یا جب معلوم ہو) جبھی تعزیت کرے، اور دفن کے بعد تعزیت کرنا دفن کے پہلے تعزیت کرنے سے افضل ہے، تاہم یہ اس صورت میں ہے جب پسماندگان میں غم وصدمہ کی شدت نہ دیکھے، اگر ان میں غم وصدمہ اور وحشت گریہ دیکھے تو دفن کے پہلے ہی تعزیت کرنا بہتر ہے۔ (مظاہر حق جدید: ۵۲۲/۲)

تعزیت میں کیا کہا جائے

مستحب یہ ہے کہ تعزیت کرنے والا جب میت کے گھر والوں (پسماندگان) تعزیت کرے تو اس طرح کے الفاظ کہے: اللہ تعالیٰ مرنے والے کی مغفرت فرمائے اس کے گناہوں کو معاف فرمائے، اس کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لے، اپنی رحمت کے سایہ میں رکھے، اور آپ پسماندگان کو اللہ تعالیٰ صبر جمیل کی دولت سے نوازے اور اس غم کی مصیبت پر آپ کو ثواب عطا فرمائے، نیز تعزیت کے موقع پر بہترین الفاظ یہ ہیں جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے ہیں: ’’اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلِلّٰہِ مَا اَعْطٰی وَکُلُّ شَیٔ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُسَمًّی ‘‘یعنی بے شک اللہ ہی کا تھا جو اس نے لے لیا اور اللہ ہی کا تھا جو اس نے عطا کیا تھا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر ایک چیز کی اجل (اس کی موت وفنا کا وقت) متعین ہے۔ (مظاہر حق جدید: ۵۲۳/۲)

میت کے گھر والوں کو کھانا بھیجنا

اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ کھانا پکا کر میت کے گھر والوں کے لئے بھیجا جائے، فتح القدیر میں ہے: جس گھر میں غمی ہو جائے اس کے ہمسایوں اور رشتہ داروں کے لئے مستحب ہے کہ اس قدر کھانا پکا کر میت کے گھر والوں کے لئے بھیجیں کہ وہ سب ایک دن و رات شکم سیر ہو کر کھا سکیں۔

میت کے گھر والوں کا لوگوں کے لئے کھانا تیار کرانا (جیسا کہ تیسرے دن تیجا، یا فاتحہ، سوم، کے نام پر ضیافت کا اہتمام کیا جاتا ہے) جائز نہیں ہے، چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ خاص تیسرے دن لوگوں کا (تعزیت اور فاتحہ کے نام پر) جمع ہونا اور کھانے پینے کے لئے تکلفات کرنا، میت کے وصیت کئے بغیر اس کا مال خرچ کرنا یہ سب کام ناجائز بلکہ بدعت ہے۔ (مظاہر حق جدید: ۵۲۴/۳)

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "قَالَ لَمَّا جَاءَ نَعْيُ جَعْفَرٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِصْنَعُوْا لآلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا فَقَدْ اَتَاهُمْ مَايَشْغَلُهُمْ. (ترمذی: ۱۹۵/۱، باب ماجاء فی الطعام یُفتح)

جب ان کے والد ماجد حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کیا جائے، وہ اس اطلاع کی وجہ سے ایسے حال میں ہیں کہ کھانے وغیرہ کی طرف توجہ نہ کر سکیں گے۔ (معارف الحدیث: ۲۷۶/۳)

میت کے گھر کھانا بھیجنا بہت اچھی بات ہے، مگر بعض جگہ لوگ اس میں طرح طرح کی خرابیوں میں مبتلا ہیں، جن کی اصلاح ضروری ہے، مثلاً بعض جگہ ادلہ بدلہ کا خیال رکھا جاتا ہے اور کھانا تک دیکھا جاتا ہے کہ جیسا ہم نے دیا تھا ویسا ہی ہے یا کم درجہ کا؟ قریبی رشتہ داروں کی موجودگی میں اگر دور کا رشتہ دار بھیجنا چاہے تو اسے معیوب سمجھا جاتا ہے، اور قریبی رشتہ دار اگر چہ تنگدست ہوں بدنامی کے خوف سے پر تکلف اور بڑھیا کھانا بھیجنا ضروری سمجھتے ہیں، اگر چہ اس کے لئے قرض لینا پڑے، یہ سب رسمیں خلاف شریعت ہیں جن سے بچنا چاہیے، کھانا بھیجنے میں بے تکلفی اور سادگی سے کام لینا چاہئے، جس عزیز کو توفیق ہو، جو بھی میسر ہو وہ کھانا بھیج دے؟ بعض لوگ دور کے رشتہ دار کو ہرگز بھیجنے نہیں دیتے یہ سب امور قابل اصلاح ہیں۔ (احکام میت:۲۱۹)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گریۂ چشم

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ”قَالَ دَخَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَبِیْ سَیْفِ نِ الْقَیْنِ وَکَانَ ظِئْرًا لِاِبْرَاھِیْمَ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِبْرَاھِیْمَ فَقَبَّلَہٗ وَشَمَّہٗ ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَیْہِ بَعْدَ ذٰلِکَ وَاِبْرَاھِیْمُ یَجُوْدُ بِنَفْسِہٖ فَجَعَلَتْ عَیْنَا رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ فَقَالَ لَہٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَاَنْتَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ یَا ابْنَ عَوْفٍ اِنَّھَا رَحْمَۃٌ ثُمَّ اَتْبَعَھَا بِاُخْرٰی فَقَالَ اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ یَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَایَرْضٰی رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِکَ یَا اِبْرَاھِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ. (بخاری شریف:۱/۲۶۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوسیف آہنگرؓ کے گھر گئے جو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند) ابراہیمؓ کے انّا تھے یعنی ابراہیم کی انا (دایہ) کے شوہر تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لختِ جگر ابراہیم کو (گود میں) اٹھالیا پھر ان کا بوسہ لیا (چوما) اوران کو سونگھا (یعنی ان کے رخسار پر ناک اور منہ کو رکھا جیسا کہ بچوں کو پیار کرتے وقت کیا جاتا ہے) اس کے (چند روز) بعد ہم تب ابوسیفؓ کے گھر گئے جب صاحبزادہ ابراہیمؓ دم چھوڑ رہے تھے، (یعنی نزع کی حالت میں تھے) پس (لختِ جگر کو اس حالت میں دیکھ کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عوف کے بیٹے! یہ تو رحمت یعنی شفقت اور نرم دلی ہے، پھر دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گریۂ چشم ظاہر ہوا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک آنکھیں آنسو بہارہی ہیں اور دل غمگین ہے، لیکن (زبان سے) ہم وہی کہتے ہیں (یعنی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ) جسے ہمارا رب پسند فرماتا ہے، اور اے (میرے لختِ جگر) ابراہیم! یقیناً ہم تیری جدائی سے غمگین ہیں۔ (مظاہر حق جدید: ۲/۵۲۵)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی (حضرت زینبؓ) نے (کسی کے ذریعہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہلا بھیجا کہ میرا بیٹا مرنے کے قریب ہے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے یہاں تشریف لے آئیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کے جواب میں کسی کو) بھیجا اور (کہا کہ زینبؓ کو) میرا اسلام پہنچانا اور (اس کی تسلی کے لئے

میری طرف سے) یہ کہنا کہ بیشک اللہ ہی کا تھا جو اس نے لے لیا، اور اللہ ہی کا تھا جو اس نے (اولاد وغیرہ کی صورت میں) عطا کیا تھا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر ایک کی اجل (اس کی موت وفنا کا وقت) معین ہے، پس (تمہارا بیٹا اس دنیا میں جتنی عمر لے کر آیا تھا اس کو پورا کر چکا ہے اب اس کی موت کا وقت معین آ گیا ہے تو) چاہئے کہ صبر وعزیمت کا دامن تھامو اور اللہ سے اس پر اجر وثواب کی درخواست کرو، صاحبزادی صاحبہؓ نے پھر کسی کو پاس بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم دے کر کہلایا کہ میرے پاس ضرور ہی تشریف لے آئیں، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (ان کے یہاں جانے کے لئے) کھڑے ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سعد بن عبادہ اور معاذ بن جبل اور ابی بن کعب اور زید بن ثابت اور دیگر صحابہؓ بھی تھے (جب صاحبزادی صاحبہؓ کے گھر پہنچے تو) اس بچہ (نواسہ) کو اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں دیا گیا، اس وقت بچہ کا دم اکھڑ رہا تھا (یعنی جان کنی کی حالت میں تھا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، حضرت سعدؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! یہ کیا ہے، کہ آپؐ رو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ رحمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھی ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم و مہربانی فرماتا ہے، جو رحم دل ہوتے ہیں۔ (مظاہر حق جدید: ۵۲۶/۲)

غم کا انسان پر اثر ہوتا ہے

فرحت ومسرت کی حالت پیش آئے تو خوشی وشادمانی کا اظہار ہونا چاہئے، اور اگر رنج وغم کی صورت پیش آئے تو رنج وغم کا اثر ظاہر ہونا چاہئے، یہی انسانیت

کا وصف وکمال بھی ہے اور اسی کا ثبوت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال وافعال سے ملتا ہے، نیز حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک رنج وغم والے حوادث سے رنجیدہ وغمگین ہوتا تھا، اور اس حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بھی بہتے تھے۔امام ربانی شیخ احمد فاروقی مجدد الف ثانیؒ نے اپنے ایک مکتوب میں لکھا ہے کہ ''ایک زمانہ میں میرے دل کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ اسباب مسرت سے مجھے مسرت نہیں ہوتی تھی، اور موجبات غم سے غم نہیں ہوتا تھا، میں اس زمانہ میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی نیت سے ایسے مواقع پر مسرت اور رنج وغم کو بہ تکلف اپنے پر طاری کیا کرتا تھا، اس کے بعد خدا کے فضل سے وہ کیفیت زائل ہوگئی، اور اب میرا یہ حال ہے کہ رنج وغم پہنچانے والے حوادث سے مجھے طبعی رنج وغم ہوتا ہے، اور اسی طرح خوشی اور مسرت والی باتوں سے مجھے طبعی خوشی اور مسرت ہوتی ہے۔ (معارف الحدیث:۲۷۶/۳)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ سعد بن عبادہ ایک بیماری میں مبتلا ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لئے ان کے یہاں آئے، عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص، عبداللہ بن مسعود بھی ساتھ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے پاس پہنچے تو ان کو سخت بیہوشی میں پایا (گویا وہ بے جان سے لگے) چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا ختم ہو چکے؟ صحابہؓ نے عرض کیا: نہیں یارسول اللہ! (ختم نہیں ہوئے ہیں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو (سعدؓ کی وہ شدت مرض دیکھ کر از راہ ترحم ومہربانی) رونا آ گیا، جب وہاں موجود صحابہؓ نے اللہ کے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے دیکھا تو وہ بھی رونے لگے، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو اچھی طرح سن لو! اللہ تعالیٰ آنکھوں کے آنسوں اور دل کے غمناک ہونے پر عذاب نہیں دیتا بلکہ زبان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا، اس پر یا تو عذاب دیتا ہے، یا رحم کرتا ہے، یعنی مصیبت و غمی کے وقت گریۂ چشم اور رنجیدگی دل پر تو حق تعالیٰ کی طرف سے کوئی گرفت اور سزا نہیں، کیونکہ اس پر بندہ کا اختیار اور قابو نہیں ہوتا، البتہ زبان کا معاملہ دوسرا ہے کہ اس وقت اگر زبان سے بَین اور واویلا کیا، یا حق جل مجدہ کی جناب میں ناشکری یا بے ادبی کے الفاظ نکالے تو اس پر سزا کا مستوجب ہوگا، اور اگر زبان سے ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن '' پڑھی اور صبر وحمد کے کلمات نکالے تو رحمت وثواب کا مستحق ہوگا۔ اور اس موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ بے شک میت پر اس کے گھر والوں کے رونے پیٹنے کی وجہ سے اس (میت) کو عذاب دیا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ، کتاب الجنائز، ۱۵۰، باب البکاء علی المیت)

رخساروں کو پیٹنے والا ہم میں سے نہیں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُیُوْبَ وَدَعَابِدَعْوَیٰ الْجَاھِلِیَّۃِ. (بخاری: ۱/۱۶۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص ہم (مسلمانوں) میں سے نہیں ہے جو (غمی میں) رخساروں کو پیٹے اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی پکار پکارے (یعنی روتے وقت زبان سے ایسے کلمات اور ایسی آواز نکالے جو شرعی طور پر جائز نہیں جیسے نوحہ، بَین (یعنی مردے کی خوبیاں بیان کرکے رونا اور رولانا) اور واویلا کرنا وغیرہ۔

رخساروں کو پیٹنا اور گریبان پھاڑنا، پگڑی یا ٹوپی کا سر سے اتار پھینکنا، اور سر پیٹنا سینہ کوبی کرنا اور بالوں کا بکھیرنا، نوچنا حاصل یہ ہے کہ اس طرح کی چیزیں اظہارِ غم کا وہ طریقہ ہے جو شریعت وسنت کے سراسر خلاف ہے اور سخت گناہ کا سبب ہے۔ (مظاہر حق جدید: ۲/۵۲۷)

چلا چلا کر رونا ممنوع ہے

حضرت ابو بردہ (عامر بن ابوموسیٰ اشعری التابعیؒ) سے روایت ہے کہ ''قَالَ أُغْمِيَ عَلٰى اَبِىْ مُوسىٰ فَاَقْبَلَتِ امْرَأَتُهٗ اُمُّ عَبْدِ اللّٰهِ تَصِيْحُ بِرَنَّهٖ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَلَمْ تَعْلَمِىْ وَكَانَ يُحَدِّ ثُهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَا بَرِئٌ مِّمَّنْ خَلَقَ وَصَلَقَ خَرَقَ. (مشکوۃ شریف: ۱۵۰)

حضرت ابو بردہؒ بیان کرتے ہیں کہ (میرے والد ماجد) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بے ہوش ہوگئے تو ان کی بی بی ام عبد اللہ نے چلا کر رونا شروع کردیا، پھر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ جب ہوش میں آئے (اور ان بی بی کو چلا کر روتے دیکھا) تو بولے کہ کیا تمہارے علم میں نہیں ہے؟ اور (راوی کہتے ہیں کہ اس وقت) حضرت ابوموسیٰؓ ان بی بی کے سامنے یہ حدیث بیان کرنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس شخص سے اپنی بیزاری ظاہر کرتا ہوں جو (غمی اور مصیبت کے وقت) اپنے سر کے بال منڈوائے اور چلا کر روئے اور اپنے کپڑے پھاڑے۔

میت پر نوحہ کرنا، بال وغیرہ منڈوانا یہ کافروں کا شعار ہے، مسلمانوں کو اس سے گریز کرنا چاہئے، لوگوں کو اس سے منع کرنا چاہئے، اور جو یہ عمل کرے اس سے

برأت کا اظہار کرنا چاہئے، چنانچہ ابوموسیٰؓ پر جب غشی طاری تھی، تو ان کی بیوی نے بیان کیا، ابوموسیٰ ہوش میں آتے ہی فرمایا کہ میں اس عمل سے بے زار ہوں جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے زار ہیں۔ (فیض مشکوٰۃ: ۲/ ۴۳۸)

نوحہ کا وبال

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ''قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعٌ فِي اُمَّتِي مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ لَايَتْرُكُوْنَهُنَّ الْفَخْرُ فِي الْاَحْسَابِ وَالطَّعْنُ فِي الْاَنْسَابِ وَالْاِسْتِسْقَاءِ بِالنُّجُوْمِ وَالنِّيَاحَةُ وَقَالَ اَلنَّائِحَةُ اِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّدِرْعٌ مِّنْ جَرَبٍ. (مسلم شریف: ۱/ ۳۰۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمانۂ جاہلیت کی چار چیزیں ایسی ہیں جن کو میری امت کے (بہت سے) لوگ نہیں چھوڑیں گے (۱) اپنے حسب پر فخر کرنا، اترانا (۲) نسب پر طعنہ دینا (۳) ستاروں کے ذریعہ بارش کی امید کرنا، (۴) نوحہ (بین) کرنا اور جان لو نوحہ کرنے والی عورت جب اپنے مرنے سے پہلے اس نے توبہ نہ کی ہو، قیامت کے دن (میدان حشر میں) اس حال میں کھڑی کی جائے گی کہ اس پر قَطِرَان کا کرتا اور جرب (خارش) کا قمیص ہوگا۔ (مظاہر حق جدید: ۲/ ۵۲۸)

نوحہ کرنا یعنی واویلا کرنا اور بین کرنا کہ جس میں آپ بھی رونے اور اوروں کو بھی رلانے کے لئے مردے کی خوبیاں بڑھا چڑھا کر بیان کی جاتی ہیں، مثلاً کوئی

یوں کہے ہائے ہائے فلاں! تجھ جیسا دلیر اور بہادر، یا تجھ جیسا سخی وفیاض انسان اب کہاں پایا جائے گا، اس طرح کے نوحہ کرنے سے گریز کرنا چاہئے، اس عمل سے توبہ کرنا چاہئے، اور اگر توبہ کی توفیق نہ ملی تو سخت سزاوار ہوں گے، نیز اگر اس سے توبہ کئے بغیر موت آ گئی تو اس کو گندھک میں ڈوبا ہوا قمیص پہنا جایائے گا، اور ایسا کرتا پہنا جائے گا جس سے سارے بدن میں خوب کھجلی ہوگی۔ (فیض مشکوٰۃ:۴۳۹/۳)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس پر نوحہ کیا جاتا ہے، تو اسکو نوحہ کئے جانے کی وجہ سے قیامت کے دن اس کو عذاب دیا جائے گا۔ (بخاری ومسلم)

نوحہ سے منع کرنے کا حکم

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ "اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخَذَ عَلَی النِّسَاءِ حِیْنَ بَایَعَھُنَّ، اَنْ لَّا یُنُحْنَ، فَقُلْنَ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ، اِنَّ نِسَاءً اَسْعَدْنَنَا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ أَفَنُسْعِدُھُنَّ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا اِسْعَادَفِی الْاِسْلَامِ. (نسائی شریف:۲۰۵/۱، کتاب الجنائز)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت عورتوں سے بیعت لی تو ان سے یہ بھی عہد لیا کہ وہ نوحہ نہیں کریں گی، تو عورتوں نے کہا: اللہ کے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کچھ عورتوں نے زمانہ جاہلیت میں (نوحہ کرنے میں) ہماری مدد کی ہے، تو کیا ہم ان کی مدد کریں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام میں (نوحہ پر) کوئی مدد نہیں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ (غزوہ موتہ میں) ابن حارثہؓ اور جعفرؓ اور ابن رواحہؓ (تینوں سرداران لشکر) کے شہید ہو جانے کی خبر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم (مسجد نبوی میں) بیٹھ گئے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر رنج وغم کا اثر نمایاں تھا اور میں دروازہ کی جھری یعنی دروازہ کی درزوں میں سے دیکھ رہی تھی، اتنے میں ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور بولا کہ جعفرؓ (کے گھر) کی عورتیں (یہ یہ کہہ رہی ہیں، یعنی) اس نے ان کے رونے پیٹنے کا ذکر کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو حکم دیا کہ وہ جا کر ان (عورتوں) کو اس (رونے پیٹنے) سے منع کرے، وہ شخص گیا اور دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور بتایا کہ عورتوں نے اس کا کہنا نہیں مانا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ جا کر ان کو منع کرے، وہ شخص پھر گیا اور ان عورتوں کو منع کیا اور انہوں نے نہ مانا تو وہ، پھر تیسری بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور بولا، اللہ کی قسم وہ (عورتیں) ہم پر غالب آئیں یا رسول اللہ! (یعنی وہ کسی طرح رونا پیٹنا نہیں چھوڑتیں اور میرے منع کرنے سے باز نہیں آتیں) حضرت عائشہؓ کا گمان ہے کہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے منہ پر مٹی ڈال! (اس کے بعد حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ) میں نے (اپنے دل میں اس شخص کو) کہا: اللہ تیری ناک خاک آلود کرے، تو نے اس کام کو انجام کیوں نہیں دیا جس کا حکم تجھ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا، اور تو نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی رنج وتکلیف دینے سے نہ چھوڑا۔ (بخاری شریف: ۱/۱۷۳)

غزوہ موتہ میں جب صحابہ کرام کی شہادت کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت رنج ہوا، علامہ طیبیؒ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رنج وغم کو پی رکھا تھا، لیکن پھر بھی کچھ اثرات چہرے پر ظاہر تھے، اصل بات یہ ہے کہ اظہار غم میں اعتدال ہی صراط مستقیم ہے اور یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے، اظہارغم اتنا زیادہ بھی نہ ہو کہ نوحہ وماتم بن جائے اور اتنی بے پرواہی بھی نہ ہو کہ قساوت قلبی کی دلیل سمجھی جائے۔ (فیض مشکوۃ: ۴۴۹/۳)

نوحہ کرنے سے شیطان گھر میں داخل ہوتا ہے

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ بیان فرماتی ہیں کہ جب (میرے پہلے شوہر) ابوسلمہؓ کا انتقال (یہاں مدینہ میں) ہوا تو میں نے (اپنے دل میں) کہا ابوسلمہؓ مسافر یعنی پردیسی تھے (کیونکہ ان کا اصل وطن مکہ تھا اور بطور مہاجر مدینہ میں مقیم تھے) اور غیر وطن میں تھے (کہ جہاں ایک اجنبی کی طرح رہتے تھے) لہٰذا میں ان پر ایسا رونا دھونا کروں گی کہ اس کا چرچا کیا جائے (یعنی لوگوں میں میرا نام روشن ہوگا کہ فلانی عورت اپنے شوہر کے مرنے پر ایسا روئی پیٹی کہ کوئی نہیں رویا پیٹا) چنانچہ میں نے ابوسلمہؓ پر رونے دھونے کی تیاری کرلی، پھر اچانک ایک عورت آ گئی جو (رونے دھونے میں) میرا ساتھ دینے کا ارادہ رکھتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اس کا ارادہ بھانپ کر) اس کے سامنے آئے اور فرمایا کیا تو یہ چاہتی ہے کہ اس گھر میں شیطان کو داخل کردے جس کو اللہ نے اس گھر میں سے

دومرتبہ باہر کیا، پس (حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنبیہ سن کر) رونے دھونے سے میں نے اپنے آپ کو روک لیا اور (اس طرح) نہیں روئی (جو برا ہے، گناہ ہے، یعنی چیخ پکار اور بین کے ساتھ)۔ (مسلم شریف:۱/۳۰۱)

بندہ جب ایمان لاتا ہے، یا نیک کام کرتا ہے، تو شیطان ذلیل ہو کر چلا جاتا ہے، اور جب معصیت کا ارتکاب کرتا ہے تو شیطان اس کے ساتھ ہو لیتا ہے، چونکہ میت پر نوحہ کرنا معصیت ہے، لہٰذا، ایسا کرنے والے شیطان کو اپنے گھر میں گھسنے کا موقع فراہم کرتے ہیں، اس عمل سے گریز کرنا چاہئے، تاکہ شیطان کے شرور وفتن سے گھر محفوظ رہے۔ (فیض مشکوٰۃ:۳/۴۵۰)

میت کو نوحہ سے تکلیف پہنچتی ہے

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ''قَالَ أُغْمِيَ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ فَجَعَلَتْ أُخْتُهُ عَمْرَةُ تَبْكِي وَاجَبَلَاهُ وَاكَذَا وَاكَذَا تُعَدِّدُ عَلَيْهِ فَقَالَ حِيْنَ اَفَاقَ مَاقُلْتِ شَيْئاً اِلَّا قِيْلَ لِيْ اَنْتَ كَذَالِكَ. (بخاری شریف:۲/۶۳۹، باب غزوۃ موتہ)

جب حضرت عبد اللہ بن رواحہ پر سکرات کے عالم میں غشی طاری ہوئی، تو ان کی بہن عمرہ نے رونا شروع کیا، اور اسے پہاڑ، اور ہائے میرے ایسے اور ہائے میرے ویسے کہہ کر رونے لگیں، جب عبد اللہ بن رواحہ کو ہوش آیا، تو انہوں نے فرمایا کہ تو جو کچھ بھی کہتی تھی اس پر مجھ سے کہا جاتا تھا کیا تم ایسے ہو؟

میت کے اوصاف بیان کر کے رونا منع ہے، اس سے میت کو تکلیف پہونچتی ہے، کیوں کہ اگر کوئی میت کے بڑھا چڑھا کر اوصاف بیان کر کے روتا ہے، تو فرشتے میت کے سینے پر مارتے ہیں، کہ کیا تمہارے اندر یہ اوصاف ہیں؟ اس سے بندہ کو ایک طرف جہاں سخت تکلیف ہوتی ہے وہیں بے حد شرمندگی بھی ہوتی ہے، عبداللہ بن رواحہ کے ساتھ ایک مرتبہ یہ معاملہ پیش آیا کہ وہ قریب المرگ ہو گئے، بہن یہ سمجھیں کہ وہ مر گئے، اور ان کے اوصاف بیان کر کے رونے لگیں، خلاف عادت حضرت عبداللہ بن رواحہ کی زندگی ہی میں فرشتوں نے ان کے نالہ کی وجہ سے پوچھ لیا کہ کیا تمہارے اندر یہ اوصاف ہیں، حضرت عبداللہ بن رواحہ جب غشی سے ہوش میں آئے تو انہوں نے اپنی بہن کو اپنے ساتھ پیش آمدہ معاملہ سے مطلع کیا اور نوحہ کرنے سے منع کیا چنانچہ جب غزوہ موتہ کے موقع پر شہید ہوئے تو ان کے گھر والے غمزدہ ضرور ہوئے لیکن زیادہ رونے سے گریز کیا۔ (فیض مشکوٰۃ:۳/۴۵۰)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جب کوئی مرنے والا مرتا ہے اور اس پر رونے والا کھڑا ہو کر کہتا ہے کہ ہائے میرے پہاڑ! ہائے میرے سردار! اور اسی طرح کے دوسرے الفاظ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس مردہ پر فرشتے مسلط کر دیتے ہیں، جو اس کے سینہ پر مکّا مار کر کہتے ہیں کہ کیا تو ایسا ہی تھا۔ (مشکوٰۃ شریف:۱۵۲، باب البکاء علی المیت)

آہستہ آواز سے رونا منع نہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں ''قَالَ مَاتَ مَيِّتٌ مِنْ آلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْتَمَعَ النِّسَاءُ يَبْكِيْنَ عَلَيْهِ فَقَامَ عُمَرُ

يَنْهَاهُنَّ وَيَطْرُدُهُنَّ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُنَّ يَاعُمَرُ فَإِنَّ الْعَيْنَ دَامِعَةٌ وَالْقَلْبَ مُصَابٌ وَالْعَهْدَ قَرِيبٌ. (نسائی شریف:۲۰۶/۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خانوادہ میں کسی کا انتقال ہوگیا، عورتیں رونے کے لیے جمع ہوگئیں، تو حضرت عمرؓ ان کو منع کرنے لگے، اوران کو بھگانے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر! ان عورتوں کو چھوڑ دو، اس لئے آنکھیں روتی ہیں، قلب رنجیدہ ہے، اورموت کے سانحہ کا زمانہ قریب ہے۔

کسی سانحہ کے پیش آنے کے وقت دل پر چوٹ لگنا اورآنکھوں سے آنسوں کا جاری ہونا فطری بات ہے، لہٰذا کسی کے انتقال پر رونا منع نہیں ہے، بلکہ واویلا کرنا، چیخنا، چلانا اورنوحہ وماتم کرنا منع ہے۔ (فیض مشکوۃ:۴۵۱/۳)

چیخ کر رونا شیطانی طریقہ ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا جب انتقال ہوگیا تو عورتیں رونے لگیں، اورحضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان پر اپنا کوڑا گھمانا شروع کردیا (تاکہ ان کو ذرا بھی نہ رونے دیں) مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ کو اپنے ہاتھ سے (پکڑکر) ہٹایا اور فرمایا عمر! نرمی وآہستگی اختیار کرو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے فرمایا: تم (روسکتی ہو، اگرچہ بے اختیار کچھ آواز بھی نکل جائے لیکن) شیطان کی چیخ پکار سے باز رہو (یعنی چلا چلا کر اور بیان کرکے ہرگز نہ رونا) پھر ارشاد فرمایا جو کچھ آنکھ سے ہے (یعنی آنسو کا بہنا) اور جو کچھ دل سے ہے (یعنی رنج وغم) وہ تو اللہ عزوجل کی

طرف سے ہے اور باعث رحمت ہے (یعنی آنکھ کے آنسو اور دل کا غم وہ چیزیں ہیں جو اللہ کو پسند ہیں اور اس رحمت کا ظہور میں جو قدرت نے ایک دوسرے کے لئے شفقت ومہربانی کی خاطر فطرت انسانی کو ودیعت کی ہے) اور جو کچھ ہاتھ سے ہو اور جو کچھ زبان سے ہو وہ شیطان کی طرف سے ہے۔ (مشکوۃ شریف:۱۵۲)

رخساروں کا پیٹنا چہرے کا نوچنا کپڑے کا پھاڑنا، اور بالوں کا نوچنا کھسوٹنا، چیخ پکار کے ساتھ رونا اور نوحہ کرنا، یا بے صبری وناشکری کے الفاظ زبان سے نکالنا اور ایسی باتیں کہنا جو حق تعالیٰ کو ناپسند ہوں، یہ چیزیں وہیں جو شیطان کے بہکانے سے صادر ہوتی ہیں، نیز یہ تمام چیزیں شیطان پسند کرتا ہے۔ (مظاہر حق جدید:۲/۵۴۴)

نوحہ کرنے والی اور نوحہ سننے والی پر لعنت

عَنْ اَبِی سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ النَّائِحَةَ وَالْمُسْتَمِعَةَ. (ابوداؤد شریف:۲/۴۴۶)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نوحہ کرنے والی عورت اور نوحہ سننے والی عورت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔

جو بھی نوحہ گری کو پیشہ بنائے اور میت کے اوصاف بیان کر کر کے روئے اور رلائے اور جو اس کو برضا ورغبت سنے اور پسند کرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق وہ رحمت خداوندی سے دور ہے، اور وہ ملعون ہے۔ (فیض مشکوۃ:۳/۴۴۱)

مؤمن کا شیوہ صبر و شکر

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَجَبٌ لِلْمُؤمِنِ اِنْ اَصَابَۃٌ خَیْرٌ حَمِدَ اللّٰہَ وَشَکَرَوَاِنْ اَصَابَتْہُ مُصِیْبَۃٌ حَمِدَ اللّٰہَ وَصَبَرَ فَالْمُوْمِنُ یُوْجَرُ فِی کُلِّ اَمْرِہٖ حَتّٰی فِی اللُّقْمَۃِ یَرْفَعُھَا اِلٰی فِی امْرَاتِہٖ. (مشکوٰۃ شریف:۱۵۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مؤمن کی عجیب شان ہے، جب اس کو خوشی نصیب ہوتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے اور اللہ کی حمد وثنا کرتا ہے اور اگر وہ کسی مصیبت کا شکار ہوتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتا ہے اور صبر کرتا ہے چنانچہ مؤمن کو اس کے ہر عمل کے عوض میں ثواب دیا جاتا ہے، حتی کہ اس کے اس لقمہ میں بھی جو اٹھا کر اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری امت کو جن عجیب وغریب امتیازات وانعامات سے نوازا ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مومن کے مباح کاموں پر بھی ثواب عطا کیا جاتا ہے اگر وہ خیر کی نیت کے ساتھ ان کاموں کو کرے، نیز اگر کوئی عمل حسن نیت کے ساتھ کرتا ہے تو وہ عبادت میں شمار ہوتا ہے، اور اس کو اپنے عمل پر ثواب ملتا ہے، حتی کہ بیوی سے اظہار محبت پر بھی مؤمن کو ثواب ملتا ہے۔ (مظاہر حق جدید:۵۳۳/۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اپنے ایمان والے بندے (یا بندی) کے کسی پیارے کو جب میں اٹھالوں پھر وہ ثواب کی امید میں صبر کرے تو میرے پاس اس کے لئے جنت کے سوا کوئی معاوضہ نہیں ہے۔ (بخاری شریف:۲/۹۵۰)

صبر کا ثمرہ (ایک سبق آموز واقعہ)

حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں ایک بار ایک قبرستان میں گیا اور ایک قبر کے پاس دو رکعت (اکثر قبرستان میں ایک چھوٹی سی مسجد نماز کے لئے بنی رہتی ہے اس میں نماز پڑھ کر میت کو ثواب پہنچاتے ہیں) نماز ہلکے طور سے پڑھ کر سو گیا اس قبر کے مردے نے کہا تم نے دو رکعت نماز پڑھی اور دل میں خیال کیا کہ بہت مختصر اور ہلکی پڑھی میں نے کہا ہاں انہوں نے کہا کہ تم لوگ عمل کرتے ہو، لیکن اس کی فضیلت نہیں جانتے اور ہم لوگ فضیلت جانتے ہیں لیکن عمل نہیں کر سکتے اگر تمہاری نماز کے مثل ہم لوگ دو رکعت پڑھ سکتے تو یہ نماز ہمارے حق میں تمام دنیا سے افضل اور بہتر ہوتی پھر میں نے پوچھا کہ اس قبرستان میں کون لوگ ہیں کہا کل مسلمان ہیں اور سب نیک وکار ہیں میں نے پوچھا سب سے افضل کون ہے ایک قبر کی طرف اشارہ کیا میں نے اپنے دل میں کہا یا اللہ اس مردے کو ظاہر کرتا کہ میں اس سے بات کروں، قبر شک ہوئی ایک نوجوان نکلا (یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی بعید نہیں، کلام مجید میں اصحاب کہف اور عزیر علیہ السلام کا قصہ یاد کرلیا جائے) میں نے پوچھا تم ان سب میں افضل ہو؟ کہا ہاں یہ لوگ ایسا ہی کہتے ہیں میں نے پوچھا کس

عمل کی بدولت تم نے ایسا درجہ پایا تمہاری عمر کم ہے، یہ گمان نہیں ہوتا کہ حج اور عمرہ اور جہاد اور دوسرے اعمال کے زیادہ کرنے سے تم کو یہ درجہ ملا ہوگا، جواب دیا کہ مجھ پر مصیبتیں بہت نازل ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے مجھ کو صبر کی توفیق عطا فرمائی جس کے سبب سے مجھ کو یہ مرتبہ ملا۔ (قبر کے عبرتناک مناظر:۲۶۹)

اصل صبر صدمہ کے شروع میں

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ یَا ابْنَ آدَمَ اِنْ صَبَرْتَ وَاحْتَسَبْتَ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلیٰ لَمْ اَرْضَ لَکَ ثَوَابًا دُوْنَ الْجَنَّةِ. (ابن ماجہ شریف:۱/۱۱۴)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ (حدیث قدسی میں) فرماتا ہے کہ اے آدم کے بیٹے! تو (مصیبت پہنچنے پر) اگر صبر کرے اور صدمہ (غمی) کے اول وہلہ میں (یعنی شروع ہی میں رضا بہ قضا کا دامن تھام کر) طالب ثواب ہو جائے تو میں تیرے لئے جنت سے کم کے ثواب کو پسند نہیں کرتا، یعنی میں تیرے اس صبر واحتساب کے بدلے میں تجھے جنت میں ضرور ہی داخل کروں گا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون کی فضیلت

عَنِ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَامِنْ مُسْلِمٍ وَلَا مُسْلِمَةٍ یُّصَابُ بِمُصِیْبَةٍ فَیَذْکُرُھَا وَاِنْ طَالَ عَھْدُھَا فَیُحْدِثُ

لِـذٰلِکَ اسْتِـرْجَـاعاً اِلَّا جَدَّدَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ لَهٗ عِنْدَ ذٰلِکَ فَاَعْطَاهُ مِثْلَ اَجْرِهَا یَومَ اُصِیْبَ بِهَا. (مشکوٰۃ شریف:۱۵۳)

حضرت سیدنا حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان مرد یا مسلمان عورت کو کوئی مصیبت پہنچی ہو اور اس پر طویل زمانہ گذر جانے کے باوجود جب بھی وہ (مسلمان مرد یا عورت) اس مصیبت کے یاد آنے پر ’’اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ‘‘ پڑھے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس (پڑھنے کے) وقت پھر نئے سرے سے ثواب عطا فرماتا ہے، پس اس کو اس وقت وہی ثواب عطا فرماتا ہے، جو ثواب اس مصیبت کے پہنچنے کے دن (صبر کرنے اور اس کے پڑھنے پر شروع میں) عطا کیا تھا (مطلب یہ کہ جو بھی مسلمان غمی وغیرہ کی صورت میں کسی سانحہ اور مصیبت کے پیش آنے پر شروع ہی میں صبر کا دامن تھام لیتا ہے اور ’’اِنَّـا لِـلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ‘‘ پڑھ کر زبان سے صبر اور رضا بہ قضا کا اظہار کرتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ اس کو جو ثواب عطا فرماتا ہے وہی ثواب از سر نو اس کو تب تب ملتا ہے جب جب وہ اس سانحہ ومصیبت کے یاد آنے پر ’’اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ‘‘ پڑھتا ہے اگرچہ اس سانحہ ومصیبت پر کتنا ہی طویل زمانہ گذر چکا ہو۔ (مظاہر حق جدید:۲/۵۴۹)

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا انْقَطَعَ شِسْعُ اَحَدِکُمْ فَلْیَسْتَرْجِعْ فَاِنَّهٗ مِنَ الْمَصَائِبِ. (مشکوٰۃ شریف:۱۵۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تم میں سے کسی کی جوتی کا ایک تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اس کو چاہئے کہ ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ'' پڑھے کیونکہ یہ (تسمہ کا ٹوٹ جانا) بھی مصائب میں سے ہے۔

مصیبت کے نزول کے وقت جب ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ'' پڑھا جاتا ہے تو گویا کہ صدق دل سے اسکا اعتراف ہوتا ہے کہ ہم اور ہمارے سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی ملک میں ہے، اور مالک حقیقی کو اپنی ملک میں ہر طرح کے تصرف کرنے کا اختیار ہے، اور ہم سب کو چونکہ اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، لہٰذا یہاں کا نقصان اللہ وہاں پورا کرے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر طرح کی مصیبت کے موقع پر اس کے پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے، لہٰذا چھوٹی سے چھوٹی مصیبت پر بھی اس دعا کا اہتمام کرنا چاہئے۔ (فیض مشکوۃ:۴۵۸/۳)

اولاد کی موت پر صبر کا انعام

حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ لِمَلٰئِکَتِہٖ قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِیْ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیَقُوْلُ قَبَضْتُمْ ثَمَرَۃَ فُؤَادِہٖ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیَقُوْلُ مَاذَا قَالَ عَبْدِیْ فَیَقُوْلُوْنَ حَمِدَکَ وَاسْتَرْجَعَ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ ابْنُوْ لِعَبْدِیْ بَیْتاً فِی الْجَنَّۃِ وَسَمُّوْہُ بَیْتَ الْحَمْدِ. (ترمذی شریف:۱۹۸/۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کسی مؤمن بندے کا فرزند مرجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ (حالانکہ خوب جانتا ہے، پھر بھی موت کے) اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے: تم میرے بندے کے فرزند کی روح قبض کر چکے؟ فرشتے عرض

کرتے ہیں: ہاں! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (کیا تمہیں احساس ہوا کہ) تم نے اس (بندے) کے دل کا پھل توڑلیا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: ہاں! پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بتاؤ میرے بندے نے (اپنے پارۂ قلب وجگر کی موت پر) کیا کہا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اس نے (صبر کا دامن تھام کر) تیری حمد کی اور ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ'' پڑھا اس پر اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے: میرے بندے کے لئے جنت میں ایک بڑا گھر (قصر) بنایا جائے اور اس کا نام بیت الحمد رکھا جائے۔

انسان کو جو کچھ ملا ہے وہ اللہ کی عطاء ہے، اگر اللہ تعالیٰ اپنی عطا میں سے کسی مصلحت کی وجہ سے کچھ لے لے، تو صبر کرنا چاہئے، تقدیر پر راضی رہنا اور صبر وشکر سے کام لینا چاہئے، اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی ہر ادائیں بہت پسند ہیں، چنانچہ ان پر بندوں کو خوب نوازتا ہے، اللہ تعالیٰ کی ایک نوازش یہ بھی ہے کہ اولاد کے انتقال پر جو اللہ تعالیٰ کی حمد کرے گا، اللہ اس کا جنت میں فرشتوں سے گھر تعمیر کروادیں گے، یہ محل اس کو خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے اور تقدیر پر راضی رہنے کی وجہ سے ہی ملتا ہے۔ (فیض مشکوٰۃ: ۳/۴۴۴)

صغرسنی میں مرنے والی اولاد والدین کے لئے ذخیرۂ آخرت!

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ '' قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ لَہٗ فَرَطَانِ مِنْ اُمَّتِی اَدْخَلَہُ اللّٰہُ بِھِمَا الْجَنَّۃَ فَقَالَتْ عَائِشَۃُ فَمَنْ کَانَ لَہٗ فَرَطٌ مِنْ اُمَّتِکَ قَالَ وَمَنْ کَانَ لَہٗ فَرَطٌ یَامُوَفَّقَۃُ فَقَالَتْ فَمَنْ لَمْ یَکُنْ لَہٗ فَرَطٌ مِنْ اُمَّتِکَ قَالَ فَاَنَا فَرَطُ اُمَّتِی لَنْ یُّصَابُوْا بِمِثْلِیْ. (ترمذی شریف: ۱/۲۰۴، کتاب الجنائز)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے جس کو دو فرط ہوں گے یعنی جس کے دو بچے صغر سنی (بچپن) میں مر گئے ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان دونوں کے سبب اس کو جنت میں داخل کرے گا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے (یہ سن کر) عرض کیا: اور آپ صلی اللہ علیہ کی امت میں سے جس کا ایک ہی فرط ہو، یعنی جس کا ایک بچہ صغر سنی میں مر گیا ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور جس کا ایک ہی فرط ہوگا اے موفقہ (وہ خاتون جس کا نیک ہونا ظاہر ہے)! (یہ بشارت اس کے حق میں بھی ہے) پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کی امت میں سے جس کا ایک بھی فرط نہ ہو (تو اس کا کیا ہوگا،؟) فرمایا پھر میں اپنی امت کا فرط ہوں گا (کیونکہ) میری (موت) جیسی کوئی مصیبت میری امت پر نہ پڑے گی۔

فرد اس کو کہتے ہیں کہ جو آگے بڑھ کر پہلے سے منزل پر جا کر اپنے لوگوں کے لئے کھانے پینے کے سامان اور دوسری ضروری چیزوں کا انتظام کرے، نیز حدیث میں فرط سے مراد وہ بیٹا ہے جو بالغ ہونے سے پہلے ماں باپ کے سامنے مر جائے، وہ اپنے ماں باپ سے پہلے آخرت میں پہنچ کر ان کے لئے جنت کی نعمتوں کا انتظام کرتا ہے۔ جو بچے ماں باپ کے سامنے صغر سنی میں اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں، وہ اگر چہ دنیا میں ماں باپ کو غمزدہ کر دیتے ہیں، لیکن آخرت میں وہی پیش خیمہ ثابت ہوں گے اور یہ ماں باپ کے لیے سفارش کریں گے، اور اپنے ماں باپ کے دخول جنت کا ذریعہ بنیں گے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس دنیا سے رخصت ہونا سب سے بڑا صدمہ ہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام امت کی سفارش کرنے والے بھی ہیں۔ (فیض مشکوٰۃ: ۳/۴۴۳)

بیٹوں اور چہیتوں کے مرنے پر صبر کا ثمرہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ’’قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَایَمُوْتُ لِمُسْلِمٍ ثَلٰثَۃٌ مِّنَ الْوَلَدِ فَیَلِجَ النَّارَ اِلَّا تَحِلَّۃَ الْقَسَمِ. (بخاری شریف:۱/۲۵۵، باب فضل من مات له ولد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس مسلمان کے تین بیٹے مرجائیں (اور وہ صبر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دے) تو وہ آگ تک نہ پہنچے گا مگر صرف قسم حلال کرنے کے لئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس مسلمان کے تین بیٹے اس (مسلمان باپ) کی زندگی میں وفات پائیں گے، اور وہ (مسلمان باپ) تسلیم ورضا (صبر) کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دے گا، تو اس کو بشارت دی جاتی ہے کہ اس کو دوزخ تک پہنچنے نہیں دیا جائے گا، سوائے اس بہت ہی مختصر عرصہ کے لئے جس میں اللہ تعالیٰ کی قسم پوری ہوجائے اور وہ بھی صرف پل پر سے گذارنے کی حد تک کہ جو اس کے لئے ضرر کا باعث نہ بنے گا، لہٰذا جس شخص کے تین یا اس سے زائد بچے فوت ہوئے اور اس نے صبر وضبط سے کام لیا تو یہ شخص جہنم میں داخل نہ ہوگا۔ (مظاہر حق جدید رفیض مشکوٰۃ)

بچپن میں مرنے والی اولاد کی مثال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ان سے کہا: میرا (چھوٹی عمر کا) بیٹا فوت ہوگیا، میں اس پر بہت غم زدہ ہوں، کیا تم نے اپنے خلیل

(خالص دوست، یعنی آنحضرت) صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے کوئی ایسی بات سنی ہے جو ہمارے مرے ہوؤں کے بارے میں دلوں کو خوش کردے، (یعنی اولاد میں سے چھٹ پن میں مرے ہوؤں کے بارے میں، کیا وہ آخرت میں کچھ کام آئیں گے) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہاہاں، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ مسلمانوں کے چھوٹی عمر کے (مرجانے والے) بچے جنت میں پانی کے چھوٹے جانوروں کی طرح ہوں گے، ان میں کا کوئی جب اپنے باپ کو پائے گا تو اس کا کنارہ پکڑے گا اور اس کو چھوڑے گا نہیں جب تک کی جنت میں داخل نہ کرالے گا۔ (مسلم شریف:۲/۳۳۰، کتاب البر والصلة)

بچپن میں مرجانے والے مسلمان بچے جنت کی لامحدود وسعتوں میں سیر کرتے پھرتے ہیں، وہ جنت میں جہاں بھی جانا چاہتے ہیں جاتے ہیں، کسی بھی جگہ جانے سے ان کو منع نہیں کیا جاتا جیسا کہ دنیا میں کم سن بچوں کو کسی گھر میں داخل ہونے سے منع نہیں کیا جاتا ہے۔ (مظاہرحق جدید:۲/۵۴۶)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ”قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَامِنْ مُسْلِمَیْنِ یُتَوَفّٰی لَھُمَا ثَلٰثَۃٌ اِلَّا اَدْخَلَھُمَا اللّٰہُ الْجَنَّۃَ بِفَضْلِ رَحْمَتِہٖ اِیَّاھُمَا فَقَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَوْاثْنَانِ قَالَ اَوْاثْنَانِ قَالُوْا اَوْ وَاحِدٌ قَالَ اَوْوَاحِدٌ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّ السِّقْطَ لَیَجُرُّ اُمَّہٗ بِسَرَرِہٖ اِلَی الْجَنَّۃِ اِذَا احْتَسَبَتْہُ. (ابن ماجہ شریف:۱۱۵،باب ماجاء اصیب بسقط)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن دو مسلمان (ماں اور باپ) کے سامنے ان کے تین بچے فوت ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضلِ رحمت سے ان دونوں (ماں باپ) کو جنت میں داخل کرے گا، (یہ سن کر) صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ بھی فرمادیجئے کہ یا دوارشاد ہوا ہاں یا ایک بھی، پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، کچا بچہ (یعنی وہ لڑکی یا لڑکا جس کا ماں کے بطن میں اپنی طبعی مدت گذرنے سے پہلے اسقاط ہو جائے) بھی اپنی ماں کو اپنی آنول نال کے ذریعہ کھینچتا ہوا جنت کی طرف لے جائے گا جبکہ اس (ماں) نے اس (بچہ سے محروم ہونے) پر صبر کیا ہو اور ثواب کی طالب ہوئی ہو۔

حالت حمل میں بچہ ماں سے ناف کے ذریعہ جوڑا رہتا ہے، اگر حالت حمل میں ہی بچہ ضائع ہو گیا، اور ماں نے اس پر صبر کیا تو یہ بچہ بھی ماں کو جنت میں لے جانے کا ذریعہ بنے گا۔ (فیض مشکوٰۃ:۴۵۶)

بچہ کی وفات جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ "قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَدَّمَ ثَلٰثَۃً مِنَ الْوَلَدِ لَمْ یَبْلُغُوْا الْحِنْثَ کَانُوْا لَہٗ حِصْنًا حَصِیْنًا مِنَ النَّارِ فَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ قَدَّمْتُ اثْنَیْنَ قَالَ وَاثْنَیْنَ قَالَ اُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ اَبُوْ الْمُنْذِرِ سَیِّدُ الْقُرَّاءِ قَدَّمْتُ وَاحِداً قَالَ وَوَاحِداً. (ترمذی شریف:۱/۲۰۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنی اولاد میں سے تین، جو

حد بلوغ کو نہ پہنچے تھے، آگے بھیجے ہوں (یعنی جس شخص کے تین خورد سال بچے اس کے سامنے مرگئے ہوں) تو وہ اس کے لئے دوزخ کی آگ سے بچاؤ کا مضبوط ومستحکم قلعہ ثابت ہوں گے (یہ سن کر) ابوذرؓ نے کہا: میں نے دو آگے بھیجے ہیں، ارشاد ہوا، اور دو بھی! ابی بن کعبؓ جن کی کنیت ابوالمنذر رہے اور سید القراء یعنی قاریوں کے سرداران کا لقب ہے، انہوں نے کہا: میں نے تو ایک ہی آگے بھیجا ہے، ارشاد ہوا اور ایک بھی (نارجہنم سے بچاؤ کا مضبوط مستحکم قلعہ ثابت ہوگا)۔

حضرت قرہ مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا کرتا تھا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی ہوتا تھا، (ایک روز) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: کیا تم اس سے محبت کرتے ہو، اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول اللہ! تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی طرح محبوب رکھے جس طرح میں اس بچے سے محبت کرتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ عرصہ تک اس بچہ کو نہیں دیکھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ فلاں کے بیٹے کو کیا ہوا؟ تو صحابہ نے بتایا کہ اس کا انتقال ہوگیا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم اس کو پسند نہیں کرتے ہو کہ جنت کے دروازوں میں سے کسی بھی دروازہ پر پہنچوں اور وہاں اپنے بیٹے کو منتظر پاؤں اس وقت ایک صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ اس شخص کے لئے خصوصی بشارت ہے یا ہم سب کے لئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب کے لئے ہے۔ (مشکوۃ شریف: ۱۵۳، باب البکاء علی المیت)

ناتمام بچہ کی والدین کے لئے شفارش

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ”قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ السَّقْطَ لَيُرَاغِمُ رَبَّهٗ اِذَا اَدْخَلَ اَبَوَيْهِ النَّارَ فَيُقَالُ اَيُّهَا السَّقْطُ الْمُرَاغِمُ رَبَّهٗ اَدْخِلْ اَبَوَيْكَ الْجَنَّةَ فَيَجُرُّهُمَا بِسَرَرِهٖ. (ابن ماجہ:۱۱۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ناتمام بچہ اپنے والدین کے دوزخ میں داخل ہونے کے وقت اپنے پروردگار سے جھگڑا کرے گا، اس وقت کہا جائے گا کہ اے اپنے رب کریم سے جھگڑنے والے ناتمام بچے اپنے والدین کو جنت میں داخل کردے تو وہ اپنی ناف کے ذریعہ سے کھینچ کر ان کو جنت میں داخل کرے گا۔

جو بچہ حالت حمل میں ضائع ہوجاتا ہے، وہ بچہ بھی ماں باپ کے لئے جہنم سے چھٹکارا اور دخول جنت کا ذریعہ بنے گا، یہ اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر بے حد مہربان ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے۔ (فیض مشکوٰۃ:۳/۴۵۷)

مردوں کی نیکیاں بیان کرو!

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ”قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اذْكُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ وَكُفُّوْا عَنْ مَسَاوِيْهِمْ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو لوگ تم میں مرچکے ہوں ان کی نیکیاں یاد کرو اور ان کی برائیاں ذکر کرنے سے خود کو روکو۔ (ترمذی شریف:۱/۱۹۸)

جو اچھے لوگ تمہارے درمیان سے اٹھ گئے ہیں اور اس دنیا سے رخصت ہو

چکے ہیں ان کی خوبیوں اور ان کی اچھی باتوں کو بیان کیا کرو کیونکہ اچھے لوگوں (صالحین) کا جب ذکر ہوتا ہے اوران کی خوبیاں بیان کی جاتی ہیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت اترتی ہے، نیز حدیث کے اندر یہ فرمان ہیکہ نیکیاں یادکرو، واضح رہے یہ امر (حکم) استحباب کے لئے ہے، مطلب یہ کہ اچھوں کی اچھائیاں بیان کرنا تمہارے لئے مستحب ہے، اس کے برعکس حدیث کے اندر یہ بیان کرنا برائیاں ذکر کرنے سے خود کو روکو، تو یہ حکم وجوب کے لئے ہے، مطلب یہ ہے کہ مرے ہوئے آدمی کی کوئی برائیاں یا اس کی کچھ بری باتیں تمہارے علم میں ہیں تو اس (برائی) کے ذکر کرنے اور ان (بری باتوں) کو بیان کرنے سے باز رہنا تم پر واجب ہے، کیونکہ یہ غیبت ہے اور حجۃ الاسلامؒ نے لکھا ہے کہ مردے کی غیبت زندہ کی غیبت سے زیادہ بری ہے، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ زندہ سے اس کی غیبت پر معافی مانگ لینا اور دنیا ہی میں اس سے معاف کرالینا ممکن ہے، جب کہ مردے سے معاف کرالینا ممکن نہیں۔ (مظاہر حق جدید: ۴۹۷)

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی نے ایک میت کو برائی کے ساتھ ذکر کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میت کا ذکر کرو تو بھلائی کے ساتھ ذکر کرو۔ (قبر کے عبرتناک مناظر: ۴/۲۷)

مردوں کو برا نہ کہو

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ''قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاتَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَاِنَّھُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰی

مَاقَدَّمُوْا. (بخاری شریف: ۱/۲۸۶، باب ماینھیٰ من سب الاموات)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مردوں کو برامت کہو کیوں کہ انہوں نے (اعمال کی صورت میں) جو کچھ آگے بھیجا وہ اس کے بدلہ کو پہنچ گئے۔

جولوگ مرچکے ہیں، اس دنیا میں اب موجود نہیں، ان کو لعن طعن مت کرو، ان کو گالیاں مت دو، اور ان کا ذکر برے الفاظ میں مت کرو، اگرچہ وہ تمہارے درمیان فاسق وفاجر کے طور پر ہی کیوں نہ پہنچانے جاتے رہے ہوں، یا اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں اس لئے کہ انہوں نے دنیا میں جو کچھ کیا اس کا بدلہ پانے کی جگہ پہنچ ہی گئے ہیں، اگر نیکوکار تھے اور انہوں نے اچھے اعمال کئے تھے تو اس کا ثواب پار ہے ہوں گے، اور اگر بدکار تھے، برے اعمال انہوں نے کئے تھے تو شاید اللہ تعالیٰ نے ان کو بخش دیا ہو، اور اگر نہ بخشا ہو تو اپنے کئے کی سزا میں خود ہی گرفتار ہوں گے، اب ان کی برائی بیان کرنے سے فائدہ کیا۔ نیز جس کا کفر پر مرنا یقینی طور پر معلوم ہو جیسے فرعون اور ابوجہل اور ابولہب وغیرہ تو اس کو برا کہنے اور اس کی برائی بیان کرنے میں مضایقہ نہیں۔

مجمع بحار الانوار (للفتنیؒ) میں ہے کہ تحذیر یعنی اوروں کو ڈرانے کے لئے (تاکہ وہ اپنے احوال درست کریں) فاسقوں اور کافروں کی برائی (ان کے مرنے کے بعد بھی) بیان کرنا درست ہے۔ (مظاہر حق جدید: ۴۸۹)

مؤمن کی روح کا اعزام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریب المرگ شخص کے پاس فرشتے آتے ہیں، اگر وہ شخص نیک ہوتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ اے پاک جان! جو کہ پاک بدن میں تھی باہر نکلو، اور اس طور پر کہ تیری تعریف کی گئی ہے، اور تیرے لئے راحت اور پاکیزہ روزی کی خوش خبری ہے، اور رب کریم کی ملاقات کی خوش خبری ہے، جو کہ ناراض نہیں ہے، یہ بات روح سے برابر کہی جاتی رہتی ہے یہاں تک کہ باہر نکل آتی ہے، پھر فرشتے اس کو آسمان کی طرف لے جاتے ہیں، اس کے لئے آسمان کا دروازہ کھولا جاتا ہے، اور سوال کیا جاتا ہے کہ آنے والا کون ہے؟ فرشتے کہتے ہیں کہ فلاں شخص ہے (یعنی فرشتے اس کا نام ونشان بتاتے ہیں) آسمان والے فرشتے کہتے ہیں کہ پاک جان کو خوش آمدید جو کہ پاک جسم میں تھی، داخل ہو اس طور پر کہ تیری تعریف کی گئی ہے، اور خوش ہو جاؤ اس بات سے کہ تیری لئے راحت اور پاکیزہ روزی ہے، اور رب کریم کی ملاقات کی خوش خبری ہے، جو کہ ناراض نہیں ہے یہ بات اس پاکیزہ روح سے کہی جاتی رہتی ہے، یہاں تک کہ وہ اس آسمان تک پہنچ جاتی ہے، جس میں اللہ ہے (جہاں اللہ کی خصوصی تجلیات اور عرش عظیم ہے) اور آدمی اگر برا ہوتا ہے، تو موت کا فرشتہ کہتا ہے کہ نکل اے بری اور ناپاک روح، جو کہ برے اور ناپاک جسم میں تھی، اس حال میں نکل کہ تو مذمت کے قابل ہے، تیرے لیے گرم پانی، پیپ، اور

اسی نوعیت کے دوسرے عذابوں کی اطلاع ہے، اور یہ بات برابر کہی جاتی رہتی ہے، یہاں تک کہ جان نکل جاتی ہے، پھر اس کو آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے، اس کے لئے آسمان کا دروازہ کھلوایا جاتا ہے، فرشتے پوچھتے ہیں کہ کون ہے؟ ان کو بتایا جاتا ہے کہ فلاں شخص ہے (یعنی اس کا نام ونشان بتایا جاتا ہے) آسمان کے فرشتے کہتے ہیں کہ اس بد اور ناپاک روح پر پھٹکار ہے جو کہ خبیث جس میں تھی، واپس چلی جا تیری مذمت کی گئی ہے، تیرے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے، چنانچہ وہ آسمان سے قبر میں لوٹ آتی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: ۱۴۱)

جس طرح مؤمن دنیا میں باعزت ہے اللہ کی نگاہ میں بھی قابل قدر ہے، اور آخرت میں اس کے لئے بے شمار نعمتوں کے وعدے ہیں اسی طرح عالم برزخ میں بھی اس کے لئے عزت وسربلندی ہے۔

غیر مؤمن فاسق وفاجر کی روح آسمان سے دھتکار دی جاتی ہے اور اس کو ہمیشہ کے لئے اَسْفَلُ السَّافِلِیْن (سب سے نیچے درجے) میں مقید ومحبوس کر دیا جاتا ہے، اس کے برخلاف مومن کی روح کا آسمانوں میں اعزاز واکرام کیا جاتا ہے، اس کو آزادی ہوتی ہے کہ وہ آسمان وزمین کے عالم ملکوت میں سیر کرتی ہے، جنت کے باغات میں سے جہاں چاہتی ہے میوے کھاتی ہے اور عرش کے نیچے قندیلوں کی طرف ٹھکانا لیتی ہیں، پھر اپنے جسم کے ساتھ بھی اس کا تعلق وارتباط کلی طور پر قائم رہتا ہے، اس طرح کہ وہ اپنی قبر میں قرآن کی تلاوت کرتا ہے، نماز پڑھتا ہے، چین سے رہتا ہے، دولہا کے سونے کی طرح سوتا ہے، اور اس کے مقام ومرتبہ کے اعتبار سے

جنت میں اس کے لئے جو منازل ودرجات تیار رکھے گئے ہیں ان کا نظارہ کرتا ہے۔ (مظاہر حق جدید:۲/۴۵۲)

مؤمن کی روح کا فرشتے استقبال کرتے ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مؤمن کی روح باہر نکلتی ہے، تو دو فرشتے اس کا استقبال کرتے ہیں، اور اس کو آسمان کی طرف لیجاتے ہیں، حضرت حماد کہتے ہیں کہ اس کے بعد ذکر کیا اس روح کی خوشبو کا یا مشک کا، راوی کہتے ہیں کہ اس وقت فرشتے کہتے ہیں کہ یہ پاک روح ہے جو کہ زمین سے آئی ہے تجھ پر اور اس بدن پر اللہ کی رحمت ہو جو تیری وجہ سے آباد تھا، پھر فرشتے اس روح کو اللہ تعالیٰ کی طرف لے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کو قیامت تک کے لئے لے جاؤ، راوی کہتے ہیں کہ جب کافر کی روح نکلتی ہے حماد کہتے ہیں کہ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یا حضرت ابو اہریرہؓ (یعنی راوی کو شک ہیکہ آپؐ نے فرمایا، یا ابو ہریرہؓ) نے اس روح کی بدبو اور اس کے لئے لعنتی ہونے کا ذکر کیا، اہل آسمان سے کہتے ہیں کہ یہ ایک ناپاک روح ہے جو کہ زمین کی طرف سے آئی ہے پھر کہا جاتا ہے کہ اس کو قیامت تک کے لئے لے جاؤ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس موقع پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک سے ناک بند کرکے اوڑھی، حضرت ابو ہریرہؓ نے اس طرح چادر اوڑھ کر دکھائی۔ (مشکوٰۃ شریف:۱۴۱)

جب مؤمن کی روح نکلتی ہے تو فضا معطر ہوجاتی ہے، اور فرشتے مؤمن کی روح کا استقبال کرتے ہیں اور قیامت تک کے لئے روح کو عالم برزخ میں اعزاز واکرام سے رکھتے ہیں، جبکہ کافر کی روح نکلتے ہی فضا میں بدبو پھیل جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے اللہ کے فرشتے بھی اس سے نفرت کرتے ہیں اور قیامت تک کے لئے عالم برزخ میں اس کو ذلت وسزا کے ساتھ رکھتے ہیں۔ (فیض مشکوٰۃ: ۳۶۵/۳)

مؤمن کی روح کے لئے خوش خبری

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مؤمن جب مرنے کے قریب ہوتا ہے تو رحمت کے فرشتے سفید ریشمی کپڑا (حریر) لے کر آتے ہیں اور (اس مومن کی روح سے) کہتے ہیں باہر آ (پھر چل اپنے رب کی طرف) اس حال میں کہ تو رب سے راضی اور رب تجھ سے راضی (اور چل) اللہ کی رحمت کی طرف اور رزق کریم کی طرف اور پروردگار کی طرف جو غضبناک نہیں ہے، چنانچہ روح (بدن سے) باہر نکلتی ہے اس طرح جیسے (نافہ سے) مشک کی خوشبو (نکلتی ہے) پھر فرشتے اس روح کو (حریر میں) لے کر (اس طرح اوپر جاتے ہیں کہ) ایک سے دوسرا لیتا رہتا ہے (یعنی اس روح کی تعظیم وتکریم کے طور پر ہاتھوں ہاتھ اس کو لے جاتے ہیں) یہاں تک کہ فرشتے اس روح کو لے کر آسمان کے دروازوں پر پہنچتے ہیں، تو (آسمان) کے فرشتے (ایک دوسرے سے) کہتے ہیں کیا خوب ہے یہ خوشبو جو زمین سے تم تک آئی ہے، پھر فرشتے اس روح کو مومنوں کی ارواح کے پاس لے جاتے ہیں (یعنی وہاں پہنچا دیتے ہیں جہاں

ارواحِ مومنین، اپنے اپنے مرتبہ ودرجہ کے مطابق، علّیّین میں یا جنت میں یا دروازۂ جنت پر، یا عرش کے نیچے رہتی ہیں) چنانچہ اس روح کے آنے کی وجہ سے ان روحوں کواس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے، جتنی کہ تم میں سے کسی کواپنے غائب کے آنے پر ہوتی ہے(یعنی جس طرح کوئی شخص جب دور دراز کے سفر سے واپس آتا ہے تو اس کے گھر والے بہت زیادہ خوش ہوتے ہیں، اسی طرح اس مومن کی روح کو جانے سے وہاں کی دوسری مومن روحوں کو بہت زیادہ خوشی ہوتی ہے) پھر وہ روحیں اس روح سے پوچھنے لگتی ہیں کہ فلاں نے کیا کیا اور فلاں نے کیا کیا (یعنی وہ روحیں دنیا میں اپنے جانے والوں میں سے جن کو چھوڑ کر موت کے بعد وہاں پہنچی ہیں ان میں سے ایک ایک کا نام لے کر ان کے احوال دریافت کرنے لگتی ہیں) پھر خود ہی (آپس میں) کہتی ہیں کہ (نہیں ابھی کچھ نہ پوچھو) اس کو چھوڑ دو کیونکہ یہ دنیا کے غم وآلام میں تھی (اب دنیا سے چھٹکارا پاکر آئی ہے تو ذرا اسے دم لے لینے دو، جب کچھ راحت پالے گی تب ہی کچھ دریافت کرنا) پھر یہ روح (راحت پانے کے بعد) کہتی ہے (تمہارے کہنے کے مطابق وہ مر چکا ہے، اور یہاں آیا نہیں ہے؟ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ بیشک اس کو اس کے ٹھکانے میں، کہ جو (دوزخ کی) دہکتی آگ ہے، لے جایا گیا ہے، اور کافر جب مرنے کے قریب ہوتا ہے تو عذاب کے فرشتے ایک ٹاٹ کا ٹکڑا لے کر اس کے پاس آتے ہیں اور (اس کی روح سے) کہتے ہیں نکل (پھر چل) اللہ عزوجل کے عذاب کی طرف اس حال میں کہ تو ناخوش اور تجھ پر غضبنا کی ہو، چنانچہ روح (بدن سے) اس طرح بدبودار نکلتی ہے جیسے مردار کی سخت ترین بدبو، یہاں تک کہ فرشتے جب اس روح کو (ٹاٹ کے ٹکڑے میں لپیٹ

کر) زمین کے دروازے پر لاتے ہیں تو (وہاں کے) فرشتے کہتے ہیں کس قدر بری ہے یہ بدبو، بالآخر اس روح کو کافروں کی روحوں کے پاس لے جاتے ہیں (یعنی سجین میں پہنچا دیتے ہیں جہاں کفار کی روحیں موجود ہیں۔ (نسائی شریف:۱ر۲۰۳)

اچھی اور بری روحوں کی تقسیم

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی شب مجھے اس جگہ لے جایا گیا جہاں انسانوں کی ارواح عروج کر کے پہنچتی ہیں، مخلوقات کو اتنا حسین کبھی نہیں دیکھا گیا، جتنا کہ میں نے میت کو دیکھا جب وہ اپنی نگاہ کو پھاڑ کر ٹکٹکی باندھ کر (اوپر) آسمان کی طرف دیکھ رہی ہوتی ہے، معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو (میت) کی یہ حالت سب سے زیادہ حیران کن نظر آئی اور فرمایا میں اور جبرائیل معراج کی رات جب آسمان میں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت آدمؑ وہاں پر ہیں اور اولاد مومنین کی ارواح کو فرشتے ان کے پاس لے جاتے ہیں تو وہ فرماتے ہیں یہ روح نیک کار اور پاک ہے اس کو علیین میں لے جاؤ، پھر بدکار کی اولاد کی ارواح ان کے پاس لے جاتے ہیں تو فرماتے ہیں یہ روح بدکار اور نجس ہے اس کو سجین میں لے جاؤ۔ (قبر کے عبرتناک مناظر:۲۴۵)

اقسام ارواح اور مقام ارواح

جاننا چاہئے کہ ارواح چار قسم کی ہیں: ایک ارواح انبیاء علیہم السلام کی، دوسری ارواح نیک مومنوں کی، تیسری ارواح بدکار مومنوں کی چوتھی ارواح کفار ومشرکین

کی، اور جاننا چاہئے کہ موت کے بعد جہاں ارواح رہتی ہیں اس جگہ کو سوائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرا نہیں جانتا اور نہ بیان کرسکتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں دونوں عالم کی سیر کی اور ارواح سے ملاقات کی اور اللہ تعالیٰ نے کتنی باتوں سے آپ کو آگاہ کیا اس واسطے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں جو کچھ بیان کیا ہے وہی حق ہے اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کو پیغمبر علیہ السلام سے سن کر بیان کیا ہے اپنی رائے کو دخل نہیں دیا ہے، اور جب کہ روح دنیا کی چیزوں کے مثل نہیں ہے، اور نہ دیکھنے میں آسکتی ہے، اس واسطے اس کو دنیا کی کسی چیز پر قیاس کرنا اور اندازہ لگانا نہایت غلطی ہے، جیسے کوئی شخص بھوک پیاس کو لکڑی پتھر پر قیاس کرے یا خوشی غمی کو درخت اور پہاڑ پر قیاس کرے، تو کہا جائے گا کہ یہ شخص جاہل اور بے عقل ہے جب یہ سب باتیں معلوم ہوگئیں، تو اب سمجھنا چاہئے کہ انسان نے دنیا میں رہ کر جیسے اعمال کیے ہیں اس کے موافق اس کی روح اپنے درجہ میں رکھی جاتی ہے بعض ارواح علیین کے اعلیٰ درجہ میں رہتی ہیں یہ پیغمبروں کی روحیں ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات میں ان لوگوں سے ملاقات کی ہے بعض ارواح کو سبز چڑیوں کی پیٹھ پر جگہ دی جاتی ہے یہ جنت میں رہتی ہیں اور جہاں چاہیں وہاں چلی جاتی ہیں یہ وہ شہید ہیں جو جہاد میں قتل کئے گئے اور ان پر کسی کا قرض نہیں ہے، اور جن پر کسی کا حق باقی رہ گیا ہے وہ جنت میں داخل ہونے سے محروم رکھے جائیں گے۔ (قبر کے عبرتناک مناظر (۲۴۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقروض کا جنازہ نہ پڑھایا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے وفات پائی اس پر کسی کے دو دینار قرض تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز جنازہ نہ پڑھی جب ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے اس کا قرض اپنے ذمہ لیا تو آپؐ نے نماز پڑھی پھر دوسرے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم نے قرض ادا کیا یا نہیں کہا ابھی کل تو وہ فوت ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگلے دن پھر پوچھا پھر ابوقتادہ نے کہا ادا کر دیا آپؐ نے فرمایا اب اس کی روح خوش ہوئی۔ (قبر عبرتناک مناظر:۲۵۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک جنازہ آیا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نماز پڑھیں آپؐ نے پوچھا کیا اس پر کسی کا قرض ہے لوگوں نے کہا ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی روح قرض کے قید میں ہے آسمان تک نہیں جاسکتی میری نماز سے اس کو فائدہ نہ پہنچے گا البتہ اگر کوئی اس کے قرض ادا کرنے کا ذمہ دار بنے تو میں نماز پڑھوں اور میری نماز اس کو نفع دے۔ (قبر عبرتناک مناظر:۲۵۸)

مؤمن کی روح قرض کی قید میں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَفْسُ الْمُؤمِنِ مُعَلَّقَۃٌ بِدَیْنِہٖ حَتّٰی یَقْضِی عَنْہُ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مومن کی روح مقید ہے اس کے قرض

میں (جب کوئی مؤمن مرااوراس کے ذمہ قرض تھااور وارثوں نے اس کا قرض ادانہ کیا تو) اس کی روح جنت میں نہ جائے گی جب تک اسکا قرض ادانہ کیا جائے گا۔

قرض کی وجہ سے میت عذاب میں چلی گئی

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ''اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ صَلاۃُ الصُّبۡحِ فَقَالَ اَھٰھُنَا اَحَدٌ مِنۡ بَنِی فَلانٍ فَاِنَّ صَاحِبَکُمۡ قَدۡ اُحۡتُبِسَ عِنۡدَبَابَ الۡجَنَّۃِ بِدَیۡنٍ عَلَیۡہِ فَاِنۡ شِئۡتُمۡ فَافۡدُوۡہُ وَاِنۡ شِئۡتُمۡ فَاَسۡلِمُوۡہُ اِلٰی عَذَابِ اللّٰہِ. (قبر عبرتناک مناظر:۲۵۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن نماز صبح کے بعد فرمایا فلاں قبیلہ کا کوئی آدمی یہاں موجود ہے اس کا مردہ قرض کی وجہ سے جنت کے دروازہ پر روکا گیا ہے اور وہ تمہارے قبضہ میں ہے اگر اس کا قرض ادا کرو گے تو اس کی نجات ہے ورنہ اس پر عذاب ہوگا۔

بغیر قرض اتارے جنت میں داخلہ مشکل

عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ : مَنۡ کَانَتۡ عِنۡدَہُ مَظۡلَمَۃٌ لِاَخِیۡہِ مِنۡ عِرۡضِہٖ اَوۡمَالِہٖ فَلۡیُؤَدِّھَا اِلَیۡہِ قَبۡلَ اَنۡ یَاتِیَ یَومَ الۡقِیَامَۃِ لَایُقۡبَلُ فِیۡہِ دِیۡنَارٌا وَلَادِرۡھَمٌ اِنۡ کَانَ لَہٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنۡہُ وَاُعۡطِیَ صَاحِبَہٗ،وَاِنۡ کَانَ لَمۡ یَکُنۡ لَہٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنۡ سَیِّئَاتِ صَاحِبِہٖ فَحُمِلَتۡ عَلَیۡہِ. (سنن الکبریٰ بیہقی: حدیث ۶۵۱۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کسی کے پاس اس کے بھائی کی ظلم (ناجائز) سے ماری ہوئی عزت یا

مال ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے بھائی کوادا کردے اس سے پہلے کہ وہ قیامت کے دن آئے اوراس سے کوئی درہم ودینار قبول نہ کیا جائے ،اگراس کے اعمال صالح ہوں گے تو وہ اس سے لے لیے جائیں گے اوراس کے ساتھی کودیے جائیں گے،اگراس کے پاس اعمال صالحہ نہیں ہوں گے تو اس کے گناہ لے کراس پرڈال دیے جائیں گے۔

حضرت شیبان بن حسنؒ کہتے ہیں کہ میرے باپ اورعبدالواحد جہاد کے واسطے گھر سے روانہ ہوئے راستہ میں ایک کنواں ملا جو چوڑا اور بہت گہرا تھا اس میں سے آواز بھنبھناہٹ کی آئی ان میں سے ایک آدمی کنوئیں میں اتراد یکھا کہ ایک شخص پانی کے اوپر تختہ پر بیٹھا ہے انہوں نے پوچھا تو کون ہے؟ جن ہے یا انسان ہے، کہا میں انسان ہوں پھر پوچھا تو یہاں کیوں بیٹھا ہے اس نے جواب دیا کہ میں شہر انطاکیہ کا رہنے والا ہوں، میں دنیا سے انتقال کر چکا ہوں مجھ پر قرض ہے اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ نے مجھ کو قید کیا ہے میرے لڑکے انطاکیہ میں ہیں انہوں نے مجھ کو اپنے دل سے بھلا دیا اور میرا قرض ادانہ کیا یہ سن کر وہ آدمی کنوئیں سے نکلا اور اپنے ساتھی سے کہا کہ چلو پہلے اس کا قرض ادا کریں اس کے بعد جہاد کریں گے،غرض کہ دونوں آدمی انطاکیہ کی طرف گئے اور قرض ادا کر کے لوٹے جب اس کنوئیں کے پاس آئے تو نہ کنواں دیکھا نہ کنوئیں کا کوئی نشان پایارات کو یہاں سورہے خواب میں وہ آدمی آیا کہنے لگا اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو نیک بدلہ دے کہ تم نے میرا قرض ادا کیا اب اللہ تعالیٰ نے مجھ کو جنت میں جگہ دی اور اجازت دی کہ میں جہاں چاہوں سیر کروں۔(قبر کے عبرتناک مناظر:۲۶۱)

موت کی سختی مسلمان کے لئے کفارہ ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا موت مؤمن کے لئے گناہ کا کفارہ ہے اور فرمایا جب مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے، کانٹا چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس تکلیف کو اس کے گناہ کا کفارہ کر دیتا ہے پس تم کیا گمان کرتے ہو، موت کی مصیبت کے بارے میں جس کی ایک ایک سختی تین سو بار تلوار مارنے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ (اخرجہ فی بیہقی شعب الایمان)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ''قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ حَبِّبِ الْمَوْتَ اِلٰی مَنْ یَّعْلَمُ اِنِّی رَسُوْلُکَ. (قبر کے عبرتناک مناظر ۵۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے اللہ جو شخص یہ مانتا ہو کہ میں تیرا رسول ہوں اس کو (یعنی ہر مسلمان کو) موت پیاری بنا دے (چونکہ اعمال حسنہ سے موت پیاری ہو جاتی ہے اس لئے حقیقت میں یہ دعا مؤمنین کے تحسین اعمال کے لئے ہوتی)

حضرت صفوان بن سلیمؒ فرماتے تھے کہ موت ہر مؤمن کے لئے دنیا کی تکالیف سے راحت کا سبب ہے چاہے وہ موت کتنی ہی تکالیف اور بے چینی کی کیوں نہ ہو۔ (قبر کے عبرتناک مناظر: ۵۳)

حضرت وہیب بن الورد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب میں کسی بندہ پر رحم کرنا چاہتا ہوں تو اس نے جس قدر گناہ کئے ہیں ان کے بدلے میں

اس کو بیمار کرتا ہوں اور اس کے گھر پر مصیبت نازل کرتا ہوں اور اس کی روزی تنگ کرتا ہوں تاکہ اس کے گناہ کا کفارہ ہو جائے، پھر اگر کچھ گناہ باقی رہ گئے تو موت کے وقت اس پر سختی کرتا ہوں یہاں تک کہ جب وہ میرے پاس آتا ہے تو گناہوں سے ایسا پاک اور صاف ہو کر آتا ہے کہ گویا اسی دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے، اور جب کسی بندہ کو میں عذاب میں مبتلا کرنا چاہتا ہوں تو اس نے جس قدر نیکی کی ہے سب کے بدلے اس کو تندرست کرتا ہوں اور اس کی روزی زیادہ کرتا ہوں اور اس کے گھر میں امن قائم کرتا ہوں پھر اگر کچھ نیکی باقی رہ گئی ہے تو موت کو اس پر آسان کرتا ہوں یہاں تک کہ جب وہ میرے پاس آتا ہے تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں رہتی کہ جس سے وہ دوزخ سے اپنے کو بچا سکے۔ (قبر کے عبرتناک مناظر:۶۹)

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مؤمن پر کچھ گناہ باقی رہ جاتا ہے جس کو نیک عمل کے سبب سے دفع نہ کر سکا تو موت کی سختی اس کو دفع کر کے جنت میں پہنچاتی ہے، اور جب کافر نیک کام کرتا ہے تو موت اس پر آسان کی جاتی ہے تاکہ اس کا بدلہ دنیا میں ہو جائے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہو۔ (قبر کے عبرتناک مناظر:۷۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کی شدت

عَنْ عَـائِشَةَ قَالَتْ مَارَأَيْتُ اَحداً اَلْوَجَعُ عَلَيْهِ اَشَدُّ مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . (بخاری شریف:۸۴۳/۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے بیماری کی سختی اتنی کسی پر نہیں دیکھی، جتنی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئی تھی۔

سب سے زیادہ مشکلات کا شکار حضرات انبیاء کرام ہوتے ہیں، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ''اَشَدُّ النَّاسِ بَلاءُ الْاَنْبِیَاءِ'' اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے سردار ہیں، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام نبیوں سے زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا بیماری اور تکالیف بھی مشکلات کا ایک حصہ ہیں اور یہ بھی تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہے ہیں۔(فیض مشکوٰۃ:۳۱۰)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ''قَالَتْ مَاتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ حَاقِنَتِیْ وَذَاقِنَتِی فَلَا اَکْرَہُ شِدَّۃَ الْمَوتِ لِاَحَدٍ اَبَداً بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. (بخاری شریف:۱/حدیث ۴۴۴۶، کتاب المغازی)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری ہنسلی اور ٹھوڑی کے درمیان (یعنی میرے حلق اور میرے سینہ کے درمیان) وفات پائی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم (پر موت کی سختی دیکھنے) کے بعد میں نے کبھی کسی کی موت کی سختی کو برا نہیں جانا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات جب ہوئی، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت شدید تکالیف لاحق ہوئیں اور آپ کو موت کی سختی سے دو چار ہونا پڑا، یہ سب اس وجہ سے ہوا، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب مزید بلند ہو جائیں، معلوم ہوا کہ موت کی سختی کا مطلب برا خاتمہ نہیں ہے۔ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے قبل یہ سمجھتی تھیں کہ موت کی سختی گناہوں کی وجہ سے ہوتی

ہے، لیکن جب موت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت کو دیکھا تو سمجھ لیا کہ کبھی کبھی موت کی سختی رفع درجات کے لئے ہوتی، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہوا ہے۔ (لہٰذا یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ جس پر موت کی سختی ہوتی وہ گناہ گار یا سوئے خاتمہ والا ہے اور جس پر موت کے وقت آسانی رہی وہ نیک اور حسن خاتمہ والا ہے، نزع کی سختی نیک بندے پر بھی آتی ہے)۔ (فیض مشکوٰۃ:۳/۳۱۱)

مؤمن اور منافق کی مثال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤمِنِ كَمَثَلِ الزَّرْعِ لَاتَزَالُ الرِّيْحُ تُمِيْلُهُ وَلَايَزَالُ الْمُؤمِنُ يُصِيْبُهُ الْبَلَاءُ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ شَجَرَةِ الْاَرْزَةِ لَاتَهْتَزُّ حَتّٰی تُسْتَحْصَدُ. (بخاری شریف:۲/۸۴۳، کتاب المرض)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مؤمن کی مثال کھیتی کی سی ہے کہ ہوائیں اس (کھیتی) کو برابر اِدھر اُدھر جھکاتی گراتی رہتی ہیں، اسی طرح مؤمن پر بھی برابر آفتیں آتی رہتی ہیں، اور منافق کی مثال صنوبر کے (تناور) درخت کی سی ہے کہ جو (اگرچہ ہواؤں کا اثر قبول کرکے (ادھر ادھر) جھکتا ہلتا نہیں ہے، مگر آخر کار جڑ سے اکھاڑ دیا جاتا ہے (یعنی جب کاٹنے کے لائق ہوجاتا ہے تو یکبارگی اس کو جڑ سے کاٹ اور نکال لیا جاتا ہے)۔

جس طرح تیز ہوا میں شاخ اِدھر اُدھر جھومتی رہتی ہے، اسی طرح مؤمن کے

حالات بھی بدلتے رہتے ہیں، کبھی خوشی ہے تو کبھی غمی، کبھی پریشانی ہے تو کبھی راحت اور اکثر ایام میں اکثر ایمان والے کسی نہ کسی دشواری کا شکار رہتے ہیں، جبکہ منافق کا معاملہ ایسا نہیں ہوتا ہے، وہ عام طور پر صنوبر درخت کی طرح ایک ہی حالت یعنی راحت پر جمار ہتا ہے اور پھر جس طرح ایک نہ ایک دن درخت کا انجام جڑ سے کٹنا ہوتا ہے اسی طرح ظالموں یعنی منافقوں اور کافروں کا انجام ہوتا ہے۔ (فیض مشکوٰۃ:۳/۳۱۲)

مؤمن کی موت کا رنج

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْ مُّؤمِنٍ اِلَّا وَلَهُ بَابَانِ بَابٌ يَصْعَدُ مِنْهُ عَمَلُهُ وَبَابٌ يَنْزِلُ مِنْهُ رِزْقُهُ فَاِذَا مَاتَ بَكَيَا عَلَيْهِ فَذٰلِكَ قَوْلُهُ فَمَابَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ. (ترمذی۲/۱۶۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر مومن بندہ کے لئے (آسمان میں) دو دروازے (مختص ومقرر) ہیں، ایک دروازہ تو وہ ہے جس سے اس (بندے) کے عمل اوپر پہنچتے ہیں، اور ایک دروازہ وہ ہے جس سے اس کی روزی اترتی ہے، پس جب وہ بندہ مرتا ہے تو دونوں دروازے روتے ہیں، اور یہ بات اللہ کے اس قول سے سمجھی گئی ہے ”فَمَابَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ “یعنی ان پر اور آسمان زمین نہ روئے۔

بندہ مؤمن نہ صرف اللہ کا محبوب ہوتا ہے، بلکہ مخلوق خدا بھی اس سے محبت کرتی

ہے، اوراس کے فیض سے لطف اندوز ہوتی ہے، تو مؤمن کی موت پر آسمان وزمین سب کو غم ہوتا ہے، خصوصاً ان دروازوں کو غم ہوتا ہے، جن دروازوں سے مؤمن کے اعمال صالحہ اوپر جاتے ہیں، اور اعمال صالحہ میں توانائی پیدا کرنے والی روزی اترتی ہے، چونکہ مؤمن کی موت سے اس مؤمن کے حوالے سے یہ سعادت منقطع ہوجاتی ہے جس کا افسوس ان دروازوں کو رہتا ہے، اور چونکہ کافر بدبخت ہوتے ہیں، ان کے اعمال شرف قبولیت نہیں پاتے اس لئے ان کے مرنے کا کسی پر اثر نہیں ہوتا۔ (فیض مشکوٰۃ: ۴۴۲/۳)

حضرت عمر بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ دو آدمی بنی اسرائیل کے نہایت عابد تھے مدتوں تک عبادت کرتے کرتے اپنی جگہ سے گھبرا گئے تھے ایک روز دونوں نے اتفاق کیا کہ قبرستان میں جائیں اور وہاں رہ کر عبادت کریں شاید کسی دن میت سے کلام کرنے کا موقع مل جائے پھر دونوں قبرستان میں قیام کر کے عبادت کرتے رہے ایک روز ایک مردہ قبر سے نکلا اور کہا کہ میں اسی (۸۰) برس سے مرا ہوں، لیکن اب تک موت کی تکلیف باقی ہے۔ (قبر کے عبرتناک مناظر: ۷۲)

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے موت کی تکلیف کے بارے میں سوال کیا آپ ؐ نے فرمایا: موت کی بہت سختیاں ہیں سب سے ادنیٰ سختی ایک سو تلوار مارنے کے برابر ہے۔ (قبر کے عبرتناک مناظر: ۷۲)

حکایت: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے مردہ کو زندہ کرتے تھے

ایک کافر نے کہا آپ نئے مردہ کو زندہ کرتے ہیں پہلے زمانہ کے کسی مردہ کو زندہ کیجئے آپ نے فرمایا جس کو تو بتائے اس کو میں زندہ کروں گا، اس نے کہا حضرت نوح علیہ السلام کے لڑکے سام کو زندہ کیجئے، آپ نے اس کی قبر کے پاس جاکر دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی اللہ نے اس کو زندہ کیا اور وہ قبر سے نکل کر کھڑا ہو گیا اس کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے، لوگوں نے کہا تمہارے زمانہ میں کسی کا بال سفید نہ ہوتا تھا تمہارے بال کس طرح سفید ہوئے اس نے جواب دیا کہ جب زندہ کرنے کے واسطے مجھے پکارا گیا تو میں نے سمجھا کہ قیامت آگئی اس خوف سے میرے بال سفید ہو گئے لوگوں نے کہا تم کو مرے ہوئے کتنا زمانہ گذرا اس نے کہا چار ہزار برس گذرے، لیکن موت کی سختی اب تک مجھ میں باقی ہے۔ (قبر کے عبرتناک مناظر:۵۷)

موت کی سختی

حضرت محمد بن عبداللہ بن یساف کہتے کہ جب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ پر موت کے آثار شروع ہوئے تو ان کے لڑکے نے کہا اے میرے والد آپ تمنا کرتے تھے کہ کسی عقلمند سے اس کے موت کے وقت مجھ سے ملاقات ہوتی تو میں موت کی تکلیف اس سے پوچھتا، اس وقت آپ وہی عقلمند ہیں، فرمائیے! آپ پر کیا تکلیف گذرتی ہے، کہا اے بیٹے میری سانس ایسی تنگ ہوگئی ہے کہ گویا میں سوئی کے سوراخ سے سانس لیتا ہوں اور گویا کہ کانٹے دار شاخ میرے بدن کے اندر پیر سے دماغ تک ڈال کر کھینچے جا رہے ہیں۔

مؤمن اور کافر کی موت کی حالت

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن کی جان ذرا جھٹکے سے نکلتی ہے، اور کافر کی جان اس طرح بہتی ہوئی آسانی سے نکلتی ہے جیسے گدھے کی جان، اس کا راز یہ ہے کہ مؤمن گناہ بھی کرتا ہے لہٰذا موت آنے پر ذرا سختی کی جاتی ہے تا کہ ان گناہوں کا کفارہ ہو جائے، (لہٰذا یہ قہر بصورت رحمت ہے) اور کافر نیکیاں بھی کرتا ہے لہٰذا موت کے وقت اس پر آسانی ہوتی ہے تا کہ ان نیکیوں کا بدلا ہو جائے، (لہٰذا یہ رحمت بصورت قہر ہے تا کہ آخرت میں اس کو کوئی سہولت نہ رہے)۔ بعض دفعہ مؤمن کی موت نرمی سے ہوتی اور بعض دفعہ کافر کی یہ اللہ کی مختلف حکمتوں پر مبنی ہے۔ (قبر کے عبرتناک مناظر: ۷۶)

مؤمن کو موت پر بھی اجر ملتا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ''قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُؤمِنَ لَیُوجَرُ فِی کُلِّ شَیءٍ حَتّٰی فِی الْکَظِّ عِنْدَ الْمَوتِ. (اخرجہ ابن ماجہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن کو ہر (ناگوار) بات کا اجر دیا جائے گا یہاں تک کہ نزع کی قے ہچکی وغیرہ کا بھی۔

جمعہ اور ماہ رمضان میں مرنے والے کی فضیلت

حضرت عکرمہ بن خالد مخزومیؒ کہتے ہیں کہ جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو مرے گا وہ ایمان کے ساتھ مرے گا اور عذاب قبر سے نجات پائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جو شخص ماہ رمضان میں مرے گا، وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ (قبر کے عبرتناک مناظر: ۲۱۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ''قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَامِنْ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ يَومَ الْجُمُعَةِ اَوْ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ اِلَّا وَقَاهُ اللّٰهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ. (ترمذی: ۲۰۵/۱، باب ماجاء فی من یموت الجمعة)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو مؤمن جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو عذاب قبر سے نجات دے گا۔ (قبر کے عبرتناک مناظر ۱۷۹)

حضرت عطاء بن یسارؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشاد فرمایا جو مسلمان مرد یا عورت جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرے گا وہ عذاب قبر اور نکیرین کے سوال سے امن میں ہوگا، اور قیامت کے دن اس سے حساب نہیں لیا جائے گا اور اس کے اعمال اس کے جنتی ہونے پر گواہی دیں گے۔ (قبر کے عبرتناک مناظر: ۱۷۹)

موت کے وقت اعضاء کا باہمی الوداعی سلام

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مؤمن پر موت کی شدت اور سختی ہوتی ہے تو اس کے اعضا آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں اور کہتے ہیں ''السلام علیکم'' ہم تم سے قیامت تک کے لئے جدا ہوتے ہیں اور تم ہم سے قیامت تک کے لئے جدا ہوتے ہو۔

قبر کی زیارت سے آخرت کی یاد آتی ہے

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کُنْتُ نَھَیْتُکُمْ عَنْ زِیَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْھَا فَاِنَّھَا تُزَھِّدُ فِی الدُّنْیَا وَتُذَکِّرُ الآخِرَةَ''۔ (ابن ماجہ:۱۱۲،باب زیارت القبور)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے (شروع میں) قبروں پر جانے سے تمہیں منع کیا تھا، اب (تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ) قبروں پر جایا کرو، دراصل قبروں پر جانا دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتا ہے اور آخرت کی یاد دلاتا ہے۔

شروع شروع میں جب تک کہ توحید پوری طرح عام مسلمانوں کے دلوں میں راسخ نہیں ہوئی تھی اور انہیں شرک اور جاہلیت سے نکلے ہوئے تھوڑا ہی زمانہ ہوا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر جانے سے منع فرمادیا تھا، کیونکہ اس سے ان لوگوں کے شرک اور قبر پرستی میں ملوث ہوجانے کا خطرہ تھا، پھر جب امت کا توحیدی مزاج پختہ ہوگیا، اور ہر قسم کے جلی اور خفی شرک سے دلوں میں نفرت بھر گئی تو پھر قبروں پر جانے کی اجازت دے دی اور یہ بھی واضح فرمادیا کہ یہ اجازت اس لئے دی جارہی ہے کہ وہ دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی یاد اور فکر دلوں میں پیدا ہونے کا ذریعہ ہے۔

قبر کا سامنے ہونا زندگی کی بے ثباتی کا احساس جگاتا ہے اور اس حقیقت کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ انجام کار جب یہی ہے کہ اس طرح کی کوئی قبر ایک نہ ایک دن

مجھے بھی اپنی آغوش میں چھپا لے گی تو دنیا میں دل لگانا نادانی ہے، نیز قبروں پر جا کر یہ شعور بیدار ہو جاتا ہے کہ اس عالم (دنیا) کے سوا ایک عالم اور ہے یعنی آخرت، اور اس عالم سے رخصت ہو کر، اس عالم میں جانا ضروری ہے، جو بھی کوئی شخص کسی قبر کی زیارت کرے تو اس کو چاہئے کہ قبر کو نظر عبرت سے دیکھے اور اپنی موت کو یاد کرے کیونکہ موت کا یاد کرنا لذات جسمانی کو پست کرتا ہے اور کدورت باطنی کو کم کرتا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ جب وہ کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ ان کی داڑھی تر ہو جاتی، ان سے کسی نے کہا کہ آپؓ جنت وجہنم کا تذکرہ کرتے ہیں، لیکن روتے نہیں ہیں، مگر یہاں کھڑے ہوتے ہی رونے لگتے ہیں؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے، جو شخص اس سے نجات پا گیا، بعد کے مراحل اس کے لیے آسان ہیں'' اور جو شخص اس سے نجات نہ پاسکا بعد کے مراحل اس کے لیے اور دشوار ہیں، حضرت عثمانؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا، میں نے قبر سے زیادہ کوئی بھیانک منظر نہیں دیکھا۔ (ترمذی:۲/۵۷، ابو اب الزھد)

آنحضرتؐ کا اپنی والدہ کی قبر کی زیارت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''قَالَ زَارَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبْرَ اُمِّہٖ فَبَکٰی وَاَبْکٰی مَنْ حَولَہٗ، فَقَالَ اسْتَاذَنْتُ رَبِّی

فِی اَنْ اَسْتَغْفِرَلَهَا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِّی، وَاسْتَاذَنْتُهٗ فِی اَنْ اَزُوْرَ قَبْرَهَا فَاُذِنَ لِی، فَزُوْرُوْا الْقُبُورَ فَاِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمُوتَ. (مسلم شریف:۳۱۴/۱، کتاب الجنائز)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم (جب قبر پر پہنچے تو اس کو دیکھ کر) روئے اور اپنے اردگرد کے لوگوں کو بھی رلایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے پروردگار سے اس بات کی اجازت مانگی تھی کہ اپنی ماں کے لئے مغفرت کی دعا کروں، مگر مجھے اجازت نہیں دی گئی، البتہ میں نے جو اس بات کی اجازت مانگی تھی کہ مجھے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کرنے دی جائے تو اس کی اجازت دے دی گئی، پس (اے لوگو!) قبروں کی زیارت کرو کیونکہ یہ (زیارت قبور) موت کی یاد دلاتی ہے۔ (مظاہر حق جدید:۵۵۵/۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا نام آمنہ تھا، جو وہب بن عبد مناف بن کلاب بن زہرہ کی صاحبزادی تھیں، اور نسب ورتبہ کے لحاظ سے قریش کی افضل ترین خاتون شمار ہوتی تھیں، اور نہایت پرہیزگار اور خداپرست تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف جب چھ سال کی تھی تو بی بی آمنہ آپ کو لے کر اپنے سسر وسرپرست عبد المطلب اور خادمہ ام ایمن کے ساتھ، مدینہ آئیں، تاکہ اپنے ننھیال کے لوگوں سے ملاقات کریں، مدینہ میں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد بی بی آمنہ جب واپس مکہ آرہی تھیں، تو ابواء (جگہ کا نام) کے مقام پر جو کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے، رحلت کرگئیں، اور یہیں مدفون ہوئیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر کے دوران ابواء میں اپنی والدہ بی بی آمنہ کی قبر پر پہنچے تو ماں کی یاد تازہ ہوگئی اور مفارقت کا زخم جگر ہرا ہوگیا، آپ صلی اللہ علیہ

وسلم رونے لگے اور اس قدر روئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد صحابہؓ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے دیکھ کر بے حد متاثر ہوئے اور رونے لگے۔ (مظاہر حق جدید: ۲/۵۵۵)

جمعہ کے دن والدین کی قبر کی زیارت کرنا

حضرت محمد بن نعمان سے روایت ہے کہ "قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَيْهِ اَوْاَحَدِهِمَا فِي كُلِّ جُمُعَةٍ، غُفِرَلَهُ وَكُتِبَ بَرًّا. (مشکوٰۃ شریف: ۱۵۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے والدین یا اس میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت ہر جمعہ کو کرے تو اس کی مغفرت کردی جاتی ہے، اور اس کو اللہ کے یہاں نیک لوگوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

جس طرح والدین کے حقوق ان کی حیات میں ہیں، اور ان حقوق کی ادائیگی کرنے والی اولاد مطیع وفرماں بردار سمجھی جاتی ہے، اسی طرح والدین کے کچھ حقوق اولاد کے ذمہ ان کی وفات کے بعد بھی ہے، ان ہی حقوق میں سے ایک حق ان کی قبر پر حاضر ہوکر ان کے لئے دعاء مغفرت کرنا ہے، جو اولاد اس کا اہتمام کرتی ہیں، وہ اللہ کی نگاہ میں فرماں بردار بھی ہے اور قابل مغفرت بھی ہے۔ (فیض مشکوٰۃ: ۳: ۴۶۶)

قبر کے مردے سلام سنتے اور جواب دیتے ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ابوزرین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا آنا جانا قبرستان کی طرف سے ہوتا ہے، تو جب میں وہاں

پہنچوں تو مجھ کو کیا کہنا چاہئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم قبرستان میں جاؤ تو کہو "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَنَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ" ابورزین نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہمارا سلام مردے سنتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں مگر تم نہیں سن سکتے اور فرمایا اے ابورزین کیا تجھے پسند نہیں کہ ان مردوں کی تعداد کے برابر فرشتے تیرے سلام کا جواب دیں۔ (قبر کے عبرتناک مناظر:۲۲۶)

قبر عمل کا صندوق ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا قبر عمل کا صندوق ہے اس کا حال موت کے بعد معلوم ہوگا، یعنی جس طرح آدمی اپنی محنت کا روپیہ صندوق میں رکھتا ہے اسی طرح جو عمل بھلا یا برا کرتا ہے اس کا صندوق قبر ہے۔ (قبر کے عبرتناک مناظر:۵۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تم لوگوں کو قبروں پر جانے سے روک دیا تھا، اب قبرستان جایا کرو، کیونکہ یہ دلوں کو نرم کر دیتا ہے، اور آنکھوں کو آنسوؤں سے بھر دیتا ہے اور آخرت کی یاد دلاتا ہے۔ (مستدرک حاکم:۱/۳۷۶)

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جو آدمی قبرستان سے گذرے اور اپنے نفس میں غور نہ کرے اور مردوں کے لئے دعا نہ کرے تو وہ اپنے آپ سے اور مردوں سے خیانت کرنے والا ہے۔ (موت کے سبق آموز واقعات:۴۵)

نماز روزہ رکھنے والا عذاب قبر سے محفوظ

عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِی بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا تُحَدِّثُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ قَالَ اِذَا دَخَلَ الْاِنْسَانُ قَبْرَہٗ فَاِنْ کَانَ مُؤْمِنًا اَحَفَّ بِہٖ عَمَلُہُ الصَّلٰوۃُ وَالصِّیَامُ قَالَ فَیَاتِیْہِ الْمَلَکُ مِنْ نَحْوِ الصَّلٰوۃِ فَتَرُدُّہٗ وَمِنْ نَحْوِ الصِّیَامِ فَیَرُدُّہٗ قَالَ فَیُنَادِیْہِ اِجْلِسْ قَالَ فَیَجْلِسُ فَیَقُوْلُ لَہٗ مَاذَا تَقُوْلُ فِی ھٰذَا الرَّجُلِ یَعْنِی النَّبِیَّ؟ قَالَ مَنْ؟ قَالَ مُحَمَّدٌ قَالَ اَنَا اَشْھَدُ اَنَّہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: یَقُوْلُ وَمَایُدْرِیْکَ؟ اَدْرَکْتَہٗ؟ قَالَ: اَشْھَدُ اَنَّہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ قَالَ: یَقُوْلُ عَلٰی ذَالِکَ عِشْتَ وَعَلَیْہِ مِتَّ وَعَلَیْہِ تُبْعَثُ قَالَ وَاِنْ کَانَ فَاجِراً اَوْ کَافِراً قَالَ جَاءَ الْمَلَکُ وَلَیْسَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَہٗ شَیْءٌ یَرُدُّہٗ قَالَ: فَاَجْلَسَہٗ قَالَ یَقُوْلُ اِجْلِسْ مَاذَا تَقُوْلُ فِی ھٰذَا الرَّجُلِ؟ قَالَ اَیُّ رَجُلٍ ؟ قَالَ مُحَمَّدُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَقُوْلُ وَاللّٰہِ مَااَدْرِی سَمِعْتُ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ شَیْئًا فَقُلْتُہٗ قَالَ فَیَقُوْلُ لَہُ الْمَلَکُ عَلٰی ذَالِکَ عِشْتَ وَعَلَیْہِ مِتَّ وَعَلَیْہِ تُبْعَثُ قَالَ وَتُسَلَّطُ عَلَیْہِ دَابَّۃٌ فِی قَبْرِہٖ مَعَھَا سَوْطٌ ثَمَرَتُہٗ جَمْرَۃٌ مِثْلَ غَرْبِ الْبَعِیْرِ تَضْرِبُہٗ مَاشَاءَ اللّٰہُ صَمَّاءُ لَاتَسْمَعُ صَوْتَہٗ فَتَرْحَمُہٗ. (مسند احمدؒ، حدیث:۳۳۰۴)

سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب انسان قبر میں داخل ہوتا ہے، تو اگر وہ مؤمن ہو تو اس کے نیک اعمال نماز

اور روزہ وغیرہ اسے (چاروں طرف سے) گھیر لیتے ہیں، جب فرشتہ اس کی طرف نماز والی جانب سے آتا ہے تو نماز اسے روک لیتی ہے اور جب روزہ والی جانب سے آتا ہے تو روزہ اسے روک دیتا ہے، اس لیے فرشتہ دور سے ہی آواز دے دیتا ہے، بیٹھ جا، وہ اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے، فرشتہ پوچھتا ہے تم اس آدمی یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ وہ آگے پوچھتا ہے، وہ کون سا آدمی؟ فرشتہ کہتا ہے: محمد صلی اللہ علیہ وسلم، وہ کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، فرشتہ کہتا ہے: تمہیں اس کا علم کیسے ہوا؟ کیا تم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا؟ وہ کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، فرشتہ کہتا ہے تم نے اسی عقیدہ پر زندگی گذاری، اسی پر تمہیں موت آئی اور تمہیں اسی پر اٹھایا جائے گا، اگر فوت شدہ آدمی کافر یا فاجر ہو تو اس کے پاس فرشتہ آتا ہے اور عمل کی صورت میں اس کے پاس فرشتے کو روکنے والی کوئی چیز نہیں ہوتی، سو وہ اسے بٹھا کر پوچھتا ہے تو اِس آدمی کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ وہ کہتا ہے: کونسا آدمی؟ فرشتہ کہتا ہے: محمد صلی اللہ علیہ وسلم، وہ کہتا ہے اللہ کی قسم! (ایک روایت میں ہے کافر کہتا ہے لَاْ اَدْرِیْ یعنی مجھے کچھ نہیں معلوم) میں تو کچھ نہیں جانتا، بعد اس کی قبر میں اس پر ایک جاندار مسلط کر دیا جاتا ہے، اس کے پاس ایک کوڑا ہوتا ہے، جس کی (ضرب) کا نتیجہ اونٹ کے بڑے ڈول کی طرح کا انگارہ ہوتا ہے، جب تک اللہ کو منظور ہوگا وہ اسے مارتا رہے گا، وہ جاندار بہرا ہوگا، تاکہ اس کی آواز سن کر اس پر رحم نہ کر دے۔

قبر کی آواز

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو اپنی قبر کا سامان کرو اس واسطے کہ قبر ہر روز سات بار تم لوگوں سے کہتی ہے اے اولادِ آدم! تم لوگ ضعیف ہو میری مصیبت برداشت نہ کرسکو گے تم لوگ زندگی میں اپنے اوپر رحم کرو میرے اندر آنے سے پہلے جب اپنے اوپر رحم کرو گے تو میرے عذاب سے نجات پاؤ گے۔ (قبر کے عبرتناک مناظر: ۱۶۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے عمر! تیری کیا حالت ہوگی جب تجھے زمین میں دفن کیا جائے گا اور تیرے لئے تین ہاتھ کا گڑھا کھودا جائے گا اور دو ہاتھ ایک بالشت ناپی جائے گی پھر (دفن کے بعد) تیرے پاس کالے سیاہ منکر نکیر آئیں گے جو اپنے بالوں کو گھسیٹتے ہوں گے ان کی آوازیں گویا کہ سخت کڑکڑانے والی گرج ہیں، اور ان کی آنکھیں گویا کہ اندھا کردینے والی بجلی ہیں، زمین (قبر) کو اپنے دانتوں سے کھودیں گے اور تجھے گھبراہٹ کی حالت میں بٹھادیں گے اور تیرے ساتھ سختی سے پیش آئیں گے اور تجھے خوفزدہ کردیں گے، انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس دن اسی (ایمان کی) حالت پر ہوں گا جس پر اب ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں (اسی حالت پر ہوگے) تو عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں اللہ کے حکم سے ان دونوں کو کافی ہوجاؤں گا۔ (اخرجہ بیہقی فی شعب الایمان)

قبر کا عذاب

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ يَهُودِيَّةً دَخَلَتْ عَلَيْهَا فَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ فَقَالَتْ لَهَا اَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَقَالَ، نَعَمْ، عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ، قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَارَاَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ صَلّٰى صَلَاةً اِلَّا تَعَوَّذَ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. (بخاری شریف:۱/۱۸۳، کتاب الجنائز)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت ان کے پاس آئی اور ان سے بولی کہ ’’اللہ تم کو قبر کے عذاب سے محفوظ رکھے حضرت عائشہ نے آپ علیہ الصلاۃ والسلام سے قبر کے عذاب کے بارے میں دریافت کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قبر کا عذاب ایک حقیقت ہے، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز پڑھی ہو اور قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ نہ مانگی ہو۔

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ قبر کا عذاب برحق ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتے رہتے تھے۔

دجال کا فتنہ اور عذاب قبر

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے دروازے پر ایک یہودی عورت بھیک مانگتی ہوئی آئی اور کہا کہ مجھے کچھ کھانا دو اللہ تم کو دجال کے فتنے سے اور

عذاب قبر سے بچائے میں نے اس کو کچھ دیر تک روک رکھا یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتی ہے کہ اللہ تم کو دجال کے فتنے سے اور عذاب قبر سے بچائے، آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ سے پناہ مانگی دجال کے فتنے سے اور عذاب قبر سے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال کا ایسا فتنہ ہے کہ سب پیغمبروں نے اپنی امت کو اس سے ڈرایا ہے، اب میں بھی اس سے ڈراتا ہوں اور وہ بات بتاتا ہوں کہ کسی پیغمبر نے نہیں بتائی وہ داہنی آنکھ کا کانا ہے اس کی پیشانی پر لکھا ہے، ک، ب، ر (کافر) کل مومن اس کو دیکھ کر پڑھ لے گا۔ اور قبر کا فتنہ یہ ہے کہ اس میں سب مومنوں کا امتحان ہوگا اور میرے متعلق بھی سوال ہوگا جو مرد نیک ہوگا اطمینان سے قبر میں اٹھے گا پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ تو کس دین پر تھا وہ جواب دے گا کہ میں اسلام پر تھا، پھر پوچھیں گے یہ کون شخص ہیں جو تمہارے پاس تھے وہ جواب دے گا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح نشانیاں لائے، تو ہم نے ان کی تصدیق کی، پھر اس کے لئے جہنم کی طرف سے ایک کھڑکی کھولی جائے گی وہ اس کو دیکھے گا کہ جہنم کا ایک حصہ دوسرے کو توڑ رہا ہے، تو اسے کہا جائے گا اس کو دیکھ جس سے اللہ تعالیٰ نے تجھ کو بچالیا ہے، پھر اس کے لئے جنت کی طرف کھڑکی کھولی جائے گی تو اس کے گلزار وغیرہ کو دیکھے گا تو اس سے کہا جائے گا یہ اس میں تیرا مقام ہے اور کہا جائے گا تو یقین پر تھا اور اس پر مرا اور اسی پر تجھے اٹھایا جائے گا، ان شاء اللہ۔ اور جب آدمی برا ہوگا تو

وہ اپنی قبر میں انتہائی گھبراہٹ سے اٹھے گا پھر اس سے کہا جائے گا تو کس حالت میں تھا؟ وہ جواب دے گا میں نہیں جانتا پھر پوچھا جائے گا یہ آدمی کون ہے جو تم میں آیا تھا؟ جواب دے گا میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے ہوئے سنا تو میں نے اسی طرح کہا، پھر اس کے لئے جنت کی کھڑکی کھولی جائے گی تو وہ اس گل وگلزار وغیرہ کی طرف دیکھے گا، اسے کہا جائے گا دیکھ اس کی طرف جس سے اللہ تعالیٰ نے تجھے پھیر دیا، پھر اس کے لئے جہنم کی طرف ایک کھڑکی کھولی جائے گی وہ اسے دیکھے گا ایک دوسرے کو توڑ رہی ہے اور اسے کہا جائے گا یہ تیرا مقام ہے تو شک پر تھا اور اسی پر تو مرا اور اسی پر تو اٹھایا جائے گا، ان شاء اللہ، تم کو اس کا عذاب دیا جائے گا۔ (مسند احمد: ۶/۱۰۴)

افسوس تو نے مردوں سے عبرت نہ پکڑی

حضرت محمد بن صبیحؒ کہتے ہیں جب مردہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کو عذاب ہوتا ہے تو اس کے ہمسائے مردے پکار کر کہتے ہیں اے شخص تیرے سامنے تیرے بھائی دنیا سے گذر گئے اور تو زندہ رہا مگر تو نے ان کو دیکھ کر نصیحت نہ پکڑی اور ہم لوگ بھی تیرے سامنے دنیا سے گذر گئے مگر تو نے اپنا عمل درست نہ کیا اس کے بعد قبرستان کی زمین ہر طرف سے پکار کر کہے گی اے غافل تیرے گھر کو دنیا نے تیرے سامنے دھوکا دیا اور تجھ سے پہلے موت نے ان کو قبر کا راستہ دکھایا اور تو نے دیکھا کہ ان کو اٹھا کر لے گئے اور قبر میں دفن کیا اس کے دوست آشنا سب روتے رہ گئے غافل تو نے ان سے نصیحت کیوں نہیں پکڑی آج تیری آہ وزاری کچھ کام نہ آئے گی۔

حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا جو آدمی قبر کی یاد زیادہ کرے گا اس کے واسطے قبر جنت کا باغ ہو جائے گی اور جو آدمی قبر کی یاد سے غافل رہے گا اس کی قبر دوزخ کی خندق ہوگی۔ (قبر کے عبرتناک مناظر:۱۶۴)

قبر کو یاد رکھنے کا فائدہ

قبر ہماری انتظار میں ہے، لیکن ہم قبر کو بھول چکے ہیں، اسی قبر اور آخرت کو بھولنے کی وجہ سے انسان گناہوں پر جرأت کرتا ہے اور اگر قبر سامنے ہو اور میدان قیامت کا منظر اور آخرت کا عذاب یاد رہے، تو انسان گناہ کرتے ہوئے ڈرتا ہے، اس کے سامنے یہ تصور جمنے لگتا ہے، کہ دنیا تو چند روزہ ہے، معلوم نہیں کہ کتنے دن کتنے گھنٹے کتنے منٹ بلکہ کتنے سیکنڈ میں ختم ہو جائے، اس تصور کے ہوتے ہوئے گناہ یا تو ہوتے نہیں، اگر ہوں تو بہت کم ہوتے ہیں اور ان میں بھی اکثر چھوٹے ہوتے ہیں اور کبھی بڑا گناہ سرزد ہو جائے، تو توبہ کئے بغیر چین نہیں آتا، ایسے آدمی سے دوسروں پر ظلم اور سختی نہیں ہوتی، کیونکہ ظلم کرنے سے پہلے اسے اپنی قبر یاد آجاتی ہے، آخرت کا منظر آنکھوں کے سامنے گھومنے لگتا ہے، اور یہ خیال آجاتا ہے کہ اگر ذرہ برابر بھی ظلم کیا، تو قیامت کی روز اس کا حساب چکانا پڑے گا۔ (قبر کے عبرتناک مناظر ۱۶۸)

اہل قبور پر سلام پڑھنا

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُعَلِّمُهُمْ اِذَا خَرَجُوْا اِلَی الْمَقَابِرِ ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ

اَھْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ نَسْئَلُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ. (مسلم شریف:۱/۳۱۴،باب مایقال عند دخول القبور)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کو تعلیم فرماتے تھے کہ جب وہ قبرستان جائیں تو اہل قبور پر اس طرح سلام پڑھیں، اوران کے لئے دعا کریں ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ نَسْئَلُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ'' (**ترجمہ**: سلام ہو تم پر اے گھروں والو! مؤمنوں میں سے اور مسلموں میں سے، اوران شاء اللہ ہم تم سے آ ملنے والے ہیں، ہم اللہ سے دعا اور سوال کرتے ہیں اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت کی، یعنی چین اور سکون کی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''قَالَ مَرَّا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرٍ بِالْمَدِیْنَۃِ فَاَقْبَلَ عَلَیْھِمْ بِوَجْھِہٖ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثْرِ. (ترمذی:۱/۲۰۳، کتاب الجنائز)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر مدینہ ہی میں چند قبروں پر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف رخ کیا اور فرمایا'' اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثْرِ '' (**ترجمہ**: سلام ہو تم پر اے قبر والو! اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے۔تم ہم سے آگے جانے والے ہو اور ہم پیچھے پیچھے آرہے ہیں۔

مذکورہ دونوں حدیثوں میں قبر والوں پر سلام ودعا کے جو کلمات وارد ہوئے ہیں، جن میں صرف الفاظ کا معمولی سا فرق ہے، ان میں ان کے واسطے بس سلام اور دعائے مغفرت ہے، اور ساتھ ہی اپنی موت کی یاد ہے، معلوم ہوا کہ یہی دو چیزیں کسی کی قبر پر جانے کا اصل مقصد ہونی چاہیے، اور صحابہ کرام اور ان کے تابعین بالاحسان کا طریقہ یہی تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں انہی کے طریقے پر قائم رکھے اور اسی پر اٹھائے۔ (معارف الحدیث:۳/۲۹۱)

موت کی تمنا اور آرزو کرنے کی ممانعت

موت کی آرزو کرنا، مرنے کی تمنا رکھنا کیسا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ اصولی طور پر یہاں یہ ذکر کر دینا کافی ہے کہ موت کی آرزو کرنا درست بھی ہے اور غیر درست بھی، غیر درست اس صورت میں ہے جب دنیا کی تنگیوں اور پریشانیوں جیسے مرض، یا محتاجی وفقر وغیرہ سے گھبرا کر موت کی آرزو کرے، کیونکہ یہ کم ہمتی، بے صبری، ایمان کی کمزوری اور تقدیر الٰہی سے ناراضی کی علامت ہے۔

موت کی آرزو کرنا درست اس صورت میں ہے جب محبت خداوندی اور لقائے الٰہی کا شوق غالب ہو، اس دار فانی سے کوچ کرنے اور اس کی محبت سے چھٹکارا پا کر دار البقا پہنچنے کا داعیہ پیدا ہو، اور آخرت کی نعمتوں کے حصول کا اشتیاق بے قرار کرے کیونکہ یہ ایمان کی نشانی اور کمالِ ایمان کی علامت ہے، اسی طرح دین میں نقصان اور خرابی آجانے کا اندیشہ ہو تو موت کی آرزو کرنا مکروہ نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَایَتَمَنّٰی اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ اِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّہٗ اَنْ یَّزْدَادَ خَیْرًا وَّاِمَّا مُسِیْئًا فَلَعَلَّہٗ اَنْ یَّسْتَعْتِبَ. (بخاری:۲/۸۴۷، کتاب المرضیٰ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی تم میں سے مرنے کی آرزو نہ کرے (کیونکہ) اگر وہ نیکوکار ہے تو (زندہ رہنے کی صورت میں) شاید اور زیادہ نیکیاں کرے، اور اگر بدکار ہے تو (توبہ وانابت اور حقوق العباد کی ادائیگی کے ذریعہ) شاید اللہ تعالیٰ کو راضی کرلے۔

مؤمن کو مرض سے گھبرا کر یا کسی اور دنیوی پریشانی سے گھبرا کر موت کی تمنا نہ کرنا چاہئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کی آرزو کرنے سے منع کرنے کے ساتھ اسکی حکمت بھی بتادی کہ آدمی اگر نیک ہے اور اس کو زندگی ملی ہوتی ہے، تو نیکیوں میں اضافہ کرکے اپنے مقام کو بلند سے بلند تر کرنے کا موقع اس کے پاس ہے، اور اگر آدمی بدکار ہے تو اس کے پاس توبہ کرکے اللہ سے قرب حاصل کرنے کی فرصت ہے، موت کے بعد یہ سنہرا موقع ہاتھ سے چلا جاتا ہے، لہٰذا موت کی تمنا کرنا حماقت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَایَتَمَنّٰی اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ وَلَایَدْعُ بِہٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَہٗ اِنَّہٗ اِذَامَاتَ انْقَطَعَ اَمَلُہٗ وَاِنَّہٗ لَایَزِیْدُ الْمُؤْمِنَ عُمْرُہٗ اِلَّا خَیْرًا. (مسلم شریف:۱/۳۴۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی تم میں سے مرنے کی نہ تو (دل سے) آرزو کرے نہ (زبان) سے دعا کرے پہلے اس سے کہ اس کو موت آئے، حقیقت یہ

ہے کہ جو مر جاتا ہے اس کی (زیادہ نیکیاں کرنے کی) امید بھی منقطع ہو جاتی ہے، اور بیشک مومن کی عمر کا زیادہ ہونا نیکیوں ہی میں اضافہ کرتا ہے۔ (مومن کی عمر جب لمبی ہوتی جاتی ہے تو دنیا کی تنگیوں اور پریشانیوں پر صبر کرنے، نعمتوں کا شکر ادا کرنے، تقدیر الٰہی پر راضی ہونے اور پروردگار کے احکام کی فرمانبرداری کرنے کے سبب سے اس کے ثواب کا ذخیرہ بھی بڑھتا ہی جاتا ہے)۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو، تو میں تمہیں بتلاؤں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مومن بندوں سے پہلی بات کیا فرمائے گا، اور اللہ تعالیٰ سے مومن بندوں کی پہلی بات کیا ہوگی؟ ہم نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مومن بندوں سے فرمائے گا، کیا تم میری ملاقات کو محبوب رکھتے تھے؟ مومن بندے کہیں گے، ہاں اے ہمارے پروردگا! اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میری ملاقات کو تم کیوں محبوب رکھتے تھے؟ مومن بندے عرض کریں گے، اس لئے کہ ہم تیرے عفو (درگذر کرنے) اور تیری مغفرت کی امید رکھتے تھے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تمہارے لئے میری مغفرت ثابت ہوگئی۔ (مشکوٰۃ شریف: ۱۳۹ کتاب الجنائز)

موت کی آرزو درست نہیں

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاتَمَنَّوا الْمَوْتَ فَاِنَّ ھَوْلَ الْمُطَّلَعِ شَدِیْدٌ وَاِنَّ مِنَ السَّعَادَۃِ اَنْ یَّطُوْلَ عُمْرُ الْعَبْدِ وَیَرْزُقَہُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ الْاِنَابَۃَ. (مشکوٰۃ: ۱۴۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: موت کی آرزو مت کرو، اس لئے کہ جان کنی کا ہول بڑا سخت ہے، درحقیقت یہ چیز تو سعادت (نیک بختی) میں سے ہے کہ بندے کی عمر لمبی ہو اور اللہ عزوجل اس (بندے) کو انابت (اطاعت الٰہی کی طرف رجوع کی توفیق) نصیب کرے۔

موت کی آرزو کرنا، کوئی کارآمد اور فائدہ مند چیز نہیں ہے، جو آدمی دنیا کی تکلیف ومصیبت سے دل تنگ وغمگین ہوکر، نیز قلت صبر وبرداشت کے سبب اکثر موت کی آرزو کرتا ہے، اس کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ مرتے وقت کی دل تنگی وغمزدگی اور بے قراری کہیں زیادہ سخت ہوگی، پھر آرزوئے موت کے گناہ کی وجہ سے غضب الٰہی کا جو سبب ہوگا وہ الگ بات ہے۔

عَنْ اَبِی اُمَامَةَ قَالَ جَلَسْنَا اِلیٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَکَّرَنَا وَرَقَّقَنَا فَبَکیٰ سَعْدُبْنُ اَبِی وَقَّاصٍ فَاَکْثَرَ الْبُکَاءَ فَقَالَ یٰلَیْتَنِی مِتُّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا سَعْدُ اَعِنْدِیْ تَتَمَنَّی الْمَوْتَ فَرَدَّدَ ذٰلِکَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ یَاسَعْدُ اِنْ کُنْتَ خُلِقْتَ لِلْجَنَّةِ فَمَا طَالَ عُمُرُکَ وَحَسُنَ مِنْ عَمَلِکَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّکَ . (مشکوٰۃ:۱۴۰)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوکر بیٹھے (تاکہ فیضان نبوت سے مستفیض ہوں) چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ثواب وعذاب اور آخرت کے حوالہ سے بہت پر اثر) وعظ ارشاد فرمایا اور ہمارے دلوں پر رقت طاری کردی، چنانچہ سعد بن ابووقاص رضی اللہ عنہ رونے

لگے اور بہت روئے، پھر بولے، کاش! میں (بچپنے میں) مر گیا ہوتا (تو گنہگار نہ ہوتا اور عذابِ آخرت سے مامون رہتا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) فرمایا: سعد! کیا میرے سامنے تم مرنے کی آرزو کررہے ہو؟ اور اس بات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار دوہرایا، پھر فرمایا، سعد! اگر تم جنت کے لئے پیدا کئے گئے ہو تو تمہاری عمر جس قدر لمبی ہوگی اور تمہارا عمل اچھا ہوگا اسی قدر تمہارے لئے بہتری ہے۔

حضرت حارثہ بن مُضَرِّ بؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جب (وہ بستر مرض پر تھے اور) انہوں نے اپنے بدن پر سات جگہ دغوا رکھا تھا، پس انہوں نے کہا: اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے نہ سنا ہوتا کہ تم میں سے کوئی مرنے کی تمنا نہ کرے، تو ضرور میں اس (موت) کی تمنا کرتا، درحقیقت میں نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس حال میں دیکھا کہ میں ایک درہم کا بھی مالک نہیں تھا اور اب (جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حاصل ہونے والی عظیم ملکی فتوحات کے نتیجہ میں عام وخاص مسلمانوں کو تونگری اور مالداری نصیب ہوئی تو اس کی فیض رسانی سے) میرے گھر کے ایک کونے میں چالیس ہزار درہم پڑے ہیں۔ (ترمذی:۱/۱۹۱، کتاب الجنائز)

حضرت حارثہؒ کہتے ہیں پھر حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کا کفن لایا گیا (جو اعلیٰ ونفیس قسم کا تھا) جب انہوں نے اس کو دیکھا تو رو پڑے اور بولے، (گویہ کفن جائز ہے) لیکن آہ وہ حمزہؓ، جن کو کفن بھی نصیب نہ ہوا سوائے سفید وسیاہ

دھاریوں والی اس چادر کے جوان کے سر پر اڑھائی جاتی تو پیروں پر سے سرک جاتی، اور جب پیروں پر اڑھائی جاتی تو سر پر سے سرک جاتی (یعنی وہ چادر اتنی چھوٹی تھی کہ جب سر کو ڈھانپتے تو پیر کھل جاتے، اور پیروں کو ڈھانپتے تو سر کھل جاتا) بالآخر چادر کو اوپر کھینچ کر ان کا سر ڈھانپا گیا اور ان کے پیروں پر اِذْخَرْ (گھاس) رکھی گئی۔ (مظاہر حق جدید: ۲/۴۴۴)

حضرت خباب بن الارت التمیمی رضی اللہ عنہ، آپؓ قدیم الاسلام ہیں، آپ نے دعوت اسلام کے مکی دور میں سب سے پہلے اسلام ظاہر کیا، زمانہ جاہلیت میں غلام بنا کر مکہ میں فروخت کئے گئے، چونکہ مکہ میں ان کا کوئی یار و مددگار اور کنبہ وقبیلہ نہیں تھا، اس لئے اسلام لانے کے بعد کفار کے ظلم ستم کے لئے تختۂ مشق بنے ۳۷ھ کوفہ میں بیمار پڑے، علاج سے افاقہ کے بجائے مرض میں شدت پیدا ہوتی چلی گئی، اس مرض میں آپؓ نے یہ بات فرمائی تھی، اور اس کی وجہ سے قریش مکہ کی سخت اذیت رسانیوں کا نشانہ بنے، آپؓ جس بیماری وتکلیف میں مبتلا تھے اس کے علاج کے طور پر اپنے بدن پر سات جگہ دغوا رکھا جیسا کہ بہت سے امراض میں لوہے وغیرہ سے بدن کے کسی حصہ یا کچھ حصوں کا داغنا پچھلے زمانوں میں ایک معروف علاج تھا، آپؓ نے غزوہ بدر میں بھی شرکت کی اور دوسرے جہادوں میں بھی شرکت فرمائی، آپؓ کا انتقال ۳۷ھ کوفہ میں ہوا۔ (فیض مشکوٰۃ: ۳/۳۵۶)

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام ان کو دیکھنے گئے، حضرت عباس

رضی اللہ عنہ نے موت کی تمنا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے چچا موت کی تمنا مت کرو، اگر تم نیک ہو اور تمہاری عمر زیادہ ہو اور نیک عمل زیادہ کرو تو تمہارے واسطے یہی بہتر ہے اور اگر تم برے ہو اور اپنے گناہ سے توبہ کرو تو یہ تمہارے واسطے بہتر ہے پس موت کی تمنا مت کرو۔ (قبر کے عبرتناک مناظر:۴۲)

عمر رسیدہ کے لئے دعا

حضرت عرباض بن ساریہؓ کہتے ہیں کہ میں موت کی تمنا کرتا تھا ایک بار میں دمشق گیا اور مسجد میں نماز پڑھ کر میں نے دعا کی یا اللہ میری عمر بہت زیادہ ہوگئی اور میری ہڈی سست ہوگئی، اب مجھ کو اٹھا لے (موت دیدے)۔ حضرت عرباض کہتے ہیں کہ اچانک میں نے ایک نوجوان نہایت خوبصورت دیکھا جو سبز لباس پہنے تھا اس نے کہا تم ایسی دعا کیوں کرتے ہو، میں نے کہا پھر کیسی دعا کروں؟ کہا اس طرح کہو یا اللہ مجھ کو نیک عمل کی توفیق دے اور میری عمر زیادہ کر میں نے اس سے پوچھا تم کون شخص ہو اللہ تم پر رحم فرمائے اس نے کہا میرا نام ارتیائیل ہے میں مومنوں کے دل سے غم و رنج دور کرتا ہوں یہ کہہ کر وہ جوان غائب ہوگیا۔ (قبر کے عبرتناک مناظر:۴۶)

موت کی آرزو کس صورت میں درست ہے؟

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روات ہے کہ ''قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَایَتَمَنَّیَنَّ اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ مِنْ ضُرٍّ اَصَابَہٗ فَاِنْ کَانَ لَابُدَّ فَاعِلاً فَلْیَقُلْ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مَاکَانَتِ الْحَیٰوۃُ خَیْرًا لِّیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَا کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِّیْ. (بخاری شریف:۲/۸۴۷، کتاب المرضیٰ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی تم میں سے (کسی بدنی یا مالی) ضرر وتکلیف پہنچنے کی وجہ سے مرنے کی آرزو نہ کرے، اور جس کو اس (موت کی آرزو) کے سوا کوئی چارہ نہ ہو، وہ موت کی آرزکرنا ہی چاہتا ہے تو پھر یوں دعا کرے: (اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مَا کَانَتِ الْحَیٰوۃُ خَیْرًا لِی وَتَوَفَّنِی اِذَا کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِی)

ترجمہ: اے اللہ! جب تک زندگی میرے لئے (موت سے) بہتر ہے اس وقت تک مجھے زندہ رکھ، اور جب میرے لئے موت (میری زندگی سے) بہتر ہو اس وقت مجھ کو موت دیدے۔

اس حدیث سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ موت کی تمنا اور آرزو نہیں کرنی چاہئے، لیکن اگر دینی فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو اشارۃً موت کی آرزو کرنا درست ہے، اسی طرح شہادت کی تمنا کرنا بھی درست ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک دجال نہ نکلے گا جب تک مومن کو سب سے بڑھ کر اپنی جان کا نکل جانا پسند نہ ہو، یعنی اخیر زمانہ میں فتنے وفساد اس قدر ہوں گے کہ مومن اپنے ایمان کی حفاظت کی کوئی صورت نہ دیکھے گا حیران ہو کر موت کو پسند کرے گا۔ (قبر کے عبرتناک مناظر:۴۴)

حضرت امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ جب دینی فتنہ میں مبتلا ہو جانے کا خوف ہو تو اس وقت موت کی آرزو کرنا مکروہ نہیں، بلکہ مستحب ہے، نیز امام نوویؒ نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور حضرت امام شافعیؒ سے دینی فتنہ میں مبتلا ہونے کے خوف کی صورت میں، موت کی آرزو کرنا نقل کیا ہے۔

اسی طرح اس موت کی آرزو کرنا جو اللہ کی راہ میں شہادت پانے کی صورت میں ہو، مستحب ہے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہادت کی آرزو کیا کرتے تھے اور اللہ سے دعا بھی کرتے تھے۔ نیز امام مسلمؒ نے صحیح مسلم میں اس بات کا ذکر کیا ہے، کہ جو شخص صدق دل سے شہادت کا طلبگار ہوا، اس کو شہادت کا ثواب دیا جاتا ہے، اگرچہ بظاہر اس کو شہادت میسر نہ ہو۔ مدینہ منورہ میں وفات پانے (مرنے) کی آرزو کرنا مستحب ہے، کیونکہ صحیح بخاری میں یہ روایت آئی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعا کرتے تھے: ''اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِي سَبِيلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِي بِبَلَدِ رَسُوْلِكَ'' (**ترجمہ**: اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب فرما، اور اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے شہر پاک (مدینہ) میں مجھے موت دے۔

(مظاہر حق جدید: ۲/۴۳۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْئَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِينَ وَاِذَا اَرَدْتَ بِالنَّاسِ فِتْنَةً فَاقْبِضْنِيْ اِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ مجھ کو توفیق دے نیک کام کرنے کی اور برے کام چھوڑنے کی اور مسکینوں سے محبت کی اور جب لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے کا تو ارادہ کرے تو مجھ کو اپنی طرف بلالے تاکہ میں فتنہ میں مبتلا نہ ہوں۔ (مسند احمد بن حنبلؒ: ۵/۲۳۴)

○✡○

میت کا غسل اور کفن

اللہ کا جو بندہ اس دنیا سے رخصت ہوکر موت کے راستے سے دار آخرت کی طرف جاتا ہے اسلامی شریعت نے اس کو اعزاز واکرام کے ساتھ رخصت کرنے کا ایک خاص طریقہ مقرر کیا ہے، جو نہایت ہی پاکیزہ، انتہائی خدا پرستانہ اور نہایت ہمدردانہ اور شریفانہ طریقہ ہے، حکم ہے کہ پہلے میت کو ٹھیک اس طرح غسل دیا جائے جس طرح کوئی زندہ آدمی پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے نہاتا ہے، اس غسل میں پاکی اور صفائی کے علاوہ غسل کے آداب کا بھی پورا لحاظ رکھا جائے، غسل کے پانی میں وہ چیزیں شامل کی جائیں میل کچیل صاف کرنے کے لئے لوگ زندگی میں بھی نہانے میں استعمال کرتے ہیں، اس کے علاوہ آخر میں کافور جیسی خوشبو بھی پانی میں شامل کی جائے تاکہ میت کا جسم پاک صاف ہونے کے علاوہ معطر بھی ہو جائے، پھر اچھے صاف ستھرے کپڑوں میں دفنایا جائے، لیکن اس سلسلہ میں اسراف سے بھی کام نہ لیا جائے اس کے بعد جماعت کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی جائے جس میں میت کے لئے مغفرت اور رحمت کی دعا اہتمام اور خلوص سے کیجائے، پھر رخصت کرنے کے لئے قبرستان تک جایا جائے، پھر اکرام واحترام کے ساتھ بظاہر قبر کے حوالے اور فی الحقیقت اللہ کی رحمت کے سپرد کردیا جائے۔

میت کو نہلانے کا طریقہ

غسل شروع کرنے سے پہلے بیری کے پتے ڈال کر گرم پانی میں تیار کرلیا جائے غسل دیتے وقت پانی نیم گرم رہے زیادہ گرم نہ ہو، اگر بیری کے پتے میسر نہ

ہوں تو خالص پانی نیم گرم کافی ہے، پھر میت کو جس تختہ پر نہلایا جانا ہو پہلے اس کو طاق عدد میں یعنی تین دفعہ یا پانچ یا سات دفعہ اگر (اگربتی) یا لوبان کی دھونی دیں، پھر میت کو اس پر اس طرح لٹایا جائے کہ قبلہ اس کے دائیں طرف ہو، اس طرح کی سر اتّر اور پیر دکھن (اگر موقع نہ ہو اور کچھ مشکل ہو تو جس طرح چاہیں لٹادیں) اس کے بعد میت کے بدن کے کپڑے اتارے جائیں، اتارتے وقت پہلے دو ہاتھ لمبے ڈیڑھ ہاتھ چوڑے موٹے کپڑے کا تہبند اس کے ناف سے پنڈلی تک ڈال دیا جائے تاکہ اس کا ستر چھپا رہے (بدن کے کپڑے اگر بغیر چاک کئے بسہولت اتر سکیں تو چاک کئے بغیر، ورنہ چاک کر کے اتار دیں) پھر غسل شروع کرانے سے پہلے، میت کو استنجاء کرایا جائے (مرد میت کو استنجا کرانے کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ میں پاک صاف موٹے کپڑے کی تھیلی پہن کر یا کوئی پاک صاف کپڑا لپیٹ کر اور اس ہاتھ کو تہبند کے اندر ڈال کر پہلے تین یا پانچ ڈھیلوں سے پیشاب اور پاخانے کا مقام صاف کیا جائے پھر پانی سے دھویا جائے، (ڈھیلے موجود نہ ہوں یا میت عورت ہو تو پانی سے دھودینا کافی ہے) پھر وضو کرایا جائے اس طرح کہ نہ کلی کرائی جائے نہ ناک میں پانی ڈالا جائے اور نہ گٹے یعنی پہونچے تک ہاتھ دھلائے جائیں (بلکہ روئی کا پھایا تر کر کے ہونٹوں، دانتوں اور مسوڑوں پر مل کر اس پھائے کو پھینک دیا جائے، اس طرح تین دفعہ کیا جائے، پھر اسی طرح ناک کے دونوں سوراخوں کو روئی کے پھائے سے صاف کیا جائے، اس کے بعد ناک اور منہ اور کانوں میں صاف روئی رکھ دی جائے، تاکہ وضو اور غسل کراتے وقت پانی اندر نہ جائے، واضح

رہے کہ جس میت کے بارے میں یہ یقین ہو کہ یہ ناپاکی یعنی جنابت کی حالت میں مرا ہے یا عورت کا انتقال حیض یا نفاس کی حال میں ہوا ہے تو وضو کے وقت اس کے منہ اور ناک میں پانی ڈالنا ضروری ہے اس طرح کہ دونوں میں ہلکے ہلکے پانی پہنچا کر روئی یا کپڑے کے ذریعہ نکال لیا جائے پھر منہ دھلایا جائے، پھر ہاتھ کہنیوں سمیت دھلائے جائیں، پھر سر کا مسح کرایا جائے، پھر دونوں پاؤں دھوئے جائیں) وضو کرانے کے بعد سر کو، اور اگر مرد ہے تو ڈاڑھی کو بھی، خطمی کے ساتھ خوب مل کر دھویا جائے، اگر خطمی میسر نہ ہو تو صابن وغیرہ سے مل کر دھونا چاہئے، پھر میت کو بائیں کروٹ پر لٹا کر پانی اس کی دائیں کروٹ پر سر سے پیر تک تین دفعہ اتنا ڈالا (بہایا) جائے کہ نیچے کی جانب تختے سے لگی ہوئی بائیں کروٹ تک پہنچ جائے، پھر دائیں کروٹ پر لٹا کر بائیں کروٹ پر اس طرح تین دفعہ پانی سر سے پیر تک اتنا ڈالا جائے کہ نیچے کی جانب تختے سے لگی ہوئی دائیں کروٹ تک پہنچ جائے (بہتر ہے کہ دونوں کروٹوں پر پانی ڈالتے وقت ہلکے ہلکے بدن ملا جائے) اس کے بعد غسل دینے والا میت کو اپنے بدن کی ٹیک لگا کر ذرا بٹھلانے کے قریب کر دے اور اس کے پیٹ کو اوپر سے نیچے کی طرف آہستہ آہستہ ملے اور دبائے، اگر بدن سے کچھ (پیشاب یا پاخانہ وغیرہ) نکلے تو صرف اسی کو پونچھ کر دھو دے، پھر سے وضو اور غسل کرانے کی ضرورت نہیں، غسل کا کام پورا ہو جانے کے بعد سارا بدن کسی کپڑے سے پونچھ کر وہ کپڑا (جو نہلاتے وقت بطور تہبند اس پر تھا) ہٹا کر دوسرا تہبند ڈال دینا چاہئے۔

میت کا کفن

مرد میت کا کفن سنت تین کپڑے میں،(۱) تہبند (۲) کرتا (۳) چادر۔
عورت کے کفن میں پانچ کپڑے مسنون ہیں: (۱) تہبند (۲) کرتا (۳) چادر (۴) سینہ بند (۵) دوپٹہ۔

کفنانے کا طریقہ

جب میت کو نہلا دیا جائے تو صاف چارپائی (یا تخت یا چٹائی) بچھا کر اس پر کفن کے کپڑوں کو تین یا پانچ یا سات دفعہ لوبان وغیرہ کی دھونی دی جائے، پھر لفافہ یعنی پوٹ کی چادر کو (جو لمبائی میں پونے تین گز اور چوڑائی میں سوا گز سے ڈیڑھ گز تک ہو) اس چارپائی وغیرہ پر بچھا دیا جائے، پھر اس کے اوپر ازار یعنی تہبند یا اندر والی چادر کو (جو طول میں اڑھائی گز اور عرض میں سوا گز سے ڈیڑھ گز تک ہو) بچھا دیا جائے، پھر اس کے اوپر کرتے یعنی کفنی کا نچلا نصف حصہ بچھائیں اور اوپر کا باقی حصہ سمیٹ کر سرہانے کی طرف رکھ دیا جائے پھر میت کو غسل کے تختہ سے آہستگی کے ساتھ اٹھا کر لے آئیں اور اس بچھے ہوئے کفن پر لٹا دیں، اور ہاتھ دونوں طرف پھیلا دیں سینہ پر نہ رکھیں، اس کے بعد کرتے کا وہ حصہ جو سرہانے کی طرف سمیٹ کر رکھا تھا اس کو سر کی طرف اس طرح الٹ دیں کہ کرتے کا چاک (گریبان) گلے میں آجائے اور وہ (کرتے کا اوپر کا دامن) پیروں کی طرف پھیلا دیا جائے، (کرتا جو گردن سے پاؤں تک رہتا ہے اس کا پورا کپڑا طول میں اڑھائی یا پونے تین گز اور

عرض میں چودہ گرہ یا ایک گز ہونا چاہئے) اس طرح کرتا پہنانے کے بعد اس تہبند کو جو غسل کے بعد میت کے بدن پر ڈالا گیا تھا نکال لیا جائے، اب میت کے سر اور ڈاڑھی پر حنوط (یعنی مرکب خوشبو) یا عطر جیسی کوئی اور خوشبو (علاوہ زعفران) لگائی جائے، پھر ان اعضاء پر کہ جو سجدہ میں زمین پر لگتے ہیں یعنی پیشانی، ناک، دونوں ہتھیلیوں دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر کافور مل دیں، واضح رہے کہ نہ تو میت کے بالوں اور ڈاڑھی میں کنگھی کی جائے گی نہ اس کے ناخون اور بال کترے جائیں اور نہ غیر مختون کی ختنہ کی جائے، اس کے بعد پہلے ازار کا بایاں پلہ (کنارہ) پھر دایاں پلہ میت کے اوپر لپیٹ دیں (مطلب یہ کہ بایاں پلہ نیچے رہے اور دایاں پلہ اوپر) لفافہ کو بھی اس طرح لپیٹیں کہ بایاں پلہ نیچے اور دایاں پلہ اوپر رہے، پھر کپڑے کی دھجی (کتر ٹکڑا) لے کر کفن کو سر اور پاؤں کی طرف سے باندھ دیں، اور بیچ میں سے کمر کے نیچے کو بھی ایک دھجی نکال کر باندھ دیں تا کہ ہوا سے یا ہلنے جلنے سے کھلنے نہ پائے۔

عورت کو کفنانے کا طریقہ

چارپائی وغیرہ پر (کفن کے کپڑوں کو دھونی دے کر) پہلے لفافہ کو بچھایا جائے (جس کا طول وعرض مرد میت کے لفافہ کی طرح ہے) اس کے اوپر تہبند بچھائیں (عورت کا ازار کا طول وعرض بھی مرد کے ازار کی طرح ہے) پھر کرتے یعنی کفنی کا نچلا حصہ بچھائیں اور اوپر کا باقی حصہ سمیٹ کر سرہانے کی طرف رکھ دیں، پھر میت کو غسل کے تختہ سے آہستگی سے اٹھا کر اس بچھے ہوئے کفن پر لٹا دیں، پھر اس کو کرتا پہنا دیں اسی طریقہ سے کہ جس طرح مرد میت کو پہنا جاتا ہے، کرتا پہنانے

کے بعد اس تہبند کو نکال لیا جائے جو غسل کے بعد اس کے بدن پر ڈالا گیا تھا، اب اس کے سر پر عطر وغیرہ کوئی خوشبو لگائی جائے (اس کو زعفران بھی لگا سکتے ہیں) پھر پیشانی، ناک، دونوں ہتھیلیوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر کافور مل دیں، پھر سر کے بالوں کو دو حصے کر کے کرتے کے اوپر سینہ پر دائیں طرف اور بائیں طرف ڈال دیں، پھر سر بند یعنی اوڑھنی سر پر اور بالوں پر اڑھادیں (اس اوڑھنی سے سر اور بالوں کو باندھنا یا لپیٹنا نہیں چاہئے) اس کے بعد سر بند کو اندر لے جا کر ازار کو اسی طرح لپیٹیں جو مرد میت کے ازار کو لپیٹنے کا طریقہ ہے، (سر بند کا کپڑا طول میں ڈیڑھ گز اور عرض میں بارہ گرہ ہونا چاہئے) پھر لفافہ کو اسی طرح لپیٹیں جو مرد میت کے لفافہ کو لپیٹنے کا طریقہ ہے، پھر سینہ بند سب کے اوپر لپیٹے اس طرح کہ سینہ کے اوپر بغلوں سے نکال کر گھٹنوں تک دائیں بائیں سے باندھ دے (سینہ بند کا کپڑا طول میں دو گز اور عرض میں سوا گز ہونا چاہئے) اس کے بعد دھجی سے سر اور پاؤں کی طرف سے باندھ دیں، اور بیچ میں کمر کے نیچے کو بھی ایک بڑی دھجی نکال کر باندھ دیں تا کہ ہوا اور ہلنے جلنے سے کھلنے نہ پائے۔ عورت کو کفنانے کے اس طریقہ میں سینہ بند کو سب کپڑوں کے اوپر یعنی لفافہ سے بھی باہر لپیٹنے کا ذکر ہے، لیکن اگر سینہ بند کو لفافہ کے اندر ازار کے اوپر لپیٹا جائے، یا ازار کے نیچے کرتے کے اوپر لپیٹا جائے تو بھی درست ہے۔ (مظاہر حق جدید: ۴۷۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کا غسل

عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَغْسِلُ اِبْنَتَهُ فَقَالَ اِغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ

رَأَیْتُنَّ ذٰلِکَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِی الْآخِرَةِ کَافُوراً اَوْشَیْئاً مِنْ کَافُوْرٍ فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِی فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ فَاَلْقٰی اِلَیْنَا حِقْوَهُ فَقَالَ اِشْعَرْنَهَا اِیَّاهُ وَفِی رِوَایَةٍ اِغْسَلْنَهَا وِتْرًا ثَلاثًا اَوْخَمْسًا اَوْسَبْعًا وَابْدَانَ بِمَیَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا. (بخاری شریف:۱/۱۶۷، کتاب الجنائز)

حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک فوت شدہ صاحبزادی کو ہم غسل دے رہے تھے، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے اور ہم سے فرمایا کہ تم اس کو بیری کے پتوں کے ساتھ جوش دیئے ہوئے پانی سے تین دفعہ یا پانچ دفعہ اور اگر تم مناسب سمجھو تو اس سے بھی زیادہ غسل دیدو، اور آخری دفعہ کافور بھی شامل کرلو، پھر جب تم غسل دے چکو تو مجھے خبر کردینا، (ام عطیہؓ کہتی ہیں کہ) جب ہم غسل دے کر فارغ ہوگئیں تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دے دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا تہبند ہماری طرف پھینک دیا اور فرمایا کہ ''سب سے پہلے یہ اسے پہنادو۔ اور اس حدیث کی ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ آپ نے فرمایا تم اسکو طاق دفعہ غسل دو، تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا سات دفعہ اور داہنے اعضاء سے اور وضو کے مقامات سے شروع کرو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ تھیں، جو ابوالعاص ابن الربیع کے نکاح میں تھیں، ان کی وفات ۸ھ کے اوائل میں ہوئی تھی، اور ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا جو حدیث کی راوی ہیں اور جو اس موقعہ پر غسل دینے والیوں میں تھیں، ممتاز صحابیات میں سے ہیں، اس قسم کی خدمتوں میں یہ پیش پیش

رہتی تھیں، خاص کر مرنے والی خواتین کو غسل دینا ان کو خوب آتا تھا، ابن سیرینؒ تابعی جیسے جلیل القدر امام کا بیان ہے کہ میں نے غسلِ میت انہی سے سیکھا۔

میت کو گرم پانی اور بیری کے پتوں سے جوش دیے ہوئے پانی سے نہلانا چاہئے، ہمارے زمانہ میں جس مقصد کے لئے نہانے میں طرح طرح کے صابون استعمال کئے جاتے ہیں اس زمانہ میں اس مقصد کے لئے بیری کے پتوں کے ساتھ جوش دیا ہوا پانی استعمال کیا جاتا تھا، مقصد صرف یہ ہے کہ میت کے جسم سے ہر قسم کے میل کچیل کی صفائی کا پورا اہتمام کیا جائے، اسی لئے حکم فرمایا کہ غسل کم سے کم تین دفعہ دیا جائے، اور اگر اس سے زیادہ مناسب سمجھا جائے تو، چونکہ طاق عدد اللہ کی محبوب ہے، اس لئے اس کا لحاظ بہر حال رکھا جائے، یعنی تین دفعہ یا پانچ دفعہ اور اگر ضرورت محسوس ہو تو اس سے بھی زیادہ سات دفعہ غسل دیا جائے، اور آخری دفعہ کافور بھی پانی میں ملالیا جائے جو نہایت مہک دار اور دیرپا خوشبو ہے، یہ سب میت کا اعزاز اور اکرام ہے۔ (معارف الحدیث: ۲۸۰/۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کفن

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ''اِنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُفِّنَ فِی ثَلٰثَۃِ اَثْوَابٍ یَّمَانِیَّۃٍ بِیْضٍ سَحُولِیَّۃٍ مِنْ کُرْسُفٍ لَیْسَ فِیْھَا قَمِیْصٌ وَّلَا عِمَامَۃٌ. (بخاری شریف: ۱۲۹/۱، کتاب الجنائز)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین کپڑوں میں کفنائے گئے تھے اور یمن کے (مقام) سحول کی روئی بنے ہوئے (سوتی) تھے، ان (تین کپڑوں) میں نہ تو (سلا ہوا) کرتا تھا اور نہ عمامہ۔

عَنْ عَمْرِبْنِ الْعَاصِ اَنَّهُ قَالَ الْمَيِّتُ يُقَمَّصُ وَيُوَزَّرُ وَيُلَفُّ فِي الثَّوبِ الثَّالِثِ فَاِنْ لَمْ يَكُنْ اِلَّا ثَوبٌ وَاحِدٌ كُفِّنَ فِيهِ. (امام مالکؒ ۷۸، ماجاء فی کفن المیت)

حضرت عمر بن عاص سے روایت ہے کہ مردہ کو قمیص پہنایا جائے اور تہبند پہنایا جائے پھر تیسرے کپڑے میں لپیٹ دیا جائے، اگر ایک ہی کپڑا ہوتو اس میں کفن دیا جائے۔

کفن کے کپڑوں کی تعداد مرد میت کے لئے تین بہتر ہے اور کفن سفید رنگ کا ہونا چاہئے، کفن میں عمامہ اور جس طرح کہ زندہ لوگ آستین دار سلی ہوئی قمیص پہنتے ہیں وہ نہ ہونا چاہئے۔ (فیض مشکوٰۃ:۳/۳۷۵)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ''كُفِّنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ نَجْرَانِيَّةِ الْحُلَّةُ، ثَوبَانِ وَقَمِيصُهُ الَّذِيْ مَاتَ فِيهِ. (ابوداؤدشریف:۲/۴۴۹، باب فی الکفن)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نجران کے بنے ہوئے تین کپڑوں میں کفن دیئے گئے، دو کپڑے (چادر اور تہبند) اور ایک وہ قمیص جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تھی، (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا)۔

عورت کے کفن

قَالَ الْحَسَنُ (رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ) اَلْخِرْقَةُ الْخَامِسَةُ تَشُدُّ بِهَا الْفَخِذَيْنِ وَالْوَرِكَيْنِ تَحْتَ الدِّرْعِ. (بخاری شریف:۱/۲۵۶، کیف الاشعار للمیت)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عورت کے کفن کا پانچواں کپڑا وہی ہے جو قمیص کے نیچے رہتا ہے اس سے عورت کا ستر اور رانیں باندھی جاتی ہیں۔

کفن اچھا دینا چاہئے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ’’قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَفَّنَ اَحَدُکُمْ اَخَاہُ فَلْیُحْسِنْ کَفَنَہٗ. (مسلم:۱/۳۰۶، کتاب الجنائز)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی جب اپنے بھائی کو کفن دے تو اسے چاہئے کہ اس کو اچھا کفن دے۔

میت کو کفن دفن دینا وجوب علی الکفایہ (یا فرض کفایہ) ہے، ابن عدیؒ کہتے ہیں اپنے مردوں کو اچھا کفن دو کیونکہ وہ اپنی قبروں میں ایک دوسرے کی ملاقات کو جاتے ہیں۔ مردہ کو کفن صاف ستھرا پاکیزہ، سفید اور مقدار مسنون میں ہونا چاہئے، بہت زیادہ قیمتی اور نیا ہونا ضروری نہیں ہے، اسراف کے بغیر اسی حیثیت کا ہو جیسا مردہ اکثر اپنی زندگی میں استعمال کرتا تھا، اور خواہ وہ نیا ہو یا دھلا ہوا (پرانا) ہو دونوں برابر ہیں، پس اچھا کفن کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ بہت قیمتی ہو جیسا کہ اسراف (فضول خرچی) والے ازارہ ناموری اور تکبر نہایت اعلیٰ اور بیش قیمت کپڑے کا کفن دیتے ہیں، اور جو سخت حرام ہے، حضرت توریشتیؒ نے کہا: فضول خرچی لوگوں نے جو یہ اختیار کیا ہوا ہے کہ بہت بھاری قیمت کے کپڑے کفن میں دیتے ہیں تو وہ شریعت میں منع ہے اس لئے کہ یا مال کا ضائع کرنا ہے۔ (مظاہر حق جدید:۲/۴۶۵)

کفن کے کپڑوں کا سفید ہونا بہتر ہے

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ’’قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْبِسُوْا مِنْ ثِیَابِکُمُ الْبَیَاضَ فَاِنَّھَا مِنْ خَیْرِ ثِیَابِکُمْ وَکَفِّنُوْا فِیْھَا مَوتَاکُمْ وَمِنْ خَیْرِ اَکْحَالِکُمُ الْاِثْمِدِ فَاِنَّہٗ یُنْبِتُ الشَّعْرَ وَیَجْلُوْا الْبَصَرَ. (ابوداؤد شریف:۵۶۲/۲، کتاب اللباس)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم اپنے کپڑوں میں سے سفید کپڑے پہنو اس لئے کہ تمہارے کپڑوں میں وہی بہتر ہیں اور اپنے مردوں کو بھی سفید کپڑوں میں کفناؤ، اور تمہارے سرموں میں بہتر سرمہ اثمد ہے، اس لئے کہ وہ (پلک کے) بالوں کو جماتا اور نمایاں کرتا ہے اور نگاہ کو روشن کرتا ہے۔

مستحب یہ ہے کہ مُردوں کو سفید کپڑوں میں کفن دینا چاہئے، نیز مَردوں کو زندگی میں عموماً سفید کپڑا استعمال کرنا چاہئے، علامہ ابن ہمامؒ کہتے ہیں کہ کفن کے کپڑے سفید ہونا اولیٰ (افضل) ہے۔ (مظاہر حق جدید:۴۶۷/۲)

کفن میں غلو کرنا

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ’’قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاتُغَالُوْا فِی الْکَفَنِ فَاِنَّہٗ یُسْلَبُ سَلْبًاسَرِیْعًا. (ابوداؤد شریف:۴۴۹/۱، کتاب الجنائز)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کفن میں غلو نہ کرو حد سے نہ بڑھو یعنی بہت مہنگا کپڑا نہ لگاؤ اس لئے کہ وہ بہت جلد چھین لیا جاتا ہے۔

جس طرح یہ بات ٹھیک نہیں ہے کہ استطاعت کے باوجود میت کو کفن ردی کپڑے کا دیا جائے، اسی طرح یہ بھی درست نہیں ہے کہ بیش قیمت کپڑا کفن میں استعمال کیا جائے۔

واضح رہے کہ مردوں کو تین اور عورتوں کو پانچ کپڑوں میں کفنانے اور درمیان حیثیت کے اچھے سفید کپڑے کا کفن دینے کے مذکورہ بالا احکام کا تعلق اس صورت سے ہے جب کہ میت کے گھر والے سہولت سے اس کا انتظام کر سکتے ہوں اور اس کی استطاعت رکھتے ہوں، ورنہ مجبوری کی حالت میں صرف ایک اور پرانے کپڑے میں بھی کفن دیا جا سکتا ہے اور اس میں کوئی عار نہیں ہونی چاہئے۔

غزوہ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مصعب بن عمیرؓ کو صرف ایک پرانی اور اتنی چھوٹی چادر میں کفنایا گیا تھا کہ جب اس سے آپ کا سر ڈھکتے تھے تو پاؤں کھل جاتے تھے اور جب پاؤں ڈھکتے تھے تو سر کھل جاتا تھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس چادر سے سر ڈھک دیا گیا اور پاؤں کو اذخر گھاس سے چھپا دیا گیا اور اسی کفن کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ (معارف الحدیث: ۲۸۲/۳)

حضرت مصعبؓ اور حضرت حمزہؓ کا کفن

عَنْ سَعْدِبْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اُتِيَ بِطَعَامٍ وَكَانَ صَائِماً فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي كُفِّنَ فِي بُرْدَةٍ

اِنْ غُطِّیَ رَاسُہٗ بَدَتْ رِجْلَاہُ وَاِنْ غُطِّیَ رِجْلَاہُ بَدَا رَاسُہٗ وَارَاہُ قَالَ وَقُتِلَ حَمْزَۃُ وَھُوَ خَیْرٌ مِنِّی ثُمَّ یُبْسِطُ لَنَا مِنَ الدُّنْیَا مَابُسِطَ اَوْقَالَ اُعْطِیْنَا مِنَ الدُّنْیَا مَا اُعْطِیْنَا وَلَقَدْ خَشِیْنَا اَنْ تَکُوْنُ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا ثُمَّ جَعَلَ یَبْکِیْ حَتّٰی تَرَکَ الطَّعَامَ. (بخاری شریف:۱/۵۷۹)

حضرت سعد بن ابراہیمؒ اپنے والدِ مکرم حضرت ابراہیم تابعیؒ بن عبد الرحمٰن بن عوف صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کے سامنے جبکہ وہ روزے سے تھے افطار کے وقت کھانا لگایا گیا تو انہوں نے خاکساری اور نفس کشی کے طور پر کہا مصعب بن عمیرؓ جو مجھ سے کہیں بہتر تھے جب شہید کیئے گئے تو صرف ایک چادر میں ان کو کفنایا گیا اور وہ چادر بھی ایسی ناکافی تھی کہ اگر ان کا سر ڈھانپا جاتا تو ان کے پاؤں کھل جاتے اور اگر ان کے پاؤں ڈھانپے جاتے تو ان کا سر کھل جاتا، بالآخر ان کا سر تو ڈھانپ دیا گیا اور ان کے پاؤں پر اذخر گھاس رکھی گئی ۔راوی حضرت ابراہیمؒ نے آگے یہ بیان کہ، میں گمان کرتا ہوں کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے یہ بھی کہا: حمزہ رضی اللہ عنہ جو مجھ سے کہیں بہتر تھے، جب شہید کیئے گئے تو ان کا کفن بھی ایسا ہی تھا جیسا کہ مصعبؓ بن عمیر کا، اس کے بعد حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے کہا: پھر دنیا ہمارے لئے فراخ کردی گئی جتنی کی فراخ ہوئی، یا یوں کہا کہ پھر دنیا ہمیں عطا ہوئی جتنی کہ عطا کی گئی چنانچہ ہمیں ڈر لگتا ہے کہ ہماری نیکیوں کا اجر کہیں ہمیں جلدی سے (دنیا ہی میں) نہ دے دیا گیا ہو، پھر (اسی ڈر کی وجہ سے) حضرت عبد الرحمٰنؓ رونے لگے یہاں تک کہ انہوں نے کھانا چھوڑ دیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، عبدالرحمٰن ان کا اسلامی نام ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا تھا، اصل نام عبد عَمر و تھا کنیت ان کی ابو محمد تھی قریش مکہ کی شاخ بنوزہرہ سے تھے، ایک روایت کے مطابق حضرت عبدالرحمٰن اپنی فطری سلامت روی اور پاکیزہ نفسی کے باعث ایام جاہلیت میں ہی شراب ترک کر چکے تھے، انہوں نے دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ میں مکہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا حبش اور مدینہ کی ہجرتوں میں شامل ہوئے، آبائی طور پر تجارت پیشہ تھے مکہ میں ان کے والد عوف ایک بڑے تاجر کی حیثیت رکھتے تھے، حضرت عبدالرحمٰنؓ نے ہجرت کے بعد مدینہ میں بھائی چارگی کی اعانت قبول کرنے کے بجائے خود کاروبار شروع کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے جلد ہی ان کی تجارت اور کاروبار میں ایسی برکت عطا فرمائی کہ کچھ ہی عرصہ میں صحابہؓ کے غنی ترین افراد میں شمار ہونے لگے، تجارت کے ساتھ زراعت کا کام بھی وسیع پیمانے پر ہوتا تھا، وسیع جائداد کے مالک تھے، وافر دولت و جائداد کے باوجود نہایت درویش صفت اور زہد پسند انسان تھے، فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ میں مثالی حیثیت رکھتے تھے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ تمام غزوات و مشاہد میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، ان کی ولادت مکہ میں عام الفیل کے دس برس بعد ہوئی، اور وفات مدنیہ منورہ میں ۳۲ھ میں ہوئی، جنازہ وصیت کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور بقیع میں دفن کئے گئے۔ (مظاہر حق جدید: ۲/۴۶۹)

حضرت مصعب بن عمیرؓ مشہور صحابی ہیں، بڑے جلیل القدر اور فضلائے صحابہ میں ان کا شمار ہوتا ہے، غزوہ بدر کے مجاہدین میں سے ہیں، اور غزوہ احد میں شہید ہوئے، (حسن سیرت کے ساتھ حسن صورت میں بھی بہت ممتاز تھے اور شکل وشباہت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ملتے جلتے تھے، چنانچہ غزوہ احد میں ان ہی کی شہادت سے لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوگئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت ہوگئی) ان کا نسبی تعلق قریش مکہ کے قبیلہ عبد الدار سے تھا، ان کے والد بہت امیر تھے اسی لئے اس زمانہ (حالت کفر) میں حضرت مصعبؓ بڑے ٹھاٹ باٹ کی رئیسانہ زندگی گذارتے تھے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی تبلیغ کی تو سب کچھ چھوڑ کر مشرف بہ اسلام ہوگئے اور نہایت زہد وفقر اختیار کرلیا، منقول ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اس حال میں حاضر ہوئے کہ کمر میں تسمہ باندھا ہوا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس مردخدا کی طرف دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو نور ایمان سے روشن کردیا ہے، میں نے مکہ میں اس کو اس حال میں دیکھا ہے کہ اس کے ماں باپ اس کو ایک سے ایک اچھا کھانا کھلاتے تھے، میں نے اس کے بدن پر دو دو سو درہم کا لباس دیکھا ہے، یہ اللہ ورسول کی محبت ہے جس میں اس نے اپنے آپ کو اس حال تک پہنچایا ہے، غزوہ احد میں انہوں نے شہادت پائی۔

حضرت حمزہؓ عبد المطلب کے بیٹے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے، ان کی کنیت ابو عمارہ تھی، حضرت حمزہؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی

تھے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور انہوں نے ابولہب کی لونڈی ثوبیہ کا دودھ پیا تھا، حضرت حمزہؓ نہایت دلیر اور جنگجو تھے غزوۂ بدر میں بڑی بے جگری سے لڑے تھے، قریش کا سردار عتبہ ان کا پہلا مقابل تھا اور انہوں نے پہلے ہی وار میں اس کا سرتن سے جدا کر دیا تھا، غزوۂ احد میں بھی انہوں نے کتنے ہی دشمنوں کو تہ تیغ کیا، ان کی شمشیر بے نیام صاعقۂ آسمانی بن کر دشمن کے سروں پر گرتی اور ناپاک وجودوں کا صفایا کر دیتی، بالآخر ایک ماہر نیزہ باز، جو حبشی غلام تھا اور قریش کے سرداروں نے بڑا لالچ دے کر اس کو کسی جگہ تاک میں بٹھا رکھا تھا، اس نے موقع پر اپنا نیزہ پھینکا جو ٹھیک نشانہ پر لگا اور جگر کے پار ہو گیا حضرت حمزہؓ شہید ہو گئے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سید الشہداء فرمایا۔ (مظاہر حق جدید: ۲/۴۷۲)

فتح مکہ کے بعد وفد طائف کے ساتھ وحشیؓ بارگاہ رسالت میں مدینہ منورہ مشرف باسلام ہونے کی غرض سے حاضر ہوئے لوگوں نے ان کو دیکھ کر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ وحشی ہے یعنی آپ کے عم محترم کا قاتل آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو البتہ ایک شخص کا مسلمان ہونا میرے نزدیک ہزار کافروں کے قتل سے کہیں زیادہ محبوب ہے، بعد ازاں آپ نے وحشی سے حضرت حمزہؓ کے قتل کا واقعہ دریافت کیا، وحشی نے نہایت ندامت کے ساتھ محض تعمیل ارشاد کی غرض سے واقعہ عرض کیا، (وحشی نے کہا کہ میں جبیر کا غلام تھا جبیر نے کہا اگر میرے چچا (طعمیۃ بن عدی) کے بدلہ میں حمزہؓ کو قتل کر دے تو آزاد کر دوں گا) وحشیؓ کہتے ہیں کہ جب میں مکہ آیا تو آزاد ہو گیا اور قریش کے ساتھ فقط حضرت حمزہؓ کے قتل کے ارادہ سے آیا

تھا، قتل وقتال میرا مقصد نہ تھا، حضرت حمزہؓ کو قتل کر کے لشکر سے علیحدہ جا کر بیٹھ گیا اس لئے کہ میرا اور کوئی مقصد نہ تھا صرف آزاد ہونے کی خاطر حضرت حمزہؓ کو قتل کیا۔

آپؓ نے اسلام قبول کیا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ہو سکے تو میرے سامنے نہ آیا کرو اس لئے کہ تم کو دیکھ کر چچا کا صدمہ تازہ ہو جاتا ہے وحشی رضی اللہ عنہ کو چونکہ آپ کو ایذاء پہنچانا مقصود نہ تھا اس لئے جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو پس پشت بیٹھتے اور اس فکر میں رہے کہ اس کا کوئی کفارہ کروں چنانچہ اس کے کفارہ میں مسیلمہ کذاب کو اسی نیزہ سے مار کر واصل جہنم کیا جس نے خاتم النبین صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا، اور جس طرح حضرت حمزہؓ کو ناف پر نیزہ مار کر شہید کیا اس طرح مسیلمہ کذاب کو بھی ناف ہی پر نیزہ مار کر قتل کیا۔ (سیرت مصطفیٰ:۲/۲۰۲)

میت کے عیب کی پردہ پوشی کرنا

حضرت ابورافع اسلم رضی اللہ عنہ جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں روایت کرتے ہیں کہ ’’اَنَ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ غَسَّلَ مَیِّتًا فَکَتَمَ عَلَیْہِ، غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ اَرْبَعِیْنَ مَرَّۃً. (ریاض الصالحین:۱/۱۹۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی میت کو غسل دے اور وہ اس میں کوئی عیب دیکھے) پس وہ اس کی پردہ پوشی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے چالیس مرتبہ معاف فرمائے گا۔

غسل کے دوران اگر کوئی جسمانی عیب نظر آئے یا کسی وجہ سے اس کی شکل وصورت میں تغیر رونما ہو جائے تو اسے بیان کرنے سے گریز کیا جائے تاکہ اس کی ذلت ورسوائی نہ ہو۔

علماء نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ میت کو نہلانے والا جب اس (میت) میں کوئی اچھی چیز دیکھے، مثلاً اس کے چہرے کا روشن اور پرنور ہونا، اس کے بدن سے خوشبو کا آنا، تو اس چیز کا بیان کرنا مستحب ہے، اس کے برخلاف اگر اس میں کوئی بری چیز دیکھے، مثلاً اس کے بدن سے بدبو آتی ہو یا اس کا چہرہ یا بدن کالا ہو گیا ہو یا اس کی صورت بدل گئی ہو، تو اس چیز کا بیان کرنا حرام ہے۔ (مظاہر حق جدید: ۲/۴۹۷)

میت کو غسل دینے کی فضیلت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَسَّلَ مَيِّتاً وَكَفَّنَهُ وَحَنَّطَهُ وَحَمَلَهُ وَصَلَّى عَلَيْهِ، وَلَمْ يُفْشِ عَلَيْهِ مَارَأى خَرَجَ مِنْ خَطِيْئَتِهِ مِثْلَ يَومِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ. (ابن ماجہ: ۱۰۵، باب ماجاء فی غسل المیت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی مردے کو غسل دیا، اسے کفن پہنایا، اسے خوشبو لگائی، اور اسے کندھا دے کر قبرستان لے گیا، اس پہ نماز جنازہ پڑھی، اور اگر کوئی عیب دیکھا تو اسے پھیلایا نہیں، تو وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہو گیا جیسے وہ اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص میت کو غسل دے وہ گناہوں

سے ایسا پاک ہوجاتا ہے جیسے ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو، اور جو میت پر کفن ڈالے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا جوڑا پہنائیں گے۔ (احکام میت:۴۳)

مردے کو مشک لگانا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں کہ ”سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمِسْكِ فَقَالَ هُوَ اَطْيَبُ طِيْبِكُمْ. (ترمذی:۱/۱۹۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے بہترین خوشبو مشک ہے۔

عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِي بَكْرٍ اَنَّهَا قَالَتْ لِاَهْلِهَا اَجْمِرُوْا ثِيَابِي اِذَا مِتُّ ثُمَّ حَنِطُوْنِي وَلَاتَذُرُّوا عَلٰى كَفَنِي حُنَاطاً وَلَاتَتْبَعُوْنِي بِنَارٍ. (امام مالکؒ:۷۸)

اسماء بنت ابی بکر نے کہا اپنے گھر والوں سے میں جب مرجاؤں تو میرے کپڑوں کو خوشبو سے بسانا پھر میرے بدن پر خوشبو لگانا لیکن میرے کفن پر نہ چھڑکنا اور میرے جنازوں کے ساتھ آگ نہ رکھنا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس مشک تھی تو انہوں نے وصیت کی کہ وہ ان کے کفن میں لگائی جائے اور فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو میں سے بچی ہوئی ہے۔ (معارف مدنیہ:۳/۲۰۱)

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی کے پاس مشک امانت رکھدی اور فرمایا کہ میری موت کے بعد یہ مجھے لگادینا کیونکہ میرے پاس ایسی مخلوق آئے گی جو کھانے پینے سے بے نیاز ہے اور خوشبو محسوس کرتی ہے۔ (معارف مدنیہ:۳/۲۰۱)

عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ آدَمَ لَمَّا مَرِضَ مَرَضَهُ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ قَالَ لِبَنِيْهِ يَا بَنِيَّ اِنِّي مَرِيْضٌ، وَاِنِّي اَشْتَهِي

مَایَشْتَهِی الْمَرِیْضُ، وَاِنِّی اَشْتَهِی مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ فَابْغُوْا لِی مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ قَالَ فَخَرَجُوْا یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَلَقِیَتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ عِیَاناً فَقَالُوْا یَا بَنِی آدَمَ اَیْنَ تُرِیْدُوْنَ؟ قَالُوْا: نَبْغِی آبَانَا مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ فَقَالَ: ارْجِعُوْا فَقَدْ اُمِرَ بِقَبْضِ رُوْحِ اَبِیْكُمْ اِلَی الْجَنَّةِ قَالَ فَقَبَضُوْا رُوْحَهُ وَهُمْ یَنْظُرُوْنَ وَكَفَّنُوْهُ وَحَنَّطُوْهُ وَهُمْ یَنْظُرُوْنَ، وَصَلُّوْا عَلَیْهِ وَهُمْ یَنْظُرُوْنَ ثُمَّ قَالُوا: یَابَنِی آدَمَ هٰذِهٖ سُنَّتُكُمْ فِی مَوْتَاكُمْ.(سنن البکریٰ بیہقی مترجم: ۴/۲۶۴)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدم بیمار ہوئے جس بیماری میں وہ فوت ہوئے تو انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا: اے میرے بیٹو! میں بیمار ہوں اور میں بھی وہی کچھ چاہتا ہوں جو مریض چاہتا ہے اور میں جنت کا پھل چاہتا ہوں، وہ میرے لیے تلاش کرو، وہ نکلے اور زمین میں ادھر ادھر بھاگنے لگے، انہیں اچانک فرشتے ملے اور کہنے لگے اے آدم کے بیٹو! تم کیا ارادہ کرتے ہو؟ وہ کہنے لگے: ہم اپنے بابا جان کے لئے جنت کا پھل ڈھونڈ رہے ہیں، فرشتوں نے کہا: واپس پلٹ جاؤ کیونکہ تمہارے باپ کی روح قبض کرنے اور جنت کی طرف لے جانے کا حکم ملا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو فرشتوں نے آدم کی روح قبض کرلی اور وہ سب دیکھ رہے تھے، انہوں نے اسے کفن دیا، خوشبو لگائی اور وہ دیکھ رہے تھے اور انہوں نے آدم کی نماز جنازہ پڑھی اور وہ دیکھ رہے تھے پھر انہوں نے کہا اے آدم کے بیٹو! تمہارے لیے تمہارے مردوں میں یہی سنت اور طریقہ ہے۔

میت کے غسل سے فارغ ہونے کے بعد میت کے سر اور ڈاڑھی پر حنوط (یعنی

مرکب خوشبو) یا عطر جیسی کوئی اور خوشبو لگانا چاہئے، نیز میت اور کفن پر خوشبو لگانا فی نفسہ مستحسن ہے، البتہ ایسی خوشبو جس کا رنگ ظاہر ہو، یا اس کو لگانے سے اثر ظاہر ہو جاتا ہے، مثلاً زعفران وغیرہ ایسی خوشبو میت اور کفن پر لگانے سے منع کیا گیا ہے، لیکن اگر خوشبو کا اثر ظاہر نہیں ہوتا ہے، تو ایسی خوشبو لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (کتاب النواز: ۶/۹۴)

وہ اعضاء جو سجدہ میں زمین پر لگتے ہیں یعنی پیشانی، ناک، دونوں ہتھیلیوں دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر کافور ملنا مسنون ہے، اعضاء مساجد پر کافور ملنے کا مقصد ان اعضاء کی تعظیم وتکریم اور جلد از جلد کیڑوں کی غذا بننے سے بچانا ہے، اور یہ مقصد صرف کافور سے ہی حاصل ہوتا ہے دوسری خوشبوؤں اور عطر سے حاصل نہیں ہوسکتا، اس لئے اگر کوئی چاہے کہ عطر مل دے، تو عطر ملنے سے کافور کی سنت ادا نہ ہوگی، لہٰذا جہاں تک ہوسکے کافور ہی ملنا چاہئے۔ (کتاب النوازل: ۶/۷۴)

جنازہ کے ساتھ چلنا اور نماز جنازہ پڑھنے کا ثواب

جنازہ کے ساتھ جانا بہت ہی ثواب کا باعث ہے اور اس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت تاکید فرمائی ہے، محدثین نے بہت سی حکمتیں نقل کی ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں: (۱) میت کی تکریم مقصود ہے، یعنی جس طرح معزز مہمان کو رخصت کرنے کے لیے تھوڑی دور تک ساتھ جایا جاتا ہے میت کے ساتھ جانے میں بھی اس کی تکریم ہوتی ہے (۲) میت کے اولیاء (پسماندگان) کی دلجوئی مقصود ہے، یعنی جنازہ کے ساتھ جانے سے ورثاء کے ساتھ درد اور غم میں شرکت کا اظہار ہوتا ہے، (۳) میت کو دفن کرنے میں ورثاء کی اعانت ونصرت مقصود ہے۔ (فیض مشکوۃ: ۳/۳۸۳)

جنازہ کے ساتھ پیدل چلنا افضل ہے، جنازہ کے ساتھ پیدل چلنا اور سوار چلنا دونوں جائز ہے لیکن پیادہ پا چلنا افضل ہے اور جو شخص کسی سواری پر ہو (گاڑی وغیرہ پر سوار ہوکر جنازہ کے ساتھ چل رہا ہے) تو اس کو چاہئے کہ جنازہ کے پیچھے چلے، تاکہ لوگوں کو چلنے میں دشواری نہ ہو، جنازہ لے کر تیز چلنا چاہئے، لیکن تیز چلنے کا مطلب دوڑنا نہیں ہے، جنازہ لے کر چلنے والوں کو دنیاوی امور سے متعلق گفت وشنید اور آواز بلند کرنے سے گریز کرنا چاہئے، جنازہ کے ساتھ چلنے والے جب تک جنازہ کاندھوں سے اتار کر زمین پر نہ رکھ دیا جائے بیٹھے نہیں۔

جنازہ لے جانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے میت کی داہنی طرف کا اگلا پایا اپنے داہنے کندھے پر رکھ کر کم از کم دس قدم چلے، پھر پچھلا پایا اپنے داہنے کندھے پر

رکھ کر دس قدم چلے، پھر بائیں طرف کا اگلا پایا اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے اور پھر پچھلا پایا بائیں کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے، حدیث شریف میں اس طرح اٹھانے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

جنازہ لیجاتے ہوئے بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہ ہے، البتہ بلا آواز ذکر وفکر میں مشغول رہنا بہتر ہے۔ (کتاب المسائل:۷۳/۲)

جنازہ کے ساتھ چلنے کا ثواب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ”قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَۃَ مُسْلِمٍ اِیْمَاناً وَّ اِحْتِسَابًا وَّکَانَ حَتّٰی یُصَلِّی عَلَیْھَا وَیَفْرُغَ مِنْ دَفْنِھَا فَاِنَّہٗ یَرْجِعُ مِنَ الْاَجْرِ بِقِیْرَاطَیْنِ کُلُّ قِیْرَاطٍ مِثْلُ اُحُدٍ وَّمَنْ صَلّٰی عَلَیْھَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ اَنْ تُدْفَنَ فَاِنَّہٗ یَرْجِعُ بِقِیْرَاطٍ. (بخاری شریف:۱۲/۱، کتاب الایمان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ جائے اور اس وقت تک جنازے کے ساتھ رہے جب تک کہ اس پر نماز پڑھی جائے اور اس کے دفن سے فراغت ہو تو وہ ثواب کے دو قیراط لے کر واپس ہوگا، جن میں سے ہر قیراط گویا احد پہاڑ کے برابر ہوگا، اور جو آدمی صرف نماز جنازہ پڑھ کے واپس آجائے (دفن ہونے تک ساتھ نہ رہے) تو وہ ثواب کا (ایسا ہی) ایک قیراط لے کر واپس ہوگا۔

جو شخص کسی مسلمان کے نماز جنازہ اور اس کی تدفین میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر شرکت کرے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کو بہت زیادہ ثواب عطا فرمائیں گے، البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی واضح فرمادیا کہ اس عمل پر یہ عظیم ثواب تب ہی ملے گا جب کہ یہ عمل ایمان ویقین کی بنیاد پر اور ثواب ہی کی نیت سے کیا گیا ہو، یعنی اس عمل کا اصل محرک اللہ اور رسول کی باتوں پر ایمان ویقین اور آخرت کے ثواب کی امید ہو، پس اگر کوئی شخص صرف تعلق اور رشتہ داری کے ساتھ گیا اور نماز جنازہ اور دفن میں شریک ہوا، اللہ اور رسول کے حکم اور آخرت کا ثواب اس کے پیش نظر تھا ہی نہیں، تو وہ اس ثواب عظیم کا مستحق نہیں ہوگا۔ (معارف الحدیث: ۲۸۲/۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں "قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّ السَّلَامِ وَعِیَادَةُ الْمَرِیْضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَاِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِیْتُ الْعَاطِسِ" (مسلم شریف: ۲۱۳/۲، کتاب السلام)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان پر مسلمان کے پانچ حق ہیں (۱) سلام کا جواب دینا (۲) بیمار کا حال پوچھنا (۳) جنازہ کے ساتھ چلنا (۴) دعوت (بلاوے) کا قبول کرنا (۵) چھینکنے والا کا جواب دینا۔

مسلمان کا حق یہ ہے کہ وہ مسلمان بھائی کے جنازہ میں شریک ہو، شریک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ غسل سے لیکر کندھا دینا اور نماز جنازہ پڑھنا اس کے بعد تدفین میں شریک ہونا، یعنی غسل سے لیکر جب تک دفن نہ کردے تب تک وہ شریک رہے۔

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ”قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَبِعَ جَنَازَۃً حَتّٰی یُصَلّٰی عَلَیْھَا وَیُفْرَغَ مِنْھَا فَلَہٗ قِیْرَاطَانِ وَمَنْ تَبِعَ حَتّٰی یُصَلّٰی عَلَیْھَا فَلَہٗ قِیْرَاطٌ،وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَھُوَ اَثْقَلُ فِیْ مِیْزَانِہٖ مِنْ اُحُدٍ. (مسند احمد حدیث:۲۱۵۲۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص میت کے ساتھ جائے (اور اس کے ساتھ ہی رہے) یہاں تک کہ نماز جنازہ اور (تدفین) سے فارغ ہوجائے تو اس کے دو قیراط اجر ہوگا اور جو آدمی اس کے ساتھ جائے، اور صرف نماز جنازہ پڑھے، اس کے لیے ایک قیراط کا اجر ہوگا۔اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! یہ قیراط اس شخص کے ترازو میں احد پہاڑ سے بھی بھاری ہوگا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ داؤد پیغمبر نے پروردگار سے سوال کیا الٰہی جو شخص جنازہ کے ساتھ چلے اس کو کیا ثواب ملے گا حکم ہوا اے داؤد یہ ثواب ملے گا کہ وہ مرے گا تو میرے فرشتے اس کے جنازہ کے پیچھے پیچھے چلیں گے اور میں اس کی روح پر رحمت نازل کروں گا۔ (قبر کے عبرتناک مناظر:۱۴۴)

میت کی طرف سے جنازہ والوں کو نصیحت

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میت کو چارپائی پر رکھ کر تین قدم تک لے جاتے ہیں تو وہ کہتا ہے اے میرے بھائیو! اے میرے لے جانے والو! تم خبردار رہنا دنیا تم کو دھوکا نہ دے جیسا مجھ کو

دھوکا دیا اور زمانہ تم کو کھیل کود میں مشغول نہ کرے، جیسا مجھ کو مشغول کر دیا میں نے جو کچھ جمع کیا اس کو ورثاؤں کے واسطے چھوڑا، اور اللہ قیامت کے دن مجھ سے ذرہ ذرہ کا حساب لے گا تم لوگ بھی میرے بعد آوے گے۔ (قبر کے عبرتناک مناظر:۱۴۳)

جنازہ کو کندھا دینے کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً وَّحَمَلَهَا ثَلٰثَ مِرَارٍ فَقَدْ قَضٰى مَا عَلَيْهِ مِنْ حَقِّهَا. (ترمذی شریف:۱/۲۰۱، کتاب الجنائز)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص جنازہ کے ساتھ چلا اور اس کو تین بار اٹھایا تو بیشک اس نے وہ حق ادا کر دیا جو اس (میت) کا اس پر تھا۔

مؤمن کا مؤمن پر حق ہے کہ جنازہ کے ساتھ جائے اور جنازہ اٹھانے اور قبرستان تک جنازہ لے جانے میں معاون و مددگار رہے، اور جنازہ کو کم از کم تین بار کندھا دے، اس طرح سے کہ جنازہ کو اپنے کندھے پر لے اور کچھ دور چلے، پھر دوسرے کے کندھے پر اس کو چھوڑ دے، پھر کچھ استراحت کے بعد دوسری بار اور اسی طرح تیسری بار کرے، اس طرح کندھا دینے سے مؤمن کا جو مؤمن پر حق ہے وہ ادا ہو جاتا ہے۔ (لیکن اگر کندھا دینے والوں کی تعداد زیادہ ہے اور مجمع کثیر ہے دوبارہ کندھا دینے میں دشواری آئے گی تو ایک مرتبہ کندھا دینے پر اکتفا کرے، اور دوسروں کو کندھا دینے کا موقع دے) (مظاہر حق جدید:۲/۴۹۴)

جنازے کے پیچھے چلنا افضل ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْجَنَازَۃُ مَتْبُوعَۃٌ وَّلَاتَتْبَعُ لَیْسَ مَعَھَا مَنْ تُقَدَّمَھَا. (ترمذی شریف:۱/۱۹۲، کتاب الجنائز)

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنازہ متبوع ہے، یعنی اس کے پیچھے چلنا چاہئے، جنازہ تابع نہیں ہے، (کہ وہ تمہارے پیچھے رہے اورتم آگے چلو) اور وہ شخص اس کے ساتھ نہیں جو اس کے آگے ہوگیا (یعنی جو شخص جنازے کے آگے چلا وہ جنازے کے ساتھ جانے کا پورا ثواب نہیں پاتا)۔

جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے، جنازہ کے آگے نہیں چلنا چاہئے، لیکن اگر کوئی عذر ہے تو عذر کی بنا پر جنازہ سے آگے چلنا جائز ہے، مگر بہتر طریقہ یہ ہے کہ جنازہ سے پیچھے چلیں۔ (فیض مشکوۃ:۳/۴۰۵)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ سے کہا کہ جنازہ کے پیچھے رہو اس کا اگلا حصہ ملائکہ کے لئے اور پچھلا حصہ بنی آدم (انسانوں) کے لئے ہے۔ (معارف مدنیہ:۳/۲۱۱)

سواری پر جنازہ کے ساتھ جانے کی ممانعت

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''خَرَجْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی جَنَازَۃٍ فَرَأی نَاسًا رُکْبَاناً فَقَالَ اَلَاتَسْتَحْیُوْنَ اَنَّ مَلٰئِکَۃَ اللّٰہِ عَلٰی اَقْدَامِھِمْ وَاَنْتُمْ عَلٰی ظُھُوْرِ الدَّوَابِّ. (ترمذی شریف:۱/۱۹۶، کتاب الجنائز)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک جنازہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (کچھ) لوگوں کو سوار دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم لوگوں کو حیا نہیں آتی کہ اللہ کے فرشتے اپنے پیروں پر (چل رہے) اور تم جانوروں کی پیٹھوں پر (سوار ہو کر چل رہے) ہو۔

جنازہ کے ساتھ چلنے میں افضل یہ ہے کہ پیدل چلیں، جنازہ کے پیچھے سوار ہو کر چلنا مناسب نہیں ہے، لیکن اگر کوئی معذور ہے، وہ بغیر سواری کے نہیں چل سکتا ہے، تو ایسے شخص کو سواری سے چلنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (فیض مشکوٰۃ:۴۰۵/۳)

جنازہ کے ساتھ تیز چلنا

حضرت عبدالرحمٰنؒ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ”اَنَّهٗ كَانَ فِي جَنَازَةِ عُثْمَانَ بْنِ اَبِي الْعَاصِ وَكُنَّا نَمْشِي مَشْياً خَفِيْفاً، فَلَحِقَنَا اَبُوْبَكْرَةَ فَرَفَعَ سَوْطَهٗ فَقَالَ لَقَدْ رَأَيْتُنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَرْمُلُ رَمَلاً. (ابوداؤد شریف:۴۵۳/۲، کتاب الجنائز)

حضرت عبدالرحمٰنؒ کے والد کہتے ہیں کہ ہم عثمان بن ابوالعاص کے جنازے میں تھے اور ہم دھیرے دھیرے چل رہے تھے، اتنے میں ہم سے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ آملے اور انہوں نے اپنا کوڑا لہرایا (ڈرانے کے لئے) اور کہا: ہم نے اپنے آپ کو دیکھا ہے اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ہم (جنازے لے کر) تیز چلا کرتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی کہتے ہیں کہ "قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِسْرَعُوْا بِالْجَنَازَۃِ فَاِنْ تُکَ صَالِحَۃً فَخَیْرٌ تُقَدِّمُوْنَھَا اِلَیْہِ وَاِنْ تَکُ سِوٰی ذٰلِکَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَہٗ عَنْ رِقَابِکُمْ. (بخاری شریف:۱/۱۷۶، کتاب الجنائز)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگ جنازے کے ساتھ تیزی سے چلو اگر وہ جنازہ نیک آدمی کا ہے تو (قبر اس کے لئے) بھلائی پانے کا مقام ہے، جہاں تک تم اس کو تیز قدم چل کر جلدی پہنچا دو گے اور اگر اس کے سوا دوسری صورت ہے کہ وہ جنازہ برے آدمی کا ہے تو تم اس کے بوجھ کو اپنے کندھوں سے جلد اتار دو گے۔

دفن کرنے کے لئے جنازے کو لے کر قبرستان کی طرف چلو تو، تیز قدم چلو، معمول کی رفتار کی بہ نسبت تیزی سے اور جلدی جلدی اٹھاتے ہوئے، تیز چلنے کا مطلب دوڑتے ہوئے چلنا نہیں، بلکہ ایسی رفتار سے چلنا ہے جو معمول کی رفتار سے زیادہ اور دوڑنے، بھاگتے ہوئے چلنے کی رفتار سے کم ہو، یعنی بیچ کی چال کہ جس میں قدم جلدی جلدی اٹھائے جاتے ہیں اور پاس پاس رکھے جاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیز چلنے کی حکمت یہ بتائی ہے کہ اگر میت نیک ہے اور اس کے احوال اس طرح کے تھے جو اس کو اللہ کی رحمت کا مستحق بناتے ہیں تو اس کو جلدی لے چلو، تاکہ وہ ثوابِ آخرت اور رحمت الٰہی کے اپنے اچھے ٹھکانے تک جلدی پہنچ جائے، اور میت اگر بُری ہے اور اس کے احوال اس طرح کے تھے، جو بظاہر اس کو اللہ کی رحمت سے دور کرنے والے ہیں تو بھی جلدی لے چلو تاکہ اس بُرے کا بوجھ تم اپنے کندھوں سے جلد اتار پھینکو۔ (مظاہر حق جدید:۲/۴۷۶)

نیک میت کا کلام

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلٰى اَعْنَاقِهِمْ فَاِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ قَدِّمُوْنِي وَاِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ لِاَهْلِهَا يَاوَيْلَهَا اَيْنَ تَذْهَبُوْنَ بِهَا يَسْمَعُ صَوتَهَا كُلُّ شَيْئٍ اِلَّا الْاِنْسَانُ وَلَوْ سَمِعَ الْاِنْسَانُ لَصَعِقَ. (بخاری شریف:۱/۱۷۶، کتاب الجنائز)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب جنازہ تیار کرلیا جاتا ہے اور (قبرستان لے چلنے کے لئے) لوگ اس کو اپنے کندھوں پر اٹھاتے ہیں، تو وہ میت اگر نیک بخت ہوتی ہے تو کہتی ہے کہ مجھے (میری اچھی منزل کی طرف) جلدی لے چلو، اور اگر وہ میت بد بخت ہوتی ہے تو اپنے لوگوں سے کہتی ہے کہ ہائے خرابی! اس کو (یعنی مجھ کو) کہاں لئے جاتے ہو، اس کی آواز سوائے آدمی کے ہر چیز سنتی ہے، اگر آدمی اس کو سنے تو (ڈر کی وجہ سے) ضرور مر جائے (یا بیہوش ہو جائے)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ''سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِذَا وُضِعَ الرَّجُلُ الصَّالِحُ عَلٰى سَرِيْرِهٖ، قَالَ قَدِّمُوْنِي قَدِّمُوْنِي وَاِذَا وُضِعَ الرَّجُلُ يَعْنِي السُّوْءَ عَلٰى سَرِيْرِهٖ قَالَ: يَاوَيْلَتٰى اَيْنَ تَذْهَبُوْنَ بِي؟ (نسائی شریف:۱/۲۱۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جب نیک بندہ اپنی چارپائی پہ رکھا جاتا ہے، تو وہ کہتا ہے مجھے جلدی لے

چلو، مجھے جلدی لے چلو، اور جب برا آدمی اپنی چارپائی پہ رکھا جاتا ہے، تو کہتا ہے: ہائے میری تباہی! تم مجھے کہاں لے جارہے ہو۔

قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے، نیک شخص کے لئے وہاں راحت وآرام ہے، اور برے شخص کے لئے عذاب وسزا ہے، یہی وجہ ہے کہ میت کو جب لے کر لوگ چلتے ہیں تو اسے اپنے انعام یافتہ یا سزایافتہ ہونے کا ادراک ہوجاتا ہے، چنانچہ اگر اس کے لئے قبر میں راحت ہوتی ہے (یعنی میت اگر نیک ہوتی ہے) تو وہ اس بات کی درخواست کرتی ہے کہ مجھے میری منزل تک پہنچادو، اور اگر میت کے لئے قبر میں سزا مقدر ہوتی ہے (یعنی میت اگر بری ہوتی ہے) اپنے لے جانے والوں سے اپنی خرابی کے اظہار کے ساتھ یہ کہتی ہے کہ مجھے کہاں لے جارہے ہو اور واویلا کرتی ہے، (واضح رہے کہ میت اگرچہ روح سے خالی ہوتی ہے مگر اس وقت حقیقۃً کلام کرتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بلاشبہ اس کے کلام کرانے پر قادر ہے)۔ (فیض مشکوٰۃ:۳/۳۸۵)

جنازہ زمین پر رکھنے سے پہلے بیٹھنا

حضرت ابوسعدی خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَأَیْتُمُ الْجَنَازَۃَ فَقُوْمُوْا، فَمَنْ تَبِعَھَا فَلَایَقْعُدْ حَتّٰی تُوْضَعَ. (بخاری شریف:۱/۱۷۵، کتاب الجنائز)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ، اور جو شخص جنازہ کے ساتھ چل رہا ہو، وہ اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک جنازہ رکھ نہ دیا جائے۔

حضرت ابو ہریرہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ ”مَارَأَیْنَا رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَھِدَ جَنَازَۃً قَطُّ فَجَلَسَ حَتّٰی تُوْضَعَ. (نسائی شریف:۱/۲۱۱، کتاب الجنائز)

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما کہتے ہیں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ جنازے کے ساتھ ہوں اور بیٹھ گئے ہوں یہاں تک کہ وہ (جنازہ زمین پر) رکھ دیا جائے۔

جولوگ جنازہ لے کر جارہے ہیں، ان لوگوں کو اس وقت تک بیٹھنا نہیں چاہئے جب تک جنازہ لوگوں کے کاندھوں سے اتار کر زمین پر نہ رکھ دیا جائے (یہ اس وجہ سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ بیٹھ جائیں اور غفلت میں جنازہ گر جائے) بلکہ جب تک جنازہ کو زمین پر رکھا نہ جائے بیٹھے نہیں بلکہ کندھا دینے کے لئے ہمراہ رہے۔ (فیض مشکوٰۃ:۳/۳۸۵)

حضرت حسن بن علیؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت امام احمدؒ، حضرت امام محمدؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ جنازہ کو کاندھے سے اتا کر زمین پر رکھنے سے پہلے شرکاء جنازہ کو بیٹھنا مکروہ ہے اور قیام مستحب ہے، نیز حنفیہ اور حنابلہ کا مسلک بھی یہی ہے کہ جنازہ رکھنے سے پہلے شرکاء جنازہ کو نہیں بیٹھنا چاہئے۔ (معارف مدینہ:۳/۲۱۵)

○✡○

نماز جنازہ اور میت کے لئے دعا

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے، لہٰذا اگر کچھ لوگ ادا کرلیں گے تو سب پر سے فریضہ ساقط ہو جائے، اور اگر کوئی ادا نہیں کرے گا تو سب لوگ گنہ گار ہوں گے، لیکن فرض کفایہ سمجھ کر ٹال مٹول نہ کرنا چاہئے، بلکہ کوشش کرکے جنازہ میں شریک ہونا چاہئے، نماز جنازہ میں اگر تعداد کثیر ہے تو میت کی مغفرت ہو جاتی ہے اور خود نماز جنازہ پڑھنے والے بھی اجر کثیر کے مستحق ہوتے ہیں۔(مظاہر حق رفیض مشکوٰۃ)

نماز جنازہ کی ادائیگی کا طریقہ

نماز جنازہ میں میت کے لئے اجتماعی دعاء ہوتی ہے، اس سے رحمت الٰہی بندہ کی طرف بہت جلد متوجہ ہو جاتی ہے، نماز جنازہ کا طریقہ یہ ہے کہ امام اس طرح کھڑا ہو کہ میت اس کے اور قبلہ کے درمیان ہو، اور لوگ امام کے پیچھے صفیں بنائیں، امام چار تکبیروں کے ساتھ نماز پڑھائے گا، پہلی تکبیر کے بعد حمد وثنا کرے، دوسری تکبیر کے بعد درود شریف پڑھے تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعاء کرے، مقتدی بھی یہی کام کریں گے، پھر چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دیں۔(فیض مشکوٰۃ:۳۸۴/۳)

نماز جنازہ میں دو چیزیں فرض ہیں (۱) چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا، ہر تکبیر یہاں قائم مقام ایک رکعت کے سمجھی جاتی ہے، (۲) قیام یعنی کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جس طرح فرض اور واجب نمازوں میں قیام فرض ہے اور بے عذر کے ان کا بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں

اسی طرح یہاں بھی قیام فرض ہے اور بے عذر اس کا ترک جائز نہیں، (اگر کسی کو دعائیں وغیرہ یاد نہ ہوں تو ان کے لئے چار مرتبہ تکبیر کہنا ضروری ہے) (علم الفقہ: ۳۴۷)

نماز جنازہ میں صرف تکبیر اور سلام بلند آواز کے ساتھ کہے جائیں گے، اور تکبیرات کے درمیان ثناء، درود شریف اور دعاء، یہ سب آہستہ آواز سے پڑھنا مسنون ہے، نیز بعض لوگ نماز جنازہ میں جہراً سورۂ فاتحہ وغیرہ پڑھنے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے، تو اس بارے میں یادرکھنا چاہے کہ حنفیہ کے نزدیک نماز جنازہ میں قرأت کی نیت سے سورۂ فاتحہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، البتہ دعاء کی نیت سے پڑھنے کی گنجائش ہے، لیکن جہر کسی حالت میں صحیح نہیں ہے، یہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک ہے، اور جن بعض روایات میں سورۂ فاتحہ جہراً پڑھنے کا ذکر ہے تو اس کا محمل یہ ہے کہ کبھی کبھار نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سرّی دعاؤں کو ہلکی آواز سے پڑھ دیتے تھے، تاکہ صحابہ کو علم ہو جائے، آپ کا یہ عمل تعلیم کی غرض سے تھا نہ کی تشریع کی غرض سے۔ (کتاب المسائل: ۸۱/۲)

نماز جنازہ پڑھ کر فوراً ہی میت کے اوپر فاتحہ پڑھنا اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا قرآن وحدیث سے کہیں بھی ثابت نہیں ہے، نیز نماز جنازہ خود دعا ہے، لہٰذا نماز جنازہ کے فوراً بعد دعا کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور نہ ہی سلف صالحین سے ثابت ہے، (ان تمام بدعات وغیرہ سے گریز کرنا چاہئے، بلکہ کتب فقہ میں ایسی چیزوں سے منع فرمایا گیا ہے)۔ (کتاب والنوازل: ۱۶۳/۶)

نماز جنازہ کامکمل طریقہ اوراس میں پڑھی جانے والی دعائیں

پہلی تکبیر کے بعد ثنا پڑھیں! سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ، وَجَلَّ ثَنَائُکَ وَلَآاِلٰهَ غَیْرُکَ.

دوسری تکبیر کے بعد درود شریف پڑھیں! اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، کَمَاصَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍوَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، کَمَابَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.

تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعا کریں اگر وہ بالغ ہو خواہ مرد ہو یا عورت یہ دعا پڑھیں: ’’اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ.

اور اگر میت نابالغ لڑکا ہو تو یہ دعا پڑھے: ’’اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطاً وَّاجْعَلْهُ لَنَا اَجْراً وَّذُخْراً وَاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعاً وَّمُشَفَّعًا. (بہشتی زیور: حصہ ۱۱/۵۹۰)

اور اگر نابالغ لڑکی ہو تو یہ دعا پڑھے: ’’اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطاً وَّاجْعَلْهَا لَنَا اَجْراً وَّذُخْراً وَاجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّمُشَفَّعَةً. (بہشتی زیور: حصہ ۱۱/۵۹۰)

جب یہ دعا پڑھ لیں تو پھر چوتھی تکبیر کہیں اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دیں، یاد رہے کہ پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھا کر باندھ لیں اس کے علاوہ تکبیروں میں ہاتھ نہ اٹھائیں۔ (بہشتی زیور: حصہ ۱۱/۵۹۰)

نماز جنازہ کی دعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ”قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَأَخْلِصُوا لَهُ الدُّعَاء. (ابوداؤد شریف: ۴۵۶/۲، باب للمیت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم کسی میت کی نماز جنازہ پڑھو تو پورے خلوص سے اس کے لئے دعا کرو (یعنی بغیر ریا اور بلا تصنع کے خالص اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کو دھیان میں رکھ کر اور دل لگا کر دعا کرو)۔

نماز جنازہ کا اصل مقصد میت کے لئے دعا ہی ہے، پہلی تکبیر کے بعد اللہ کی حمد و تسبیح اور دوسری تکبیر کے بعد درود شریف گویا دعا کی تمہید ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں جو دعائیں پڑھتے تھے (جو آگے درج کی جارہی ہیں) وہ سب اس موقع کے لئے بہترین دعائیں ہیں۔ (معارف الحدیث: ۲۸۳/۳)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک میت کے جنازہ کی نماز پڑھی (اس میں آپ نے میت کے لئے جو دعا کی) اس دعا کے الفاظ مجھے یاد ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے حضور میں عرض کر رہے تھے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهُ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرْدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَاراً خَيْراً مِنْ دَارِهٖ وَاَهْلاً خَيْراً مِنْ اَهْلِهٖ وَزَوْجاً خَيْراً

مِنْ زَوْجِہٖ وَاَدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ وَاَعِذْہُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ قَالَ حَتّٰی تَمَنَّیْتُ اَنْ اَکُوْنَ اَنَا ذٰلِکَ تَمَنَّیْتُ. (مسلم شریف:۱/۳۱۱، کتاب الجنائز)

اے اللہ! تو اس بندہ کی مغفرت فرما، اس پر رحمت فرما، اس کو عافیت دے، اس کو معاف کردے، اس کی باعزت مہمانی فرما، اس کی قبر کو اس کے لئے وسیع فرمادے (جہنم کی آگ اور اس کی سوزش وجلن کی بجائے) پانی سے، برف سے اور اولوں سے اس کو نہلا دے (اور ٹھنڈا اور پاک فرمادے) اور گناہوں کی گندگی سے اس کو صاف فرمادے جس طرح اجلے کپڑے کو تو نے میل سے صاف فرمادیا ہے، اور اس کو دنیا کے گھر کے بدلے میں آخرت کا اچھا گھر اور گھر والوں کے بدلہ میں اچھے گھر والے اور رفیق حیات کے بدلہ میں اچھا رفیق حیات عطا فرمادے، اور اس کو جنت میں پہنچادے اور عذاب قبر اور عذاب دوزخ سے اس کو پناہ دے (حدیث کے راوی عوف بن مالک صحابیؓ) کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا سن کر میرے دل میں آرزو پیدا ہوئی کہ کاش یہ میت میں ہوتا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جنازے پر نماز پڑھتے تھے تو اس میں یوں دعا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ، اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ. (ابوداؤد شریف،۲/۴۵۶)

اے اللہ! ہمارے زندوں کو، ہمارے مردوں کو، ہمارے حاضر لوگوں کو، ہمارے غائب لوگوں کو، ہمارے چھوٹوں کو، ہمارے بڑوں کو، ہمارے مردوں کو اور ہماری عورتوں کو بخش دے، اے اللہ! جس کو تو ہم میں سے زندہ رکھے اس کو اسلام پر قائم رکھتے ہوئے زندہ رکھ اور جس کو اس عالم سے اٹھائے اس کو ایمان کی حالت میں اٹھا، اے اللہ! اس میت کی موت کے اجر سے ہمیں آخرت میں محروم نہ رکھ، اور اس دنیا میں اس کے بعد تو ہمیں کسی فتنہ اور آزمائش میں نہ ڈال۔

جنازہ کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض اور دعائیں بھی ثابت ہیں پڑھنے والے کو اختیار ہے جو چاہے دعا پڑھے، اور چاہے تو ان میں سے متعدد دعائیں پڑھے۔

مندرجہ بالا حدیثوں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ کی نماز میں یہ دعائیں اتنی آواز سے پڑھیں کہ ان کو صحابہ کرامؓ نے سن کر ان کو محفوظ کرلیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات نماز میں بعض دعائیں وغیرہ اس لئے بالجہر اور آواز سے پڑھتے تھے کہ دوسرے لوگ سن کر سیکھ لیں، جنازہ کی ان نمازوں میں دعاؤں کا باآواز پڑھنا بھی غالباً اسی مقصد سے تھا، ورنہ عام قانون دعا کے بارے میں یہ ہے کہ اس کا آہستہ کرنا افضل ہے۔ (معارف الحدیث:۲/۲۸۵)

بچہ پر نماز جنازہ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں ''سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُولُ الطِّفْلُ یُصَلّٰی عَلَیْہِ. (ابن ماجہ شریف:۱۰۸، کتاب الجنائز)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: بچہ کی بھی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ''اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الطِّفْلُ لَایُصَلّٰی عَلَیْہِ وَلَایَرِثُ وَلَایُوْرَثُ حَتّٰی یَسْتَھِلَّ. (ترمذی شریف:۱/۲۰۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بچہ پر نماز نہ پڑھی جائے اور نہ تو وہ وارث ہوگا اور نہ اس کا کوئی وارث ہوگا، یہاں تک کہ بچہ کی پیدائش کے وقت آواز نکلے۔

پیدائش کے وقت اگر بچہ میں زندگی کے آثار ہیں تب ہی اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اور اگر بچہ مردہ پیدا ہوا ہے تو نہ تو اس کی نماز پڑھی جائے گی، اور نہ ہی وراثت کے احکام جاری ہوں گے۔ (فیض مشکوۃ:۳/۲۱۶)

نابالغ کی نماز جنازہ میں دعاء

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ قَالَ صَلَّیْتُ وَرَاءَ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَلٰی صَبِیٍّ لَمْ یَعْمَلْ خَطِیْئَۃً قَطُّ فَسَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اَعِذْہُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ. (مؤطا امام مالکؒ:۷۹)

حضرت سعید ابن میسّبؒ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے ایک صبی (بچہ) پر، کہ جس نے کبھی گناہ کا م نہیں کیا تھا (جنازہ کی) نماز پڑھی، پس میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (نماز میں) یہ دعا مانگتے سنا: ''اَللّٰھُمَّ اَعِذْہُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ'' یعنی اے اللہ! اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک چھوٹے سے نابالغ بے قصور بچہ کی نماز میں مذکورہ دعا پڑھی چونکہ قبر میں وحشت اور ابتدائی غصہ اور رنج سے کوئی بھی دو چار ہوسکتا ہے، خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا، لہٰذا حضرت ابو ہریرہؓ نے اسی حفاظت کی دعا کی ہے۔ (فیض مشکوٰۃ: ۴۱۵/۳)

حضرت امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ نابالغ کی نماز جنازہ میں یوں دعا فرماتے: ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا سَلَفاً وَّفَرَطاً وَّذُخْراً وَّاَجْراً'' ترجمہ اے اللہ! اس بچے کو ہمارا ہراول اور ہمارا پیش خیمہ بنادے اور اس کو ہمارے لئے ذخیرہ اور باعث اجر بنا۔ (مظاہر حق جدید: ۵۰۳/۲)

نماز جنازہ میں چار تکبیریں

نماز جنازہ کی تکبیروں کو بارے میں روایات مختلف ہیں، بعض صحابہ کرامؓ تین کے قائل ہیں، بعض سے سات مروی ہیں، بعض پانچ تکبیرات نقل کرتے ہیں، چاروں امام اور جمہور علماء کا اتفاق اسی پر ہے کہ نماز جنازہ میں چار ہی تکبیریں کہی جائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد پر نو تکبیریں کہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سات تکبیریں کہنے لگے، آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار تکبیریں کہنے لگے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے پاس جا پہنچے، اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل چار ہی تکبیروں کا ہے۔ (فیض مشکوٰۃ، مظاہر حق جدید)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ''اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

وَسَلَّمَ صَلّٰی عَلٰی عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ،وَ کَبَّرَ عَلَیْهِ اَرْبَعاً. (ابن ماجہ شریف:۱۰۸)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی،اور چار تکبیریں کہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں ''اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَبَّرَ اَرْبعاً. (ابن ماجہ شریف:۱۰۸، کتاب الجنائز)

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار بار تکبیریں ''الله اکبر'' کہیں۔

عَنْ اَبِی اُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَیْفٍ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّ مِسْکِیْنَةً مَرِضَتْ فَاُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمَرَضِهَا وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُ الْمَسَاکِیْنَ وَیَسْأَلُ عَنْهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَامَاتَتْ فَاٰذِنُوْنِی بِهَا فَخُرِجَ بِجَنَازَتِهَا لَیْلاً فَکَرِهُوْا اَنْ یُوْقِظُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّااَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُخْبِرَ بِالَّذِیْ کَانَ مِنْ شَانِهَا فَقَالَ اَلَمْ آمُرْکُمْ اَنْ تُؤْذِنُوْنِیْ بِهَا فَقَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ کَرِهْنَا اَنْ نُخْرِجَکَ لَیْلاً وَنُوْقِظَکَ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی صَفَّ بِالنَّاسِ عَلٰی قَبْرِهَا وَکَبَّرَ اَرْبَعَ تَکْبِیْرَاتٍ. (مؤطاامام مالکؒ:۸۷، التکبیر علی الجنائز)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مسکین عورت بیمار ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی اور

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ یہ تھا کہ مسکینوں کی بیمار پرسی کرتے تھے اوران کا حال دریافت کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب یہ عورت انتقال کرجائے تو مجھے خبر کرنا، البتہ رات کواس کا جنازہ نکلا اورصحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار کرنا مناسب نہیں سمجھا، جب صبح ہوئی تواس کی کیفیت معلوم ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے تم سے کہہ دیا تھا کہ مجھے خبر کردینا صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے مناسب نہیں سمجھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کورات میں بیدار کریں، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اورلوگوں نے اس کی قبر پرصف باندھی اور چار تکبیریں کہیں (یعنی نماز جنازہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار تکبیریں کہیں)۔

حضرت ابراہیم بن مسلم ہجری کہتے ہیں کہ میں نے صحابی رسول عبداللہ بن ابی اوفی اسلمی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے ایک بیٹے کی نماز جنازہ پڑھی، توانہوں نے اس میں چار تکبیرں کہیں، چوتھی تکبیر کے بعد کچھ دیر ٹھہرے، اور سلام پھیرنے میں توقف کیا، تو میں نے لوگوں کو سنا کہ وہ صف کے مختلف جانب سے سبحان اللہ کہہ رہے ہیں، انہوں نے سلام پھیرا، اور کہا: کیا تم لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ میں پانچ تکبیریں کہوں گا؟ لوگوں نے کہا: ہمیں اسی کا ڈر تھا، عبداللہ بن ابی اوفیؓ نے کہا کہ میں ایسا کرنے والا نہیں تھا، لیکن چوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار تکبیریں کہنے کے بعد کچھ دیر ٹھہرتے تھے، اور جو اللہ توفیق دیتا وہ پڑھتے تھے، پھر سلام پھیرتے تھے۔ (ابن ماجہ شریف: ۱۰۸، کتاب الجنائز)

نجاشی کی نماز جنازہ اور چار تکبیر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں ''اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَعیٰ لِلنَّاسِ النَّجَاشِیِّ الْیَوْمَ الَّذِیْ مَاتَ فِیْہِ وَخَرَجَ بِھِمْ اِلَی الْمُصَلیّٰ فَصَفَّ بِھِمْ وَکَبَّرَ اَرْبَعَ تَکْبِیْرَاتٍ. (بخاری شریف:۱/۱۷۹کتاب الجنائز)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر (مدینہ) میں لوگوں کو اسی روز پہونچائی جس دن (حبشہ میں) ان کا انتقال ہوا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کو لے کر مصلیٰ کی طرف نکلے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (صحابہؓ) کے ساتھ صف باندھی اور (نمازم جنازہ پڑھی جس میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار تکبیریں کہیں۔

نجاشی ملک حبش (جو براعظم افریقہ کے مشرقی خاکنائے میں بحر قلزم کے ساحل پر واقع ہے، اوراب ایتھوپیا کہلاتا ہے) کے بادشاہ کا لقب ہوا کرتا تھا، یہ نجاشی جن کا ذکر اس روایت میں ہے ان کا اصلی نام اصحم یا اصحمہ تھا، دعوتِ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں قریش مکہ کے تشدد اور مظالم سے تنگ آکر مسلمانوں کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر جب ہجرت کر کے حبش پہنچی تو یہی نجاشی تھے جنھوں نے ان مسلمانوں کو عزت وتکریم کے ساتھ اپنے یہاں رکھا اور ان کی خوب خدمت گذاری کی، اپنے ملک والوں کی طرح یہ نجاشی بھی دین نصاریٰ (عیسائی مذہب) پر تھے پھر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور مسلمان ہو گئے، جب ان کا انتقال ہوا تو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اطلاع اپنے صحابہؓ کو دی اور ان کے ساتھ مصلیٰ (یہاں مصلیٰ سے مراد عیدگاہ نہیں ہے جہاں عیدین کی نماز پڑھی جاتی تھی بلکہ ہوسکتا ہے کہ مصلی سے مراد بقیع الغرقد میں واقع کوئی خاص جگہ ہو جو نماز جنازہ کے لئے مقرر رہی ہوگی جیسے آج کل بعض علاقوں میں نماز جنازہ کے لئے عیدگاہ بنی ہوتی ہے) میں ان (نجاشیؓ) کی نماز جنازہ پڑھی۔ (مظاہرحق جدید:۴۷۹/۲)

نماز جنازہ میں نمازیوں کی کثرت کی فضیلت

عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَامِنْ مَيِّتٍ تُصَلِّي عَلَيْهِ اُمَّةٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَبْلُغُونَ مِائَةً كُلُّهُمْ يَشْفَعُوْنَ لَهُ اِلَّا شُفِّعُوْا فِيْهِ. (مسلم شریف:۳۰۸/۱، کتاب الجنائز)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس (مسلمان) میت کی نماز جنازہ مسلمانوں کی اتنی بڑی جماعت پڑھے جس کی تعداد سو ۱۰۰ رتک پہنچ جائے اور پھر وہ سب (نماز پڑھنے والے) اس (میت) کے لئے (بصورت دعاء رحمت ومغفرت) شفاعت کریں تو اس (میت) کے حق میں ان کی شفاعت ضرور قبول کی جاتی ہے۔

وَعَنْ كُرَيْبٍ مَولَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ مَاتَ لَهُ ابْنٌ بِقُدَيْدٍ اَوْ بِعُسْفَانَ فَقَالَ يَاكُرَيْبُ انْظُرْ مَا اجْتَمَعَ لَهُ مِنَ النَّاسِ قَالَ فَخَرَجْتُ فَاِذَا نَاسٌ قَدِاجْتَمَعُوْا لَهُ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ تَقُوْلُ هُمْ اَرْبَعُوْنَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَخْرِجُوْهُ فَاِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

مَامِنْ رَّجُلٍ مُسْلِمٍ یَمُوْتُ فَیَقُوْمُ عَلٰی جَنَازَتِهٖ اَرْبَعُوْنَ رَجُلاً لَایُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ شَیْئاً اِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِیْهِ. (مسلم شریف: ۳۰۸/۱، کتاب الجنائز)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام اور خادم خاص کریب تابعی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک صاجبزے کا انتقال مقام قدید میں یا مقام عسفان میں ہوگیا (جب کچھ لوگ جمع ہوگئے) تو حضرت ابن عباس نے مجھ سے فرمایا کہ جولوگ جمع ہوگئے ہیں ذرا تم ان پر نظر ڈالو، کریب کہتے ہیں کہ میں باہر نکلا تو دیکھا کہ کافی لوگ جمع ہوچکے ہیں، میں نے ان کو اس کی اطلاع دی، انہوں نے فرمایا: تمہارا خیال ہے کہ وہ چالیس ہوں گے؟ کریب نے کہا ہاں ۴۰ رضرور ہوں گے) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب جنازہ باہر لے چلو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جس مسلمان کا انتقال ہوجائے اور اس کے جنازے کی نماز چالیس ایسے آدمی پڑھیں جن کی زندگی شرک سے بالکل پاک ہو اور وہ نماز میں اس میت کے لئے مغفرت اور رحمت کی دعا اور سفارش کریں) تو اللہ تعالیٰ ان کی سفارش اس میت کے حق میں ضرور قبول فرماتا ہے۔

جنازہ کی نماز میں لوگوں کی کثرت بہت بابرکت چیز ہے، اور اگر چالیس یا اس سے زیادہ نفوس جنازہ کی نماز میں شریک ہیں اور وہ ہر طرح کے شرک سے پاک وصاف ہوں تو ان کی دعاء مغفرت کی برکت سے اللہ تعالیٰ میت کو معاف فرمادیتے ہیں، نیز نماز جنازہ میں شرکا کی تعداد کی زیادتی میت کے لئے باعث مغفرت ہے، لہٰذا ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کی نماز جنازہ میں ضرور شرکت کرنا چاہئے، اس کے لئے دعا مغفرت کرنا چاہئے، اور اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے شفاعت کرنا چاہئے۔ (فیض مشکوۃ: ۳۹۸/۳)

نماز جنازہ میں کثرت تعداد اور صف بندی

حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُولُ مَامِنْ مُسْلِمٍ یَمُوْتُ فَیُصَلِّی عَلَیْہِ ثَلٰثَۃُ صُفُوفٍ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اِلَّا اَوْجَبَ فَکَانَ مَالِکٌ اِذَا اسْتَقَلَّ اَھْلَ الْجَنَازَۃِ جَزَّأَھُمْ ثَلٰثَۃِ صُفُوفٍ لِھٰذَاالْحَدِیْثِ. (ابوداؤد شریف:۲/۴۵۱)

حضرت مالک بن ہُبَیْرَہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا کہ جس مسلمان بندے کا انتقال ہوجائے اور مسلمانوں کی تین صفیں اس کی نماز جنازہ پڑھیں (اور اس کے لئے مغفرت وجنت کی دعا کریں) تو ضرور ہی اللہ تعالیٰ اس بندے کے واسطے (مغفرت اور جنت) واجب کردیتا ہے۔ (مالک بن ہُبَیْرَہ سے اس حدیث کی روایت کرنے والے مرثد یزنیؒ کہتے ہیں کہ) مالک بن ہبیرہؓ کا یہ دستور تھا کہ جب وہ جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد کم محسوس کرتے تو اسی حدیث کی وجہ سے لوگوں کو تین صفوں میں تقسیم کردیتے تھے (یعنی اگر لوگوں کی تعداد کم ہو تو تین صفوں میں تقسیم کردینا چاہئے، تین صفوں میں تقسیم کرنا مستحب ہے)۔

جنازہ کی نماز میں کم ازکم تین صفیں بنانا چاہئے، حتی کہ اگر نماز جنازہ میں شامل لوگوں کی تعداد بہت ہی کم ہے تو بھی تین صفیں بنانے کی کوشش کرنا چاہئے، مثلاً صرف سات لوگ ہوں تو ایک امام بن جائے اور پہلی صف میں تین، دوسری صف میں دو اور تیسری صف میں ایک آدمی کھڑا ہو، اگر تین صفوں نے نماز پڑھ لی اور ان لوگوں نے دعاء مغفرت کی تو اللہ تعالیٰ ان کی دعاء وسفارش ضرور قبول فرمالیں گے، اور اپنے فضل سے میت کی مغفرت فرماکر جنت عطا کریں گے، نیز اگر افراد زیادہ ہیں تو پانچ سات صفیں بنانی چاہئے صفوں کی تعداد میں طاق عدد کا خیال رکھنا اولیٰ ہے۔ (فیض مشکوۃ:۳/۴۱۴)

نماز جنازہ بغیر وضو کے نہیں

عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ کَانَ یَقُوْلُ لَایُصَلِّی الرَّجُلُ عَلَی الْجَنَازَۃِ اِلَّا وَھُوَ طَاھِرٌ . (امام مالکؒ:۸۰)جامع الصلوۃ علی الجنائز)

حضرت نافعؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر کہتے تھے کہ جنازہ کی نماز بغیر وضو کے کوئی نہ پڑھے۔

جنازہ کی نماز بغیر وضو کے پڑھنا درست نہیں ہے، اگر کسی نے بغیر وضو کے نماز جنازہ پڑھی تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی، یعنی جو شرائط فرض نمازوں میں وضو کے لئے ہے وہی شرائط نماز جنازہ میں وضو کے لئے ہیں۔

آج کل بعض لوگ جنازہ کی نماز جوتے پہنے ہوئے پڑھتے ہیں، ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ جس جگہ کھڑے ہوں وہ جگہ اور جوتے دونوں پاک ہوں، ورنہ ان کی نماز نہیں ہوگی۔ اور اگر جوتا پیر سے نکال دیا جائے اور اس پر کھڑے ہوں تو صرف جوتے کے اوپر کا حصہ جو پیر سے متصل ہو اس کا پاک ہونا ضروری ہے، اگر چہ تلا ناپاک ہو، نیز اس صورت میں اگر وہ زمین بھی ناپاک ہو تو کوئی حرج نہیں۔ (احکام میت:۶۲)

نماز جنازہ پڑھانے کا حق دار کون؟

عَنْ اَبِی اُسَیْدِ السَّاعِدِیِّ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنْ بَنِی سَاعِدَۃَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اَبَوَیَّ قَدْ ھَلَکَا فَھَلْ بَقِیَ مِنْ بِرِّھِمَا شَیْءٌ اَصِلُھُمَا بِہٖ بَعْدَ مَوْتِھِمَا قَالَ: نَعَمْ اَرْبَعَۃُ اَشْیَاءَ: اَلصَّلٰوۃُ عَلَیْھِمَا، وَالْاِسْتِغْفَارُ لَھُمَا، وَاِنْفَاذُ عَھْدِھِمَا مِنْ بَعْدِ مَوْتِھِمَا،

وَاِكْرَامُ صَدِيْقِهِمَا، وَصِلَةُ رَحِمِهِمَا الَّتِي لَارَحِمَ لَكَ اِلَّا مِنْ قِبَلِهِمَا فَقَالَ: مَا اَكْثَرَ هٰذَا وَاَطْيَبَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: فَاعْمَلْ بِهٖ فَاِنَّهُ يَصِلُ اِلَيْهِمَا. (سنن الکبریٰ بیہقی مترجم: ۲۴۰/۴)

حضرت ابوسید ساعدیؓ فرماتے ہیں بنوساعدہ میں سے ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے والدین فوت ہو چکے ہیں کیا ان کے ساتھ نیکی میں سے کچھ باقی ہے، جو میں ان کے ساتھ ان کی موت کے بعد کروں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! ان کا جنازہ پڑھانا اور استغفار کرنا اور ان کی موت کے بعد ان کے عہد کو نافذ کرنا اور ان کے دوستوں کی عزت کرنا اور ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنا، جو صرف ان کی طرف سے رشتہ داری رکھتے ہیں تو اس نے کہا: اس سے زیادہ اور اس سے بہتر؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اعمال کرتا رہ وہ ان تک پہنچ جائیں گے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فِي قِصَّةِ مِيْرَاثِ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاشَتْ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ اَشْهُرٍ فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ دَفَنَهَا عَلِيُّ بْنُ اَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لَيْلاً وَلَمْ يُؤْذِنْ بِهَا اَبَابَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَصَلّٰى عَلَيْهَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ. (سنن الکبریٰ بیہقی: ۲۴۲/۶)

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قصہ میراث میں بیان فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں، جب وہ فوت ہوئیں تو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں رات کے وقت ہی دفن کیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اطلاع نہ دی اور نماز بھی علیؓ نے پڑھا۔

عَنْ اَبِی اِسْحَاقَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُودٍ اَوْصٰی اِذَا اَنَامِتُّ یُصَلِّی عَلَیَّ الزُّبَیْرُ بْنُ الْعَوَّامِ. (سنن الکبریٰ بیہقی:۶/۴۲/۷)

حضرت ابواسحاق فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ جب میں فوت ہوجاؤں تو میرا جنازہ زبیر عوام پڑھائیں۔

محارب بن وثارؒ کہتے ہیں کہ ام المؤمنین سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وصیت کی تھیں کہ جب وہ فوت ہوجائیں تو نماز جنازہ سعید بن زید پڑھائیں۔(سنن الکبریٰ بیہقی:۶/۴۲/۷)

نماز جنازہ پڑھانے کا حق اولاً بیٹے کو، پھر باپ کو، پھر بھائی کو، پھر چچا کو ہونا چاہئے؟ لیکن حضرات فقہاء نے اس مسئلہ میں باپ کو بیٹے پر مقدم رکھا ہے، یعنی اگر باپ موجود ہو تو بیٹے کو چاہئے کہ وہ باپ سے نماز پڑھوائے یا اجازت دلوائے، تاکہ باپ کا احترام برقرار رہے۔(کتاب النوازل:۶/۱۳۲)

اگر میت کا لڑکا عالم (حافظ، قاری) ہو تو پھر نماز جنازہ پڑھانے میں لڑکا مقدم ہوگا، اگر ولی (بیٹا) نہیں تو پھر شوہر اور اگر باپ، بیٹا، بھائی، چچا (یعنی جو ترتیب ہے جنازہ کی نماز پڑھانے میں) وہ بھی نہ ہو تو پڑوسی کو حق حاصل ہے (خلاصہ یہ ہے کہ ولی جس کو نماز پڑھانے کی اجازت دے، وہی نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ مستحق ہوگا۔(کتاب المسائل:۲/۸۳)

○✡○

قبر کی نوعیت

عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِبْنِ اَبِی وَقَّاصٍ اَنَّ سَعْدَبْنَ اَبِی وَقَّاصٍ قَالَ فِی مَرَضِهِ الَّذِیْ هَلَکَ فِیْهِ اَلْحِدُوْ لِیْ لَحْدًا وَاَنْصِبُوْا عَلَیَّ اللَّبِنَ نَصْبًا کَمَا صُنِعَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. (مسلم شریف: ۱/۳۱۱)

حضرت عامر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد محترم سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنے مرض الوفات میں فرمایا کہ میرے لئے بغلی قبر بنانا اور مجھ پر کچی اینٹیں کھڑی کرنا، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیا گیا تھا۔

قبر بنانے کی دو صورتیں ہیں (۱) لحدی قبر (۲) صندوقی قبر، لحدی قبر کی شکل یہ ہوتی ہے کہ قبر کھود کر اس کے اندر قبلہ کی جانب ایک کھوہ بنا کر میت کو اس میں رکھا جاتا ہے، پھر اینٹیں لگا کر اس کو بند کر دیا جاتا ہے، اس طرح کی قبر کھودنا زیادہ بہتر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک اسی طرح بنائی گئی تھی، اور صندوقی قبر کی شکل وہ ہے جو کہ ہمارے اطراف میں رائج ہے، اس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ قبر کھود کر پھر اس کے بیچ میں ایک گڑھا کھود کر میت کو اس میں رکھ کر اوپر سے پٹرے وغیرہ لگائے جاتے ہیں، زمین اگر نرم ہے اور لحدی قبر بنانے مین قبر کے بیٹھ جانے کا خطرہ ہو تو پھر اسی طرح کی قبر بنانا چاہئے۔ (فیض مشکوۃ: ۳/۴۱۸)

عَنْ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِحْفِرُوْ، وَاَوْسِعُوْا وَاَحْسِنُوْا. (ابن ماجہ شریف: ۱۱۲، کتاب الجنائز)

حضرت ہشام بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا: قبر کو خوب کھودو، اسے کشادہ اور اچھی بناؤ۔

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ رَجُلَانِ اَحَدُهُمَا يَلْحَدُ وَالْآخَرُ لَا يَلْحَدُ فَقَالُوْا اَيُّهُمَا جَاءَ اَوَّلاً عَمِلَ عَمَلَهٗ فَجَاءَ الَّذِيْ يَلْحَدُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (مشکوٰۃ شریف:۱۴۸)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مدینہ میں دولوگ تھے ان میں سے ایک لحدی قبر بناتے تھے، اور دوسرے لحدی قبر نہیں (صندوقی) بناتے تھے، صحابہ نے یہ فیصلہ کیا کہ جو صاحب ان میں سے پہلے آجائیں وہی اپنا کام کریں، اتفاقاً لحدی بنانے والے پہلے آگئے، چنانچہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لحدی قبر تیار کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کھودنے کے حوالہ سے کچھ اختلاف ہوگیا تھا، انصار مدینہ چاہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مدینہ والوں کے طرز پر لحدی کھودی جائے، جبکہ مہاجرین بغلی کے بجائے صندوقی قبر بنوانا چاہتے تھے، کیوں کہ مکہ والوں کا یہی طریقہ تھا، آپس میں اتفاق اس بات پر ہوا کہ حضرت ابوطلحہ انصاریؓ جو کہ لحدی قبر کھودنے میں ماہر تھے ان کو اور حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کو جو کہ صندوقی قبر کھودنے میں ماہر تھے، بلایا جائے، جو پہلے آجائے وہ اپنے حساب سے قبر کھودے، چنانچہ اس موقعہ پر ابوطلحہ انصاریؓ پہلے تشریف لے آئے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلی قبر کھودی گئی، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کہ دونوں طرح کی قبریں مشروع ہیں، صرف افضلیت کا اختلاف ہے۔ (فیض مشکوٰۃ:۴۲۲/۳)

میت کو قبر میں کس طرح اتارا جائے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ”اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ قَبْراً لَیْلاً فَاُسْرِجَ لَہٗ بِسِرَاجٍ فَاَخَذَ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَۃِ وَقَالَ رَحِمَکَ اللّٰہُ اِنْ کُنْتَ لَاَوَّاھًا تَلَّاءً لِلْقُرْآنِ وکبر علیہ اربعاً. (ترمذی شریف:۲۵۴)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ایک میت کی تدفین کے لئے) رات کے وقت قبر میں اترے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چراغ روشن کیا گیا، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میت کو قبلہ کی طرف سے لے کر (قبر میں) رکھا اور فرمایا اللہ کی رحمتیں نازل ہو تجھ پر بیشک تو (اللہ کے ڈر سے) بہت رونے والا اور قرآن شریف کی بہت تلاوت کرنے والا تھا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ”اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُخِذَ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَۃِ اسْتُقْبِلَ اِسْتِقْبَالًا وَاسْتَلَ استِلالاً. (ابن ماجہ شریف:۱۱۱، کتاب الجنائز)

حضرت سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبلہ کی طرف سے (قبر میں) اتارا گیا، اور کھینچ لیا گیا، آپ کا چہرہ قبلہ کی طرف کیا گیا۔

عَنِ ابْنِ بُرَیْدَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ: اُدْخِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَۃِ وَاُلْحِدَ لَہٗ لَحْداً وَنُصِبَ عَلَیْہِ اللَّبِنُ نَصْباً. (سنن الکبریٰ بیہقی: حدیث ۷۰۵۶)

حضرت ابو بریدۃ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبلہ کی طرف سے لحد میں داخل کیا گیا اور آپؐ کے لیے لحد تیار کی گئی جس پر اینٹیں نصب کی گئی۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مردہ کو قبر میں قبلہ کی جانب سے اتارنا افضل ہے، امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں سنت یہ ہے کہ جنازہ کو پہلے قبر کے قبلہ کی سمت کے کنارے کے پاس رکھا جائے، پھر اتارنے والے قبر کے اندر قبلہ رو کھڑے ہو کر میت کو احتیاط سے اٹھائیں اور قبر (لحد یا شق) میں رکھ دیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم میت کو اسی طرح قبلہ کی طرف سے (جو کہ سمت معظم ہے) قبر میں داخل کرتے اور اتارتے تھے، حضرت محمد بن الحنفیہؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو قبلہ کی جانب سے قبر میں اتارا گیا، نیز میت کو رات کے وقت دفن کرنا جائز ہے۔ (معارف مدنیہ، مظاہر حق جدید)

عورت کو قبر میں کون اتارے؟

عَنْ اَنَس قَالَ شَهِدْنَا بِنْتَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُدْفَنُ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ فَقَالَ هَلْ فِيْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ فَقَالَ اَبُوْطَلْحَةَ اَنَا قَالَ فَانْزِلْ فِيْ قَبْرِهَا فَنَزَلَ (بخاری، مشکوٰۃ شریف:۱۴۹، باب دفن المیت، الفصل الثالث)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی (بقول ابن حجرؒ، حضرت ام کلثومؓ زوجہ حضرت عثمان غنیؓ) کی تدفین کے موقع پر میں موجود تھا، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو ہیں (میت کو قبر میں اتارے جانے سے پہلے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا شخص ہے جس نے آج کی رات اپنی عورت سے صحبت نہ کی ہو؟ ابوطلحہ (زید بن سہل الانصاریؓ) بولے: میں ایسا شخص ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو پھر تم ہی اس (ام کلثومؓ) کی قبر میں اترو! چنانچہ ابوطلحہؓ قبر میں اترے۔

عورت کا جنازہ اٹھانا اور اس کو دفن کرنا مَردوں کی ذمہ داری ہے: علامہ ابن ہمامؒ لکھتے ہیں، عورت کا جنازہ (گھر میں سے) نکالنے اٹھانے اور اس کو دفن کرنے کا کام صرف مَردوں کو کرنا چاہئے، کیونکہ عند الضرورت (مجبوری کی صورت میں) اجنبی مرد کا عورت کو حائل کے ساتھ چھونا جس طرح اس (عورت) کی زندگی میں جائز ہے، اسی طرح اس کے مرنے کے بعد بھی، لہٰذا جب کوئی عورت مرے تو اس کو قبر میں اتارنے اور رکھنے کا کام اول تو اس کے مَحرَم کریں، خواہ وہ دودھ (رضاعت) یا سسرالی رشتہ سے محرم ہوں اور اگر اس کا کوئی محرم موجود نہ ہو تو پھر یہ کام اس کے وہ پڑوسی (یا اس کے کنبہ کے وہ لوگ) کریں جو نیک اور پارسا بوڑھے ہوں، اگر ایسے (نیک پارسا) بوڑھے بھی موجود نہ ہوں تو جوانوں میں سے وہ لوگ یہ کام کریں جو نیک اور پارسا ہوں، یعنی اجنبی مرد بھی عورت کو قبر میں اتار سکتے ہیں۔ (مظاہر حق جدید: ۵۱۸/جلد دوم/کتاب المسائل: جلد دوم/۹۶)

میت کو قبر میں رکھتے وقت کی دعا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ''اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَدْخَلَ الْمَیِّتَ الْقَبْرَ قَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ وَبِا اللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَفِی رِوَایَةٍ وَعَلٰی سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ. (ابوداؤد شریف: ۱/۵۹)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم میت کو قبر میں رکھتے وقت یہ فرماتے: ''بِسْمِ اللّٰهِ وَبِا اللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ''یعنی (میں اس میت کو سپرد خاک کرتا ہوں) اللہ کے نام کے ساتھ اور اللہ کے حکم سے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر، اور ایک روایت میں (وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ کی جگہ) وَعَلٰی سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ''اور اللہ کے رسول کے طریقہ پر۔

مٹی ڈالنے کا طریقہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ''اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی عَلٰی جَنَازَۃٍ ثُمَّ اَتَی الْقَبْرَ فَحَثٰی عَلَیْہِ مِنْ قِبَلِ رَاسِہٖ ثَلَاثًا. (ابن ماجہ شریف:۱۱۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک میت کی نماز جنازہ پڑھائی، پھر اس کی قبر کے پاس آئے پھر اس کے سرہانے کی طرف سے آپ نے تین لپ مٹی (یعنی تین مرتبہ اپنے دونوں ہاتھوں میں مٹی بھر کر قبر میں ڈالیں۔

قبر جب برابر ہو جائے تو تین مرتبہ مٹی ڈالنا مسنون ہے اور مٹی سرہانے کی جانب سے ڈالنا بہتر ہے، تین مرتبہ دونوں ہاتھوں میں مٹی بھری جائے اور دعا پڑھتے ہوئے مٹی ڈالی جائے، پہلی مرتبہ مٹی ڈالتے وقت ''مِنْھَا خَلَقْنٰکُمْ'' دوسری مرتبہ ''وَفِیْھَا نُعِیْدُکُمْ'' اور تیسری مرتبہ ''وَمِنْھَا نُخْرِجُکُمْ تَارَۃً اُخْرٰی'' پڑھا جائے۔ (فیض مشکوٰۃ:۴۳۳/۳)

علماء نے لکھا ہے کہ ہر وہ شخص جو کہ جو تدفین کے موقع پر موجود ہو اس کے لئے سنت (یا مستحب) ہے کہ لحد یا شق بند ہو جانے کے بعد تین مرتبہ اپنے دونوں ہاتھوں میں مٹھی بھر کر قبر میں ڈالے۔

صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ ایک شخص کا انتقال ہوا تو اسے کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ اس نے کہا: میری نیکیاں وزن کی گئیں تو برائیوں کا وزن نیکیوں کے وزن سے بڑھ گیا، پھر اچانک ایک تھیلی نیکیوں کے پلڑے میں آگری، جس سے وہ (نیکیوں کا پلڑا) جھک گیا، میں نے اس کو کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ تھیلی میں وہ مٹھی بھری مٹی ہے جو میں نے اپنے ایک مسلمان بھائی کی قبر میں ڈالی تھی۔ (مظاہر حق جدید:۵۱۴/۲)

قبر پر پانی چھڑکنا

حضرت جعفر بن محمد سے روایت ہے کہ وہ اپنے والد سے بطریق ارسال نقل کرتے ہیں کہ ''عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ مُرْسَلًا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَثّٰى عَلَى الْمَيِّتِ ثَلٰثَ حَثَيَاتٍ بِيَدَيْهِ جَمِيْعاً وَاَنَّهٗ رَشَّ عَلٰى قَبْرِ ابْنِهٖ اِبْرَاهِيْمَ وَوَضَعَ عَلَيْهِ حَصْبَاءَ. (مشکوۃ شریف:۱۴۸، کتاب الجنائز)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں سے تین لپیں مٹی اکٹھا کر کے اٹھائی اور میت پر ڈالی، اور اپنے بیٹے حضرت ابراہیم کی قبر پر پانی چھڑکا اور اس پر سنگریزے بھی رکھے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ رُشَّ قَبْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الَّذِىْ رَشَّ الْمَاءَ عَلٰى قَبْرِهٖ بِلَالُ بْنُ رِبَاحٍ بِقِرْبَةٍ بَدَأَ مِنْ قِبَلِ رَاسِهٖ حَتّٰى اَنْتَهٰى اِلٰى رِجْلَيْهِ. (مشکوۃ شریف:۱۴۹، کتاب الجنائز)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر پانی چھڑکا گیا اور پانی چھڑکاؤ کا کام جن صاحب نے مشک کے ذریعہ انجام دیا وہ بلال بن ابی رباح ہیں، سرہانے سے پانی چھڑکنا شروع کیا اور قدموں تک آئے۔

قبر کا گڑھا جب بند ہو جائے تو تین مرتبہ دونوں ہاتھوں میں مٹی بھر کر قبر پر ڈالنا سنت ہے، اسی طرح جب تدفین کا عمل پورا ہو جائے تو قبر پر پانی ڈالنا بھی سنت ہے، نیز پانی اس لئے چھڑکا جاتا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ میت کے حق میں اس کی قبر کو ٹھنڈا

رکھیں، علامہ طیبیؒ کہتے ہیں کہ پانی کا چھڑکنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کو طلب کرنے کے لئے ہے۔ (فیض مشکوۃ:۳/۴۲۵)

شہیدوں کو ان کے مقتل میں دفن کرنا

عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَومُ اُحُدٍ جَاءَ تْ عَمَّتِىْ بِاَبِىْ لِتَدْفِنَهُ فِى مَقَابِرِنَا فَنَادىٰ مُنَادِىْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُدُّوالْقَتْلىٰ اِلىٰ مَضَاجِعِهِمْ. (ترمذی شریف:۲/۳۰۲)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں جنگ احد کے دن میری پھوپی میرے والد (کی نعش) کو (احد کے میدان جنگ سے) لے کر آئیں تا کہ ان کو (مدینہ کے) ہمارے قبرستان میں دفن کریں، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان کرنے والے نے (مدینہ) اعلان کیا کہ شہیدوں کو ان کے مقتل (ان کے شہید ہونے کی جگہ یعنی احد کے میدان میں) واپس لے جاؤ، اور وہیں دفن کرو۔

جنگ احد کے دن، یعنی جب (۳ھ کے ماہ شوال کی ۳ / یا ۷ / تاریخ کو سنیچر کے روز) اہل اسلام اور قریش مکہ کے درمیان جنگ ہوئی اور اس میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے تو میرے والد (حضرت عبداللہ الانصاری السلمی) بھی ان شہیدوں میں سے ایک تھے، میری پھوپی فاطمہ بنت عمرو بن حرام الانصاری میرے والد کی نعش کو احد کے میدان جنگ سے مدینہ لے آئیں تا کہ ان کو ہمارے قبرستان ''بقیع شریف'' مین دفن کیا جائے، ابھی ہم ان کی تدفین کا انتظام کر ہی رہے تھے کہ ایک

شخص نے مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کا علان کیا کہ جو مسلمان جہاں شہید ہوا ہے اس کو وہیں (میدان احد میں) واپس لے جا کر دفن کرو، پس یہ حدیث اس بات پر صریح ہے کہ شہیدوں کو ان کی شہادت گاہ (مقتل) سے منتقل نہ کیا جائے بلکہ وہیں دفن کیا جائے۔

لیکن یہی حکم کیا شہید کے علاوہ بھی ہر میت کا ہے؟ تو اس بارے میں ہمارے (حنفیہ) کے بعض علماء کا کہنا یہ ہے کہ یہی حکم شہید کے علاوہ بھی ہر میت کا ہے کہ جو شخص جس شہر وآبادی میں مرا ہے اس کو دفن کے لئے وہاں سے دوسرے شہر وآبادی میں نہ لے جایا جائے، نیز علامہ طیبیؒ کہتے ہیں کہ اگر ضرورت کا تقاضا ہو تو میت کا منتقل کرنا جائز ہے، بے ضرورت درست نہیں، واضح رہے تدفین کا عمل پورا ہو جانے کے بعد (یعنی میت کو قبر میں اتار دینے اور مٹی ڈالنے کے بعد) قبر کا کھولنا (اور نعش کا نکال کر کہیں اور لے جانا ہر حال میں ناجائز ہے خواہ تدفین پر تھوڑی ہی مدت گذری ہو یا بڑی مدت گزر چکی ہے، مگر مجبوری کی صورت میں جائز ہے۔ (مظاہر حق جدید: ۲/۵۱۱)

عَنْ عُرْوَةَ بْنَ رُوَيْمٍ اَنَّ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ هَلَكَ بِفَحْلٍ فَقَالَ: ادْفِنُونِي خَلْفَ النَّهرِ، ثُمَّ قَالَ ادْفِنُوْنِي حَيْثُ قُبِضْتُ.

حضرت عروہ بن رویمؒ فرماتے ہیں کہ عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیر کے ساتھ شہید ہوئے فرمانے لگے، مجھے نہر کے پیچھے دفن کرنا، پھر فرمایا جہاں میں فوت ہو جاؤں وہیں دفن کر دینا۔ (سنن الکبریٰ بیہقی)

مستحب یہ ہے کہ میت کو اسی شہر کے قبرستان میں دفن کیا جائے جہاں موت واقع ہوئی ہے، روایت میں آیا ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کے حقیقی بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر کا انتقال سفر کے دوران مکہ سے ایک منزل پہلے ہوا، اور وہاں سے ان کی میت دفن کے لئے مکہ مکرمہ لائی گئی، پھر حضرت ام المؤمنینؓ جب ان کی قبر کی زیارت کو آئیں تو فرمایا اگر میں تمہاری موت کے وقت (تمہارے پاس) موجود ہوتی تو تمہاری میت کو یہاں نہ لانے دیتی۔ (مظاہر حق جدید:۲/۵۱۱)

قبر پر کوئی علامت رکھنا اور اقربا کو ایک جگہ دفن کرنا

وَعَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ اَبِی وَدَاعَةَ قَالَ لَمَّا مَاتَ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ اُخْرِجَ بِجَنَازَتِهٖ فَدُفِنَ اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا اَنْ یَّاتِیَهٗ بِحَجَرٍ فَلَمْ یَسْتَطِعْ حَمْلَهَا فَقَامَ اِلَیْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَحَسَرَ عَنْ ذِرَاعَیْهِ قَالَ الْمُطَّلِبُ قَالَ الَّذِیْ یُخْبِرُنِیْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی بَیَاضِ ذِرَاعَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ حَسَرَ عَنْهُمَا ثُمَّ حَمَلَهَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَاسِهٖ وَقَالَ اُعْلِمُ بِهَا قَبْرَ اَخِیْ وَاَدْفِنُ اِلَیْهِ مَنْ مَاتَ مِنْ اَهْلِیْ. (ابوداؤد شریف:۲/۴۵۷)

حضرت مطلب بن وداعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمان بن مظعونؓ کا انتقال ہوا اور ان کے جنازہ کو دفنایا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو پتھر لانے کا حکم دیا، لیکن وہ پتھر بھاری تھا، جس کو وہ صحابی اٹھا نہیں سکے، تو اس کو اٹھانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود کھڑے ہوئے اور اپنی دونوں آستین

چڑھائیں، حضرت مطلبؓ کہتے ہیں کہ جس راوی نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی وہ فرماتے تھے کہ گویا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بازؤں کی سفیدی دیکھ رہا ہوں، جس وقت کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آستینیں چڑھائیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پتھر کو اٹھایا اور اس کو حضرت عثمان کی قبر کے سرہانے رکھ دیا، اور فرمایا کہ میں نے اس کو اپنے بھائی کی قبر کی نشانی بنا دیا ہے اور میرے اہل جو انتقال کرے گا اس کو میں ان کے قریب دفن کردوں گا۔

حضرت مطلب بن وداعہؓ صحابی ہیں انہوں نے (۸ھ) میں فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا تھا اور چونکہ یہ خود (حضرت عثمان بن مظعونؓ کی تدفین کے) اس موقعہ پر حاضر نہیں تھے اس لئے انہوں نے یہ حدیث ایک اور صحابیؓ سے نقل کی جو اس موقع پر حاضر تھے، اور حضرت عثمان بن مظعونؓ جو بہت بزرگی اور فضیلت والے صحابی ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی (دودھ شریک) بھائی ہیں اور اسی اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنا بھائی کہہ کر ان کو اپنے قرابتداروں میں شامل فرمایا، (انہوں نے شروع ہی میں مکہ میں اسلام قبول کرلیا تھا، ان سے پہلے صرف تیرہ افراد مسلمان ہوئے تھے، یہ غزوۂ بدر میں حاضر تھے اور مہاجرین میں سب سے پہلے انہی کا انتقال مدینہ میں ہوا، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتداروں میں سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کو ان کے قریب دفن کیا گیا (اس حدیث سے دو باتوں کی خاص طور پر وضاحت ہوتی ہے (۱) پہنچان کے لئے قبر پر نشان رکھنا درست ہے (۲) اقرباء کو ایک دوسرے کے پاس دفن کرنا بہتر ہے)۔ (مظاہر حق جدید: ۲/۵۱۵)

قبر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا

عَنْ اَبِی مَرْثَدِ نِ الْغَنَوِیِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاتَجْلِسُوْا عَلَی الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوا اِلَیْھَا. (مسلم شریف:۳۱۲/۱)

حضرت ابومرثد غنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبروں کے اوپر مت بیٹھو اور نہ ان کی طرف (منہ کر کے) نماز پڑھو۔

علامہ ابن ہمامؒ لکھتے ہیں: قبروں پر بیٹھنا اور ان کو پاؤں سے روندنا مکروہ ہے (کیونکہ اس میں مومنین کی قبروں کی اہانت ہے اور وہ روا نہیں) پس جو لوگ یہ کرتے ہیں کہ ان کا کوئی عزیز جب قبرستان میں کسی ایسی جگہ دفن کیا جاتا ہے جس کے اردگرد اور مُردے مدفون ہوتے ہیں تو وہ ان کو روندتے ہوئے (دوسروں کی قبروں پر پاؤں رکھ کر چلتے ہوئے) اپنے عزیز کی قبر تک پہنچتے ہیں، یہ مکروہ ہے ہاں ضرورت کے تحت مثلاً قبر کھودنے کے لئے، یا دفن کرنے کے لئے قبروں پر پاؤں رکھ کر جانا جائز ہے، قبرستان میں پہنچ کر قبروں کے درمیان ننگے پاؤں چلنا مستحب ہے، قبر کے پاس سونا اور قبر سے تکیہ لگا کر ٹیک دے کر بیٹھنا مکروہ ہے، اور قبر کے پاس پیشاب پاخانہ کرنا تو بہت ہی مکروہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبر کی طرف رخ کر کے نماز نہ پڑھو، یعنی نماز اس طرح نہ پڑھو کہ قبلہ کی طرف تمہارے آگے قبر ہو اور تمہارا قبر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا ظاہر ہو، کیونکہ اس سے شرک کا شبہ اور شائبہ کیا جا سکتا ہے، چنانچہ

علماء نے لکھا ہے کہ اس طرح (قبر کی طرف رخ کر کے) نماز پڑھنے والا اگر قبر یا قبر والے کی بڑائی اور عظمت کے اظہار کے طور پر پڑھتا ہے تو صریح کفر ہے، اور اگر بغیر عظمت کے نماز پڑھ رہا ہے تو مکروہ تحریمی (حرام) ہے۔ (مظاہر حق جدید: ۲/۵۰۸)

قبروں کو سجدہ گاہ مت بناؤ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ''اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِی مَرَضِہِ الَّذِیْ لَمْ یَقُمْ مِنْہُ لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْ قُبُوْرَ اَنْبِیَائِھِمْ مَسَاجِدَ. (بخاری شریف: ۲/۶۴۹، کتاب المغازی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس مرض کی حالت میں جس سے آپ کو شفا نہیں ہوئی فرمایا اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر لعنت کرے، انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

عَنْ جُنْدُبٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُولُ اَلَا وَاِنَّ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ کَانُوْا یَتَّخِذُوْنَ قُبُورَ اَنْبِیَائِھِمْ وَصَالِحِیْھِمْ مَسَاجِدَ اَلَا فَلَاتَتَّخِذُوْا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ اِنِّی اَنْھَاکُمْ عَنْ ذَالِکَ. (مسلم شریف: ۱/۲۰۱)

حضرت جندبؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں خوب اچھی طرح سن لو! جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ اپنے نبیوں اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیتے تھے، خوب اچھی طرح سن لو! تم لوگ قبروں کو سجدہ گاہ مت بنانا میں تم لوگوں کو اس سے منع کرتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض الموت میں یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں میرے اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد میری امت کے لوگ بھی میری قبر کی عبادت نہ کرنے لگیں، جیسے کہ یہود ونصاریٰ نے اپنے پیغمبروں کے قبروں کی عبادت کا رواج ڈال لیا تھا، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل کی حرمت دلوں میں بیٹھانے کے لئے یہود ونصاریٰ پر لعنت فرمائی۔ (فیض مشکوٰۃ:۲/۱۴۸)

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں حیرہ آیا، تو دیکھا کہ لوگ اپنے سردار کو سجدہ کررہے ہیں تو میں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ انہیں سجد کیا جائے، میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ سے کہا کہ میں حیرہ شہر آیا تو میں نے وہاں لوگوں کو اپنے سردار کے لیے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تو اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ ہم آپ کو سجدہ کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بتاؤ کیا اگر تم میری قبر کے پاس سے گذروگے، تو اسے بھی سجدہ کروگے؟ وہ کہتے ہیں: میں نے کہا نہیں اے اللہ کے رسولؐ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ایسا نہ کرنا، اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں اس وجہ سے کہ شوہروں کا حق اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے۔ (ابوداؤد شریف:۲۹۱، کتاب النکاح، باب فی حق الزوج علی المرأۃ)

قبر پر ٹیک لگانے سے بچو

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ’’قَالَ رَأٰنِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُتَّکِأً عَلٰی قَبْرٍ فَقَالَ لَاتُؤْذِ صَاحِبَ ھٰذَا الْقَبْرِ اَوْلَاتُؤْذِہٖ.

حضرت عمر بن حزمؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اس قبر والے کو، یا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے) یوں فرمایا کہ اس کو ایذا نہ دو۔ (مشکوٰۃ شریف:۱۴۸)

جس طرح زندہ لوگوں کو تکلیف پہنچانا اوران کی توہین کرنا ممنوع ہے، اسی طرح میت کی توہین اوراس کو ایذا پہنچانا ممنوع ہے، قبر پر ٹیک لگانے میں میت کی توہین ہوتی ہے اوراس توہین سے اس کو تکلیف ہوتی ہے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر ٹیک لگانے سے منع فرمایا۔ (فیض مشکوٰۃ:۴۳۳/۳)

قبر کے اوپر بیٹھنا ممنوع ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ’’قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاَنْ یَّجْلِسَ اَحَدُکُمْ عَلٰی جَمْرَۃٍ فَتُحْرِقَ ثِیَابَہٗ فَتَخْلُصَ اِلٰی جِلْدِہٖ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ اَنْ یَّجْلِسَ عَلٰی قَبْرٍ. (مسلم شریف:۳۲۱/۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں کوئی اگر ایک انگارے پر بیٹھے اور وہ انگارا اس کے کپڑوں کو جلاتا ہوا اس کے جسم تک پہنچ جائے تو بیشک یہ اس کے لئے بہتر ہے اس سے کہ وہ قبر کے اوپر بیٹھے۔

قبر کے اوپر بیٹھنا کوئی معمولی گناہ نہیں ہے، بلکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے، اس کی جو سزا آخرت میں بندہ کو ملے گی وہ دنیا کی تکلیف سے کہیں شدید ہے، حتی کہ انگارہ پر بیٹھنا اور انگارے سے جسم کا جلنا یہ قبر پر بیٹھنے کی صورت میں جو عذاب آخرت میں ملتا ہے اس سے کہیں کم ہے، لہٰذا آدمی کو اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔ (فیض مشکوٰۃ:۴۲۱/۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ کی قبریں

عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَقُلْتُ يَا أُمَّاهُ اِكْشِفِىْ لِىْ عَنْ قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَيْهِ فَكَشَفَتْ عَنْ ثَلٰثَةِ قُبُوْرٍ لَّامُشْرِفَةٍ وَلَا لَاطِيَةٍ مَبْطُوْحَةٍ بِبَطْحَاءِ الْعَرْصَةِ الْحَمْرَاءِ. (ابوداؤد شریف:۴۵۹/۲)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ کے پوتے حضرت قاسمؒ بن محمد (جو اکابر تابعین میں سے، اور مدینہ کے مشہور فقاء سبعہ میں سے ایک ہیں) کہتے ہیں میں اپنی پھوپی ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اماں میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے دونوں محبوب ساتھیوں (حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ) کی قبریں کھول دیجئے (یعنی حجرہ شریفہ کا پردہ اٹھا کر مجھے ان قبروں کی زیارت کرادیجئے) چنانچہ ام المؤمنینؓ نے (پردہ اٹھا کر) مجھے تینوں قبروں کی زیارت کرائی (اس وقت میں نے دیکھا کہ) قبریں نہ بہت اونچی تھیں اور نہ بالکل زمین سے ملی ہوئی تھیں بلکہ بالشت بالشت بھر اونچی تھیں، ان پر مدینہ مطہرہ کے آس پاس کے میدان کی سرخ کنکریاں بچھی ہوئی تھیں۔

قبر پر لکھنے کی ممانعت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ”نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّجَصَّصَ الْقُبُوْرُ وَاِنْ يُّكْتَبَ عَلَيْهَا وَاَنْ تُوْطَأَ. (ترمذی شریف:۲۰۳/۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پختہ بنانے سے، اس پر لکھنے اور اس کو روندنے سے منع فرمایا ہے۔

قبر کو پختہ بنانے سے، چوں کہ اس میں مال کا ضیاع اور بے محل زینت ہے اور جاہلانہ رسوم کا دروازہ کھولنا ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا، قبر پر لکھنا منع ہے خاص طور پر اللہ اور اس کے رسول یا قرآن مجید کی آیت لکھنے سے گریز کرنا چاہئے، کیونکہ اس میں ان بابرکت ناموں کی توہین کا خطرہ ہے، قبروں پر چلنا منع ہے، کیوں اس میں میت کی توہین ہوتی ہے، اسی طرح پتھر وغیرہ پر میت کا نام اور تاریخ وفات وغیرہ لکھ کر قبر پر کھڑا کرنا (کتبہ لگانا) مکروہ ہے، تاہم بعض علما کہتے ہیں کہ میت کے نام کا کتبہ لگانا، خصوصاً اس صورت میں جبکہ وہ بزرگان دین میں سے ہو، جائز ہے تاکہ لمبی مدت کے بعد بھی اس کی پہچان باقی رہے۔ (مظاہر حق رفیض مشکوٰۃ)

قبر کو بہت اونچا کرنا

عَنْ اَبِى الْهَيَّاجِ الْاَسَدِيِّ قَالَ قَالَ لِىْ عَلِيٌّ اَلَا اَبْعَثُكَ عَلٰى مَابَعَثَنِىْ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّاتَدَعَ تِمْثَالاً اِلَّا طَمَسْتَهٗ وَلَا قَبْراً مُّشْرِفًا اِلَّا سَوَّيْتَهٗ. (مسلم شریف:۳۱۲/۱، کتاب الجنائز)

حضرت ابوالہیاج الاسدیؒ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا کیا میں تمہیں ایک ایسی مہم پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا تھا؟ اور وہ مہم یہ ہے کہ تم جو بھی تصویر دیکھو اس کو مٹادو اور جو بھی اونچی قبر دیکھو اس کو ہموار کردو۔

اسلام میں تصویر اور مجسموں کی قطعاً اجازت نہیں ہے، یہی وہ عمل ہے جس کے ذریعہ سے سابقہ قوموں میں بتوں کی پوجا کا عمل داخل ہوا تھا، اس لئے اس سے اجتناب ضروری ہے، اور اس کا مٹانا لازم ہے، اسی طرح قبروں کی حد سے زیادہ تعظیم بھی منع ہے کیونکہ اس راہ سے بھی شرک داخل ہوتا ہے، لہٰذا قبروں کو بہت اونچا بنانا ممنوع ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اور حضرت علیؓ نے ابوالہیاجؒ کو اس مہم پر روانہ کیا کہ تصویروں کو مٹادو اور بہت اونچی قبروں کو نیچا کر کے سنت کے مطابق کردو۔ یعنی وہ قبر اگر زیادہ اونچی ہے تو اس کی اونچائی کم کر کے زمین کے اس قدر قریب کردو کہ اس کی نمود نشانی ظاہری علامت باقی رہے، یعنی ایک بالشت کے برابر اونچی رہ جائے جو اونچائی کی قدر مسنون ہے، نیز قبر کو ایک بالشت کے برابر اونچا رکھنا مستحب ہے اور اس سے زیادہ اونچا رکھنا مکروہ ہے۔ (مظاہر حق رفیق مشکوٰۃ)

قبر کو پختہ کرنا اور اس پر عمارت بنانا؟

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ”نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَاَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ وَاَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ. (مسلم شریف: ۳۱۲/۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو گچ کرنے سے اور اس پر کوئی عمارت بنانے سے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔

گچ چونے یا سیمنٹ کے مسالے کو کہتے ہیں جو اینٹوں کو جوڑنے یا لپائی (پلاسٹر) کرنے میں استعمال ہوتا ہے، پس قبر کو گچ کرنے کی ممانعت کا تعلق دونوں صورتوں میں ہے خواہ گچ سے اینٹ اور پتھر وغیرہ جوڑ کر چنائی کے ذریعہ قبر کو پختہ (پکا) بنایا جائے، خواہ قبر کے اوپر گچ کی لپائی کی جائے اور یہ ممانعت چاروں اماموں کے نزدیک مکروہ ہونے کے معنیٰ ہے، یعنی قبر کا پختہ بنانا یا اس پر گچ کرنا ائمہ اربعہ کے نزدیک مکروہ ہے جائز کسی کے نزدیک نہیں ہے، نیز قبر کے اوپر یادگار کے طور پر کوئی عمارت کھڑی کرنا، قبہ وغیرہ بنانا درست نہیں ہے۔ (مظاہر حق جدید: ۵۰۶/۲)

قبروں پر چراغ جلانا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُورِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ.

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اور قبروں کو مسجد بنا لینے یعنی قبروں پر سجدہ کرنے والوں اور قبروں پر چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ. (سنن الکبریٰ بیہقی: حدیث ۷۲۰۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت کی ہے۔

عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ: لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ زَوَّارَاتِ الْقُبُورِ. (سنن الکبریٰ بیہقی: حدیث ۷۲۰۵)

حضرت عبدالرحمٰن بن حسان اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت کی ہے۔

جولوگ قبروں کوسجدہ گاہ بناتے ہیں تو یا وہ شرک جلی میں مبتلا ہیں، یا پھر شرک خفی میں مبتلا ہیں اس بناء پر اللہ تعالیٰ کی ان پر لعنت ہوتی ہے، اور جولوگ قبروں پر چراغاں کرتے ہیں وہ بے مقصد اسراف کرتے ہیں اس بنا پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے، نیز قبروں پر چراغاں روشن کرنے میں ایک تو اسراف ہے دوسری آگ جہنم کے آثار میں سے ہے، اس وجہ سے اس سے احتراز کرنا چاہئے، اس کے علاوہ اس صورت میں بھی ایک قبور کی تعظیم ہے، لہٰذا قبروں پر نماز پڑھنے سے اس وجہ سے روکا گیا کہ اس میں تعظیم کی وجہ سے شرک کا شائبہ ہوتا ہے، اسی طرح یہاں بھی لعنت کر کے قبروں کی بے جا تعظیم کرنے سے منع فرمایا ہے، البتہ عورتوں کی زیارت قبور سے اس وجہ سے منع کیا کہ ان کے اندر صبر کا مادہ کم ہوتا ہے وہ جب قبروں کو دیکھیں گی تو کثرت جزع وفزع کریں گی اس لئے منع ہی فرمادیا، لیکن اس حکم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مستثنیٰ ہے آپ کی قبر کی زیارت مردوں عورتوں دونوں کے لئے اجر ثواب کا باعث ہے، (عورتوں کے لئے بھی زیارت قبور جائز ہے بشرطیکہ جوان نہ ہو اور رنج وغم کے تازہ کرنے کے لئے زیارت نہ کریں بلکہ عبرت اور برکت حاصل کرنے کی غرض سے)۔ (علم الفقہ رمظاہر حق جدید)

اموات کیلئے ایصال ثواب

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ تُوُفِّيَتْ اُمُّهٗ وَهُوَ غَائِبٌ عَنْهَا فَقَالَ يَارَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمِّي تُوُفِّيَتْ وَاَنَاغَائِبٌ عَنْهَا اَيَنْفَعُهَا شَيْءٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ بِهٖ عَنْهَا قَالَ فَاِنِّي اُشْهِدُكَ اَنَّ حَائِطِي الْمِخْرَافَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا. (بخاری شریف:۱/۵۸۹، کتاب الوصایا)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہ کی والدہ کا انتقال ایسے وقت ہوا کہ خود سعد موجود نہیں تھے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں گئے ہوئے تھے، جب واپس آئے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میری عدم موجودگی میں میری والدہ کا انتقال ہوگیا تو اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو ان کے لئے نفع مند ہوگا؟ (اور ان کو اس کا ثواب پہنچے گا) آپ نے فرمایا: ہاں پہنچے گا، انہوں نے عرض کیا: تو میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ اپنا باغ (مخراف) میں نے اپنی مرحوم والدہ کے لئے صدقہ کردیا۔

کسی کی موت کے بعد اس کی خدمت اور اس کے ساتھ حسن سلوک کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے مغفرت اور رحمت کی دعا کی جائے اور رحم وکرم کی بھیک مانگی جائے، جیسا کہ نماز جنازہ میں میت کے لئے دعاء مغفرت کی جاتی ہے، اس کے علاوہ زیارت قبور کے وقت مردوں کے لئے بہت ساری دعائیں مذکور ہیں ان سب کا تعلق دعاء مغفرت اور رحمت کے لئے ہی ہوتا ہے، دعائے خیر کے اس طریقہ کے علاوہ اموات کی خدمت اور نفع رسانی کی ایک دوسری صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بتائی ہے کہ ان کی طرف سے صدقہ یا اسی کا کوئی دوسرا عمل خیر کرکے اس کا ثواب ان کو ہدیہ کیا جائے۔ (معارف الحدیث:۳/۲۹۱)

اہل سنت کا اس امر پر اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے اعمال وعبادات کا ثواب خواہ مالی ہوں جیسے صدقہ وغیرہ یا بدنی جیسے نماز روزہ قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ کسی دوسرے کو دیدے تو اللہ تبارک وتعالیٰ محض اپنے فضل سے ان عبادات کا ثواب اس کو پہنچا دیتا ہے۔(علم الفقہ :۳۶۳)

جس وقت جو عبادت کی جائے اس کے ساتھ ہی دوسرے کو اس کا ثواب دینے کی نیت شرط نہیں حتیٰ کہ اگر بعد اس عبادت کے بھی کسی دوسرے کو اس کے دینے کی نیت کرلی جائے تب بھی جائز ہے،اور اس کا ثواب دوسرے کو پہنچ جائے گا۔(علم الفقہ :۳۶۳/۲)

اگر کوئی شخص اپنی کسی عبادت کا ثواب دوسرے شخص کو دیدے تو یہ نہیں ہوتا کہ اس عبات کا ثواب اس کے کرنے والے کو بالکل نہ ملے، بلکہ اس عبادت کا ثواب اس کو بھی ملتا ہے اور جس کو دیا گیا ہے اس کو بھی، یہ محض فضل الٰہی ہے، اسی وجہ سے علماء نے لکھا ہے کہ جب کوئی شخص کسی نفل عبادت کو کرے تو اس کو چاہئے کہ اس کا ثواب مومنین کی ارواح کو پہنچا دے تا کہ اس کو بھی ثواب ملے اور لوگوں کو بھی بلکہ اس صورت میں مومنین کی نفع رسانی کے سبب سے دوہرے ثواب کی امید ہے۔

اگر کوئی شخص کسی ایک عبادت کا ثواب کئی مردوں کی ارواح کو پہنچائے تو وہ ثواب تقسیم ہوکر ان مردوں کو نہیں دیا جاتا بلکہ ہر شخص کو پورا پورا ثواب جو اس عبادت کا مقرر ہے عنایت ہوتا ہے۔(علم الفقہ :۳۶۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب مقدس میں بھی عبادات کا ثواب بھیجنا مشروع ہے حضرت امیر المؤمنین فاروق اعظمؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کئی عمرے کئے اور ان کا ثواب اپنی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس روح کو پہنچایا اور بھی بعض صحابہ اپنی عبادتوں کا ثواب اس بارگاہ نورانی میں ہدیہ کیا کرتے تھے،علماء امت نے بھی اس سعادت عظمیٰ کو

حاصل کیا ہے، علامہ ابن سراجؒ نے آپ ﷺ کی طرف سے دس ہزار سے زیادہ قرآن مجید ختم کئے اور اسی قدر قربانیاں کیں۔ (علم الفقہ: ۳۶۴)

ایصالِ ثواب کا طریقہ یہ ہے کہ جس عبادت کا پہنچانا منظور ہو اس عبادت سے فراغت کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ اے اللہ اس عبادت کا ثواب فلاں شخص کی روح کو پہنچادے، مثلاً قرآن مجید کی سورتیں یا اور کوئی ذکر یا تسبیح وغیرہ پڑھ کر یا نفل نماز پڑھ کر یا کسی محتاج کو کھانا کھلا کر یا کچھ دے کر یا روزہ رکھ کر یا حج کر کے حق تعالیٰ سے دعا کرے کہ ''اَللّٰھُمَ اَوْصِلْ ھٰذِہِ الْعِبَادَۃَ اِلٰی فَلان '' (یعنی اے اللہ اس عبادت/عبادت کے ثواب کو فلاں صاحب کو پہنچے)۔ (علم الفقہ: ۳۶۵)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِمَّا یَلْحَقُ الْمُؤمِنَ مِنْ عَمَلِہٖ وَحَسَنَاتِہٖ بَعْدَ مَوتِہٖ، عِلْماً عَلَّمَہٗ وَنَشَرَہٗ، وَوَلَداً صَالِحاً تَرَکَہٗ، وَمُصْحَفاً وَرَّثَہٗ اَوْمَسْجِداً بَنَاہُ، اَوْبَیْتاً لِاِبْنِ السَّبِیْلِ بَنَاہُ ،اَوْنَھْراً اَجْرَہٗ، اَوْصَدَقَۃً اَخْرَجَھَا مِنْ مَالِہٖ فِی صِحَّتِہٖ وَحَیَاتِہٖ یَلْحَقُہٗ مِنْ بَعْدِ مَوْتِہٖ. (ابن ماجہ: ۲/۲۲، باب ثواب معلم الناس)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کو اس کے اعمال اور نیکیوں میں سے اس کے مرنے کے بعد جن چیزوں کا ثواب پہنچتا رہتا ہے وہ یہ ہیں: علم جو اس نے سکھایا اور پھیلا، نیک اولاد ہے جو اس نے اپنے پیچھے چھوڑی، قرآن کی تعلیم ہے جو لوگوں کو سکھائی، مسجد ہے جو تعمیر کرائی، مسافر خانہ ہے جو بنوایا اور وہ صدقہ ہے جو اپنے مال سے بحالت صحت اپنی زندگی میں نکالا، ان سب اعمال کا ثواب انسان کو مرنے کے بعد (از خود) ملتا رہتا ہے۔

انسان اس دنیا میں جو بھی نیک کام کرتا ہے، آخرت میں اس کا ثواب ملنا طے ہے، مثلاً

کوئی شخص نماز پڑھتا ہے، روزہ رکھتا ہے، تو اس کا ثواب اس کو ضرور ملے گا، لیکن یہ ایسی چیزیں ہیں کہ انسان جب اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے تو ان چیزوں کے ثواب کا سلسلہ رک جاتا ہے، جتنی مقدار میں یہ نیک عمل کیے گئے ہیں اسی کے بقدر عمل کرنے والے کو ثواب ملے گا، البتہ بعض چیزیں ایسی بھی ہیں کہ جن کے عمل کرنیوالے کو اس کے مرنے کے بعد بھی ثواب ملتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کے ثواب میں برابر اضافہ ہوتا رہتا ہے، صدقہ جاریہ یعنی اگر کسی شخص نے کوئی چیز صدقہ کر دی مثلاً کنواں کھدوا دیا اور اس کو وقف کر دیا، کوئی سرائے تعمیر کر کے مسلمانوں کے فائدے کے لئے صدقہ کر دیا، یا اس طرح کی کوئی اور رفاہی کام کیا تو اس کا ثواب ملتا رہے گا، مرنے والے نے کوئی علمی کام کیا اور بعد والے اس سے استفادہ کرتے ہیں، مثلاً اس نے کوئی کتاب تصنیف کی یا کچھ لوگ (معاون ومددگار ہوئے) تیار کر دئے جو علم وعمل کا سلسلہ چلا رہے ہیں تو اس شخص کو بھی اس فعل کی وجہ سے ثواب ملتا رہے گا۔ (فیض مشکوٰۃ: ۲۴۸/۱)

میت کے لئے ایصال ثواب یعنی کسی بھی نیکی کا ثواب پہنچانا درست ہے، غرباء ومساکین کو کھانا کھلا کر میت کو ثواب پہنچانے کی نیت کرنا، صدقات نافلہ یا تسبیح واذکار قرآن شریف پڑھ کر ایصال ثواب کی نیت کرنے سے میت کو ثواب پہنچ جاتا ہے، لیکن تعین وقت کے ساتھ لوگوں کا مجتمع ہو کر قرآن خوانی کرنا، اگر بتیاں جلانا اور مٹھائی وشیرینی سامنے رکھ کر بعد میں تقسیم کرنا وغیرہ سب التزامات شریعت میں بے اصل ہیں اور اکابر واسلاف سے ثابت نہیں ہیں، لہٰذا ایسی بے بنیاد رسموں سے گریز کرنا چاہئے (کتاب النوازل: جلد ۶۲۵/۱)

ایصال ثواب کا بہترین طریقہ: اگر میت کے لئے ایصال ثواب کی ضرورت ہو تو اس کی اطلاع مدرسہ میں کر دی جائے اور مدرسہ کے بچے جو قرآن پاک پڑھتے ہیں اس کا ثواب مذکورہ میت کو پہونچا دیا جائے، خواہ میت غریب ہو یا مالدار، لیکن میت کے گھر جا کر قرآن پاک پڑھنا اور اس کے عوض ناشتہ یا کھانا یا اور کسی طرح اجرت لینا قطعاً جائز نہیں ہے، اس طرح بالعوض قرآن پڑھنے سے خود پڑھنے ہی والے کو ثواب نہیں ملتا

ہے تو میت کو ایصال ثواب کیسے ہوسکتا ہے، اس لئے مروجہ قرآن خوانی سے اجتناب کرنا لازم ہے۔(کتاب النوازل: جلد اول/۶۴۰)

فرائض کے بعد آیت الکرسی پڑھنے کا ثواب

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو شاکرین کا دل عطا فرمائے گا، اور صدیقین کے مثل عمل دے گا اور نبیوں کا سا ثواب دے گا اور اس پر اپنی رحمت نازل فرمائے گا اور جنت میں داخل ہونے سے موت اس کو روکتی ہے یعنی موت آنے پر فوراً جنت میں داخل ہوگا۔(قبر کے عبرتناک مناظر:۲۸۹)

مردہ قبر میں ایسا ہے جیسا کوئی دریا میں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ مردہ اپنی قبر میں ایسا ہے جیسے دریا میں کوئی ڈوبتا اور فریاد کرتا ہو وہ منتظر رہتا ہے کہ میرا باپ یا ماں یا لڑکا یا دوست میرے واسطے دعا کرے، پھر جب یہ دعا کرتے ہیں تو یہ دعا ان کو دنیا وما فیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے اور جب زمین والے دعا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پہاڑ کے مانند ثواب قبر والوں کو پہنچاتا ہے اور زندوں کا تحفہ مردوں کے لئے یہی ہے کہ ان کے لئے استغفار کریں۔(قبر کے عبرتناک مناظر:۲۷۷)

جن کو ایصال ثواب نہ کیا جائے وہ غمگین رہتے ہیں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس گھر میں کوئی مرجاتا ہے اور گھر والے اس کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں اس صدقہ کے ثواب کو حضرت جبرئیل نور کے طبق میں رکھ کر اس کی قبر پر لے جاتے ہیں اور

کھڑے ہوکر کہتے ہیں اے قبر والو یہ تحفہ تمہارے گھر والوں نے تم کو بھیجا ہے اس کو قبول کرو، پس مردہ خوش ہوتا ہے اور اپنے ہمسایہ کو خوشخبری سناتا ہے اور اس کے ہمسائے جن کو کوئی تحفہ نہیں پہنچا ہے غمگین رہتے ہیں۔ (قبر کے عبرتناک مناظر: ۲۷۷)

مردے کو حج کا پورا ثواب پہنچتا ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے ماں باپ کے مرنے کے بعد ان کی طرف سے حج کرے تو اللہ تعالیٰ حج کرنے والے کو دوزخ سے آزاد کرتا ہے اور ان دونوں کو پورے پورے حج کا ثواب ملتا ہے بغیر کمی کے۔ (قبر کے عبرتناک مناظر: ۲۷۷)

پہاڑوں کے برابر نیکیاں

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ قیامت کے دن مومن کے ساتھ پہاڑ کے برابر نیکیاں ہوں گی وہ کہیں گے (دنیا میں تو ہم نے اس قدر نیکیاں نہیں کی تھیں) اس قدر ثواب کہاں سے آیا آواز آئیگی کہ تیرے لڑکے نے تیرے واسطے استغفار پڑھا تھا یہ وہی نیکیاں ہیں۔ (قبر کے عبرتناک مناظر: ۲۸۰)

قبرستان میں ایصال ثواب کی برکت

حضرت ابن نجارؒ کہتے ہیں کہ مالک بن دینارؒ نے فرمایا کہ میں جمعہ کی رات کو قبرستان میں کیا دیکھا کہ وہاں نور چمک رہا ہے میں نے خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قبرستان والوں کو بخش دیا ہے، غیب سے آواز آئی کہ اے مالک بن دینار یہ مسلمانوں کا تحفہ ہے جس کو قبر والے بھائیوں کے پاس بھیجا ہے میں نے کہا تم کو خدا کی قسم ہے مجھ کو بتاؤ یہ کیسا تحفہ ہے کہا ایک مؤمن نے وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی پہلی رکعت میں بعد سورہ فاتحہ کے ساتھ ''قل یا ایھا

الکافرون ''اور دوسری رکعت میں بعد فاتحہ کے ساتھ ''قل ھو اللہ احد ''پڑھا اور کہا اے اللہ اس کا ثواب اس قبرستان کے مسلمان بھائیوں کو میں نے بخش دیا اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم پر روشنی اور نور بھیجا اور ہماری قبروں کو کشادہ کیا، مالک بن دینار کہتے ہیں کہ اس کے بعد سے میں ہمیشہ جمعہ کی رات کو اسی طرح سے دو رکعت نماز پڑھ کر مردوں کو بخشتا رہا پس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے مالک بن دینار جس قدر تم نے میری امت کے لئے نور کا تحفہ بھیجا ہے اس کی گنتی کے موافق اللہ تعالیٰ نے تمہاری مغفرت کی اور اسی قدر تم کو بھی ثواب دیا اور تمہارے واسطے جنت میں ایک مکان تیار کیا ہے جس کا نام ''منیف'' ہے۔(قبر کے عبرتناک مناظر:۲۸۲)

ایصالِ ثواب کی فضیلت

منقول ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا: تم جب قبرستان جاؤ تو سورۂ فاتحہ اور معوذتین اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھو اور ان کا ثواب اہل قبور کو بخش دو، جو ثواب اہل قبور کو بخشا جاتا ہے وہ بیشک ان کو پہنچتا ہے، اور (جان لو کہ) زیارت قبور سے مقصود، زیارت کرنے والے کے لئے تو یہ ہے کہ (قبروں کو دیکھ کر) عبرت حاصل کرے (اپنی موت اور اپنے انجام کو یاد کرے) اور قبر والے کے لئے یہ ہے کہ اس (زائر) کی دعا (اور ایصال ثواب) سے فائدہ اٹھائیں۔(مظاہر حق جدید:۵۱۹/۲)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بطریق مرفوع روایت ہے کہ جو شخص قبروں کے پاس سے گذرے اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ گیارہ دفعہ پڑھ کر اس کا ثواب مُردوں کو بخشے تو خود اس کو ان مردوں کے شمار کے برابر ثواب دیا جاتا ہے، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قبرستان جائے، پھر سورہ فاتحہ اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اور اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ پڑھے، پھر ایصال ثواب کے لئے) یوں کہے (اے اللہ!) میں نے تیرے پاک کلام میں

سے جو کچھ پڑھا اس کا ثواب مومنین اور مومنات میں سے ان اہل قبور کو بخشتا ہوں، تو وہ اہل قبور اس (ایصال ثواب کرنے والے) کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور سفارشی بن جاتے ہیں، اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قبرستان جائے اور وہاں سورۂ یٰسٓ پڑھے تو اللہ تعالیٰ ان (اہل قبور) کے عذاب میں تخفیف فرما دیتا ہے، اور اس (پڑھنے والے) کو قبرستان میں مدفون مُردوں کے شمار کے برابر نیکیاں دی جاتی ہیں، اور حضرت حمّاد المکیؒ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں: میں ایک رات مکہ مکرمہ کے قبرستان میں گیا (اور وہاں دیر تک تلاوت واذکار میں مشغول رہا) پھر جو نیند آئی تو) قبر پر سر رکھ کر سو گیا، اس وقت (خواب میں) میں نے قبر والوں (مردوں) کو دیکھا کہ الگ الگ حلقہ بنائے بیٹھے ہیں، میں نے کہا: کیا قیامت کا دن آ گیا؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں، بلکہ قصہ یہ ہے کہ ہمارے بھائیوں میں سے ایک شخص نے قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ (سورۂ اخلاص) پڑھی اور اس کا ثواب بخشا، پس (وہ ثواب اتنا زیادہ ہے کہ) ہم ایک سال سے اسی طرح بیٹھے ہوئے) اس کو آپس میں تقسیم کر رہے ہیں۔ (مظاہر حق جدید:۲/۵۲۰)

ایصال ثواب پر امت کا اتفاق

علماء کا اتفاق ہے کہ نیک کام کا ثواب اگر میت کو بخشا جائے تو اس کو ثواب پہنچتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ قبرستان میں تشریف لے جاتے اور مردوں کے واسطے دعا واستغفار کرتے تھے اور قبر کی زیارت اور استغفار کا آپ نے حکم دیا ہے اور ترغیب فرمائی ہے اس وقت سے آج تک ہر زمانہ میں مسلمانوں کا یہی طریقہ رہا اور اس پر تمام امت کا اجماع ہو گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص قبرستان میں جائے اور ''الحمد شریف اور قل ھو اللہ اور الھٰکم التکاثر'' پڑھ کر ثواب قبرستان کے مومنین اور مومنات کو بخشے تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے پاس اس کے واسطے سفارش کرتے ہیں۔ (قبر کے عبرتناک مناظر:۲۸۹)

مراجع

❖ بخاری شریف (ادارہ دینیات ممبئی) ❖ مسلم شریف (مکتبہ دارالسلام سہارنپور) ❖ ترمذی شریف (مکتبہ دارالسلام سہارنپور) ❖ ابوداؤدشریف (مکتبہ بلال جامع مسجد دیوبند) ❖ نسائی شریف (مکتبہ بلال جامع مسجد دیوبند) ❖ ابن ماجہ شریف (مکتبہ بلال جامع مسجد دیوبند) ❖ مؤطاامام مالکؒ (مکتبہ بلال جامع مسجد دیوبند) مشکوٰۃ شریف (کتب خانہ نعیمیہ دیوبند) ❖ مسند احمد ابن حنبلؒ ❖ سنن الکبریٰ للبیہقی شریف (اردو ترجمہ) ❖ معارف الحدیث تالیف مولانا محمد منظور نعمانی صاحب ❖ ریاض الصالحین (ترجمہ) تالیف :حافظ صلاح الدین یوسف ❖ مظاہر حق جدید (شرح مشکوٰۃ شریف) مرتب: عبداللہ غازیپوری صاحب ❖ فیض مشکوٰۃ (شرح مشکوٰۃ شریف) مفتی حارث عبدالرحیم فاروقی قاسمی صاحب معارف مدنیہ (شرح ترمذی شریف) مؤلف: مولانا طاہر حسین امروہوی صاحب الدرالمنضود (شرح سنن ابی داؤد) افادات درسیہ مع... مولانا محمد عاقل صاحب صدرالمدرسین مظاہر علومؒ ❖ علم الفقہ (مصنف) حضرت مولانا عبد الشکور صاحب فاروقی لکھنوی ❖ کتاب المسائل مرتب: مفتی محمد سلمان منصور پوری صاحب ❖ کتاب النوازل منتخب فتاویٰ: مولانا مفتی محمد سلمان صاحب ❖ قبر کے عبرتناک مناظر امام جلال الدین سیوطیؒ کی نادر تالیف، ترجمہ نور الصدور فی شرح القبور، مولانا احمد حسین مبارکپوری ❖ احکام میت ڈاکٹر عبد الحیٔ صاحب عارفیؒ ❖ بہشتی زیور حضرت تھانویؒ ❖ سیرۃ مصطفیٰ حضرت العلامہ مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ ❖ موت کی تیاری کیسے کریں مفتی محمد طلحہ نظامی فاضل دارالعلوم کراچی ❖ موت کے سبق آموز واقعات مترجم ابن سرور محمد اویس صاحب۔

شریعت اسلامیہ کا یہ امتیاز اور خوبی ہے کہ اس نے اپنے متبعین کو ماں کی گود سے قبر کی گود تک زندگی کے کسی بھی شعبے میں حقائق اور علم سے بے بہرہ نہیں رکھا بلکہ قدم قدم پر راہنمائی فرما کر ایک مثالی فرد بننے کے جملہ اسباب بہم پہنچائے ہیں، زندگی میں مختلف امراض سے دوچار ہونا، مصائب وآلام سے واسطہ پڑنا اور شاہراہ حیات پر حادثات کا شکار ہونا انسانی زندگی کا خاصہ اور جزو لاینفک ہے، انسانی تعلق صرف زندگی تک ہی محدود نہیں بلکہ موت کے بعد بھی قائم رہتا ہے بالخصوص اسلامی اخوت اور ایمانی رشتہ بفحوائے حدیث رسولؐ کبھی ختم نہیں ہوتا۔

فرمان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بموجب اہل ایمان پر باہم مسلمان ہونے کے ناطے چند ایسے حقوق ہیں جن کی ادائیگی اس رشتۂ اخوت ومودت کو استحکام بخشتی ہے، زیر نظر کتاب انہی حقوق میں سے دو اہم ترین حق ''عیادت اور جنائز'' پر مشتمل ایک علمی دستاویز ہے جسے جامعہ ضیاء العلوم پونچھ (جموں وکشمیر) کے ایک لائق ہونہار، فعال اور متحرک استاذ مکرم مولانا ''محمد انس رضا قاسمی'' بستوی صاحب نے مرتب کر کے عوام وخواص کے لئے ایک بہترین، قابل قدر اور معلومات سے بھرپور ذخیرہ فراہم کیا ہے، نیز اس سلسلے میں پائی جانے والی کوتاہیوں اور بے ضابطگیوں کی بھی خوبصورت لب ولہجے میں نشاندہی فرما کر شریعت حقہ کے بیان کردہ اصول کی جانب قارئین کرام کی توجہات کو منعطف کرنے کی عمدہ کوشش کی ہے، اس کتاب میں مؤلف موصوف نے متعینہ عنوان پر ٹھوس علمی حقائق سے کام لیا ہے جو بیک وقت وجدان وشعور اور فکر ونظر دونوں کو اپیل کرتے ہیں، مبالغہ اور تواضع دونوں سے الگ ہو کر یہ کہنے کی جرأت کی جاسکتی ہے کہ یہ کتاب اپنے موضوع اور مواد کے لحاظ سے جامع اور مفید تر ہے جس سے عوام وخواص بھرپور مستفید ہو سکتے ہیں، دعاء ہے کہ خدائے لم یزل ولا یزال مؤلف موصوف کے اس خوبصورت علمی تحفے اور عمدہ دینی کاوش کو شرف قبولیت سے نواز کر دارین کی سعادتوں سے بہرہ ور فرمائے۔

(مولانا) ریاض احمد میر ضیائی صاحب
استاذ حدیث جامعہ ضیاء العلوم پونچھ (جموں کشمیر)
۲۵؍ جمادی الثانی ۱۴۴۱ھ بروز جمعرات

9149803700

مکتبہ رازی دیوبند
Maktaba Raazi
DEOBAND - 247 554 DISTT. SAHARANPUR, UP (INDIA)
Cont. : +91-8082156210, +91-7351714646
Email: maktabaraazi786@gmail.com